پیغام احمدیت

بجواب

قادیانی مذہب

مصنفہ : پروفیسر محمد الیاس برنی

مولفہ

شیخ محمد طفیل، ایم-اے

ناشر

مولانا طفیل میموریل لٹریری ٹرسٹ، انگلستان

اغلاط نامہ

حوالہ	غلط	صحیح
صفحہ ۳ سطر ۱۷	پنجم	پنجم
صفحہ ۴ سطر ۷	اپنی نظیر آپ	اپنی نظیر
صفحہ ۴ سطر ۱۲	فخر	فخرا"
صفحہ ۶ سطر ۱۴	تو اس کا جواب	اس کا جواب
صفحہ ۷ سطر ۴	کہ جن کے دل پر	جن کے دل پر
صفحہ ۹ سطر ۳	دل	دلوں
صفحہ ۱۱ سطر ۱۶	نمودار ہو	ممتاز نہ ہو جائے
صفحہ ۱۷ سطر ۴	مال	مال
صفحہ ۱۷ سطر ۲۳	مال	مال
صفحہ ۲۵ سطر ۴	حضرت صاحب نے	حذف کئے جائیں
صفحہ ۴۷ سطر ۲	دردن	دروں
صفحہ ۵۳ سطر ۱۵	نکال	اتار
صفحہ ۶۲ سطر ۱۲	بہنی	بھنی
صفحہ ۷۲ سطر ۱۰	تھی	تھیں
صفحہ ۷۳ سطر ۱۰	میں نے	میں
صفحہ ۷۴ سطر ۱۷	ریمارکس للمولف برنی	(ریمارکس للمولف برنی)
صفحہ ۸۰ سطر ۱۷	کموڈ	کموڈ
صفحہ ۸۰ سطر ۲۲	تو پانوں	تو پانوں
صفحہ ۸۷ سطر ۱	اور سولہ دن	اور جب سولہ دن
صفحہ ۹۰ سطر ۱۷	اتقو	اتقوا
صفحہ ۹۶ سطر ۴	عاية	غايته
صفحہ ۱۰۱	لہب	صہیبؓ
صفحہ ۱۱۰ سطر ۲۰	قصہ	قصبہ
صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۱	انباه	اتباه
صفحہ ۱۲۵ سطر ۶	علی احمد	علی محمد
صفحہ ۱۳۰ سطر ۲۱	حسن ظنی	حسن ظن
صفحہ ۱۴۰ سطر ۲۳	لكن	لكل
صفحہ ۱۶۷ سطر ۱۱	مضمون وار	مضمون وار
صفحہ ۱۷۱ سطر ۵	کی	کے
صفحہ ۱۷۸ سطر ۹	من	منه
صفحہ ۱۹۲ سطر ۱۷	انوار القرآن	نور القرآن
صفحہ ۲۰۰ سطر ۱۱	مصداق	مصدق
صفحہ ۲۰۲ سطر ۱۹	مسیح مریم	مسیح ابن مریم
صفحہ ۲۱۲ سطر ۱۳	مجاری	مجازی
صفحہ ۲۱۵ سطر ۵	تقد	لقد
صفحہ ۲۲۵ سطر ۶	پورا ہو	پورا ہوا
صفحہ ۲۲۶ سطر ۲۲	دیتا	دیتی
صفحہ ۲۲۹ سطر ۹	اکرم	اکرام
صفحہ ۲۳۰ سطر ۱	اور ان کے ناجائز تولد کے متعلق	اور اس کا ناجائز طور پر تولد ہوا تھا
صفحہ ۲۳۰ سطر ۱۱	انہوں نے کہا	انہوں نے کیا
صفحہ ۲۳۰ سطر ۱۱	اس طرح	اس طرح پر
صفحہ ۲۳۶	صفحہ نمبر ۲۳۶	۲۳۷ کیا جائے
صفحہ ۲۳۷	صفحہ ۲۳۷	۲۳۶ کیا جائے
صفحہ ۲۳۷ سطر ۱۱	جلالی	جمالی
صفحہ ۲۴۸ سطر ۱	کتاب	کتب
صفحہ ۲۴۹ سطر ۱۹	۱۹۱۰ء	۱۹۷۰ء
صفحہ ۲۶۷ سطر ۲۰	سورا	سورة
صفحہ ۲۶۹ سطر ۸	مولوی عبدالکریم	مولوی ابراہیم سیالکوٹی
صفحہ ۲۷۱ سطر ۱۵	لدینة	لدنیہ

فہرست مضامین
پیغام احمدیت

حرف گفتنی۔ ا

حرفت گفتنی۔ ۲

حرف گفتنی ۔۳

حرف گفتنی ۔۴

کتاب "قادیانی مذہب" کے مسائل کی اور خوبیاں

پیغام احمدیت: فصل پہلی کے جوابات

پیغام احمدیت: فصل دوسری کے جوابات

پیغام احمدیت: فصل ساتویں کے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریمؐ

حرف گفتنی 1

"قادیانی مذہب" پروفیسر محمد الیاس برنی چشتی قادری فاروقی ایم اے ایل ایل بی سابق صدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کی تصنیف ہے۔ میرے زیر نظر اس کا ساتواں ایڈیشن ہے جو شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ گذشتہ سالوں میں سلسلہ احمدیہ کی مخالفت میں جو کتب شائع ہوئی ہیں ان میں سے اکثر کی بنیاد اسی کتاب پر ہے' بعض مخالفین تو اصل کتب دیکھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے۔ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ میں نے ان حالات میں مناسب سمجھا کہ "قادیانی مذہب" کے اقتباسات و اعتراضات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔

گذشتہ چار پانچ سالوں میں جب بھی مجھے اپنی تبلیغی مصروفیات سے فرصت میسر آئی میں اس کتاب کے دلائل پر حواشی لکھتا رہا اور ابھی تک یہ کام مکمل نہیں ہو سکا۔ لیکن جہاں تک ہو سکا اسے مرتب کر کے پبلک کے سامنے پیش کر رہا ہوں تا کہ لوگوں کو احمدیت کا پیغام سمجھنے میں آسانی ہو۔ جن مسائل میں ہمارا اور احمدیہ جماعت' ربوہ کا مسلک مختلف نہیں وہاں ان کی طرف سے شائع شدہ کتب اور رسالہ جات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ جہاں جہاں ہمارا جماعت ربوہ سے اختلاف ہے اس کی توضیح و تشریح اپنے اپنے مقام پر کر دی گئی ہے۔

جناب برنی صاحب کی تصنیف کا ایک خاص وصف' جس کا ذکر بعد میں آئے گا' بہر حال جب لوگوں نے اس سٹائل کی تعریف کی تو بس پھر کیا تھا۔ چل سو چل۔

کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

ہر ایڈیشن کی ضخامت پہلے سے بڑھتی گئی۔ ان کے حوالہ جات (یعنی اعتراضات) کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ کر ہزاروں تک جا پہنچی۔

"قادیانی مذہب" کی ابتدا میں پانچ تمہیدیں درج ہیں (ایڈیشن ششم کا مقدمہ علیحدہ شائع کیا گیا ہے) ان تمہیدات میں کتاب کی وجہ تصنیف بیان کی گئی ہے اور بہت سے اخبارات و رسائل سے کتاب کی مقبولیت اور شہرت کے ریویو نقل کئے گئے ہیں۔ ان تمہیدات میں تحریک احمدیت پر جو ضمناً" اعتراضات کئے گئے ہیں چونکہ وہ متن کتاب میں بھی شامل ہیں اس لئے ان پر تبصرہ اپنے موقعہ پر کیا جائے گا۔

ان تمہیدات میں برنی صاحب کی تعریف میں جو کچھ کسی نے لکھا ہے وہ انہوں نے خوشی خوشی سب نقل کر دیا ہے چاہے وہ درست ہو یا نہ ہو۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

در مکنون: "قادیانی مذہب" کے خلاف سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں اور آئندہ بھی لکھی جائیں گی لیکن اس بحرِ بے کراں میں غوطہ لگا کر جو در مکنون پروفیسر صاحب نے نکالا ہے وہ کم غواصوں کو نصیب ہو گا۔ شروع سے آخر تک تمام کتاب کو پڑھ جائیے آپ ایک لفظ بھی ایسا نہ پائیں گے جو پروفیسر صاحب نے اپنی طرف سے زائد کیا ہو"

(تمہید چہارم ص 22)

خود بہت ہی کم لکھا ہے: "اس ضخیم کتاب میں مولف نے کمال یہ کیا ہے کہ خود بہت ہی کم لکھا ہے' بلکہ خود مرزا صاحب (بانی فرقہ) کی تحریروں سے ان کے اقتباسات لے لے کر انہیں ایک خاص ترتیب اور سلیقہ مندی سے پرو دیا ہے --------- دلچسپی سے کتاب کا کوئی صفحہ خالی نہیں۔ عبارت کسی خشک علمی یا مذہبی کتاب کی نہیں' ناول یا افسانہ کی معلوم ہوتی ہے۔ جابہ جا قلم کی شوخیاں اور مہذب ظرافتیں اس پر مستزاد ہیں۔" (ایضاً ص 23 - 24)

جہاں تک ممکن ہو: "سب سے بڑی خصوصیت پروفیسر ممدوح نے اپنی کتاب میں یہ رکھی ہے کہ حضرت مرزا صاحب یا حضرت مرزا صاحب کی تحریک کے متعلق جو کچھ بھی لکھا جائے جہاں تک ممکن ہو خود حضرت مرزا صاحب یا ان کے معتبر اصحاب اور خلفاء کی

کتابوں سے خود انہی کے الفاظ میں ہو۔" (ایضاً ص 25)

اپنی طرف سے جو کچھ کیا ہے: "برنی صاحب نے اپنی طرف سے جو کچھ کام کیا ہے وہ عنوانات اور سرخیوں کے قائم کرنے میں کیا ہے۔" (ایضاً ص 26)

بشاشت طبع کو باقی رکھنے کے لئے: "ناظرین کی بشاشت طبع کو باقی رکھنے کے لئے سرخیوں میں ایسی جان بھری گئی ہے کہ پڑھنے والا ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد کسی دوسرے مشغلے میں اپنے کو لگا نہیں سکتا۔" (ایضاً ص 66)

دین اسلام کی اہم خدمت: "برنی صاحب نے اس کتاب کی اشاعت سے دین اسلام کی ایک اہم خدمت انجام دی اور قوم مسلم کو ایک بڑے خطرہ یا فتنہ سے آگاہ کر دیا۔" (تمہید پنجم ص 48)

کم فہم و استعداد اشخاص: "مولوی محمد الیاس برنی نے چند کتب قادیانی مذہب کی شرح سے متعلق لکھی ہیں تاکہ اس مذہب کے اسرار نہاں سے پردہ اٹھایا جائے تاکہ کم فہم و استعداد کے اشخاص ان کے گمراہ کن خیالات میں مبتلا نہ ہو جائیں۔" (تمہید پنجم ص 46)

اچھوتا اور دلچسپ انداز: "انہوں نے لفظی نزاعات اور بحث و مناظرہ کی راہ سے ہٹ کر قادیانیت کا تجزیہ جس انداز میں کیا ہے وہ بیک وقت اچھوتا بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ اس سے پروفیسر صاحب کی جدت طبع اور ذوق علم دونوں کا اظہار ہوتا ہے ہماری رائے میں پروفیسر الیاس برنی کی تصنیف قادیانیت کی ایک جامع قاموس ہے۔" (تمہید پنجم ص 76-77)

جاسوسی ناول کی طرح: "یوں تو قادیانی مذہب سے متعلق غیر قادیانی صاحبان نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن یہ کتاب ان سب سے مکمل اور مستند ہے ---------- اس قسم کی کتابوں کی زبان بالعموم سخت اور دل آزار ہوا کرتی ہے لیکن اس کتاب کا انداز بیان

نہایت شریفانہ ہے جس کے مطالعہ سے دوست و دشمن کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ علمی تحقیق کے ساتھ سنجیدگی اور مخلصانہ استدلال نے کتاب کے اثر کو دو آتشہ کر دیا ہے یہ کتاب علمی ہونے کے باوجود جاسوسی ناول کی طرح بے حد دلچسپ و دلفریب ہے۔" (تمہید پنجم ص 75)

یہ تو خیر دوست لوگوں کی آراء تھیں برنی صاحب خود بھی اپنی کتاب کے متعلق کچھ کم خوش فہمی میں مبتلا نہیں۔ تمہید پنجم کے آخر میں فرماتے ہیں:

"خاص و عام کا اتفاق ہے کہ تحقیق و تنقید میں یہ کتاب آپ ہی اپنی نظیر آپ ہے۔" (تمہید پنجم ص 83)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"کتاب خود قادیانیت کے حق میں زہر قاتل ہے اور اس طریق سے اسلام کے لئے تریاق ہے۔" (مقدمہ قادیانی مذہب ص 17)

الٹا اثر: انہوں نے اپنی کتاب میں اس امر کا بھی جا بجا بطور فخر ذکر کیا ہے کہ "قادیانی مذہب" کی اچانک اشاعت سے "قادیانیت" کے راز فاش ہو گئے اور مسلمانوں کے اعلیٰ طبقوں میں ہلچل مچ گئی اور اکا برملت نے بکثرت اس انقلاب کا اعتراف کیا۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے ان اکابر کے نام بھی گنوائے ہیں جو پہلے پیغام احمدیت کے متعلق خوش فہمی کا شکار تھے لیکن "قادیانی مذہب" کی اشاعت پر مخالف بن بیٹھے —— مگر برنی صاحب کے ذاتی خطوط سے تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آتا ہے جس کا ذکر کرنا برنی صاحب کو پسند نہیں تھا۔ ان کے پروپیگنڈے کا یہی تو کمال ہے کہ صرف اپنے مطلب کی بات ہی لوگوں کے سامنے پیش کی جائے۔ لیکن اس کے برعکس مسلمانوں کے قائد نواب بہادر یار جنگ کے متعلق 22 فروری 1940ء کو برنی صاحب نے شاہ حسین میاں پھلواری شریف کے نام ایک پرائیویٹ خط لکھا جس میں ذیل کا اقتباس قابل غور ہے (یہ اس زمانہ کی بات ہے جب "قادیانی مذہب" کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے تھے):

"چونکہ نواب بہادر یار جنگ مسلمانوں کی سیاسیات میں شامل ہو گئے ہیں اور نمایاں حصہ لے رہے ہیں لہٰذا مسلمانوں نے بھی تفریق کو نظرانداز کر دیا ہے اور ان کو اپنا

سرگروہ بنا لیا۔ مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کا بھی یہی معاملہ ہے۔ "مسلمانوں کے لیڈر مانے جاتے ہیں اور ہر دلعزیز ہیں۔ جب سے قادیانیوں کا بھانڈا پھوٹا وہ دینیات' اسلامیات اور سیاسیات میں بہت نامور ہو گئے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں کے علی الرغم نواب بہادر یار جنگ قادیانیوں سے میل جول بڑھا رہے ہیں۔ بلکہ واقف لوگ ساز باز کا شبہ کرتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں میں بد دلی پیدا ہو رہی ہے۔ توجہ بھی دلائی گئی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ خدا کرے آئندہ سمجھ آجائے۔ میں تو سیاسیات سے الگ تھلگ رہتا ہوں۔ تاہم میرے جو علم میں تھا آپ کو لکھ دیا۔ لیکن یہ بات آپ تک ہی رہے باہر نہ جائے۔" (رسالہ "نقوش" لاہور پاکستان' خطوط نمبر 10 ص 480)

افسوس نواب صاحب پر توجہ دلانے کے باوجود کچھ اثر نہ ہوا۔ نہ جانے کس ظالم نے اس بات سے پردہ اٹھا دیا اور مخالف کے اس فرمودہ کی بھی پرواہ نہیں کی۔ "لیکن یہ بات آپ تک ہی رہے باہر نہ جائے"

باہر کرنے کی باتیں تو بس وہی تھیں جن کا برنی صاحب نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے باقی امور پر پردہ ہی پڑا رہتا تو اچھا تھا۔

علامہ نیاز فتح پوری نے اس کتاب کے متعلق لکھا:

"رہی برنی صاحب کی کتاب سو اس کے متعلق اس سے زیادہ کیا کہوں کہ جس حد تک بانی احمدیت کی زندگی اور تعلیم احمدیت کا تعلق ہے یہ کتاب تلبیس و کتمان حقیقت کے سوا کچھ نہیں اور مجھے سخت افسوس ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ احمدیت کے مخالفین مرزا غلام احمد صاحب سے بہت سی ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو انہوں نے کبھی نہیں کہیں" (نگار اکتوبر 1970ء ص 44-45)

مختلف آراء سے کتاب کا تعارف ہو گیا اب آئندہ صفحات میں اس کی طرز تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

حرف گفتنی 2

کتاب "قادیانی مذہب" کا انداز بیان

جرنلزم کا ایک نیا سٹائل یہ ہے کہ ایسے طریقے سے بات بنا کر پیش کی جائے کہ قاری کے ذہن میں اپنے حسب منشاء تاثر پیدا کیا جاسکے۔ اگر سرخی جمانے سے یہ اثر دو آتشہ ہو سکے تو کیا کہنے۔ اور رہی سہی کسر متن کے ساتھ ساتھ فقرے چست کرنے سے پوری ہو جاتی ہے جس کے متعلق ریویو نگاروں کا کہنا ہے کہ

"جا بجا قلم کی شوخیاں اور مہذب ظرافتیں اس پر مستزاد ہیں"

برنی صاحب کے سٹائل کی ایک اور خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس قسم کی کتابوں کی زبان بالعموم سخت اور دل آزار ہوا کرتی ہے لیکن -----

"اس کتاب کا انداز بیان نہایت شریفانہ ہے۔"

جیسا کہ آگے چل کر ظاہر ہو گا گہری اور پوشیدہ نشتر زنی کے لئے سخت اور دل آزار زبان استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جو چر کہ "شریفانہ انداز" سے لگایا جائے اس کی دل آزاری سخت زبان کے استعمال سے کم نہیں ہوتی۔

بہر حال جو اعتراض یا تبصرہ برنی صاحب شریفانہ انداز میں کرتے ہیں تو اس کا جواب یا جوابی تبصرہ بھی انہیں اور دیگر مخالفین کو شریفانہ طریق سے ہی سننا چاہئے۔ لیکن ان کی اور مخالفین احمدیت کی اس سلسلہ میں روش یہ رہی ہے کہ اگر قرآن سے کوئی جواب دیا جائے تو ان کے نزدیک یہ قرآن پر حملہ ہے۔ اگر اقوال و سنت رسولؐ یا اقوال و سنت انبیاءؑ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جائے تو یہ رسولؐ اور انبیاءؑ پر حملہ ہے۔ اگر خلفاء' اولیاء اور دیگر صالحین امت کا نام لیا جائے تو یہ ان بزرگان امت پر حملہ ہے۔

غرض کسی رنگ میں بھی بات کیجئے توہین و تضحیک کا الزام قائم ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ سنو خاموشی سے سہہ جاؤ۔ زبان مت کھولو ورنہ دوسری فرد جرم لگتی ہے۔

دیکھ جو کچھ سامنے آ جائے منہ سے کچھ نہ بول

آنکھ آئینے کی پیدا کر ذہن تصویر کا

جو لوگ احمدیت کی مخالفت کو اپنے دین کا ایک جزو سمجھتے ہیں ان کے لئے ہماری آواز صدا بصحرا ہو گی۔ ہماری تحریروں کو پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے لیکن مخالفین کے اس ہجوم میں ایسے افراد بھی ہوں گے کہ جن کے دل پر شاید ہماری عرض داشت اثر کر جائے جہاں جہاں الزامی جوابات دیئے گئے ہیں بادل ناخواستہ دیئے گئے ہیں تاکہ اسی طریق سے مخالفین سلسلہ احمدیہ اپنی پوزیشن پر نظر ثانی کر سکیں۔

برنی صاحب کے علمی محاسبہ پر تبصرہ

تبصرہ کرتے ہوئے ہم نے یہ انداز اختیار کیا ہے کہ برنی صاحب کا اعتراض یا خلاصہ اعتراض پہلے درج کر دیا جائے۔ (بعض اوقات خلاصے کی بجائے پورا اعتراض یا اقتباس ہی نقل کر دیا ہے) اس کے بعد جو کچھ ہمیں عرض کرنا ہے وہ بھی تحریر کر دیا ہے اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا ہے۔

اس پر شاید یہ اعتراض کیا جائے کہ برنی صاحب تو اپنے "علمی محاسبہ" میں عام طور پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ وہ احمدیہ لٹریچر سے مختلف اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ ان اقتباسات کا انتخاب پھر اپنے حسب منشاء ان کی ترتیب ان پر اپنے دل پسند عنوانات اور بیچ بیچ میں قلم کی شوخیاں یہ سب امور مل کر برنی صاحب کی قلبی اور ذہنی معترضانہ کیفیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کی کتاب کا ہر صفحہ ایک ہی محور پر گھومتا ہے کہ احمدیت کو اسلام کے لئے ایک بڑا خطرہ ثابت کیا جائے (تمہید پنجم ص 48) احمدیہ عقائد کو بے سروپا قرار دیا جائے (تمہید اول ص 10)

احمدیہ جماعت کی اشاعت دین کو "تخریب دین" کا نام دیا جائے (تمہید اول ص 10) "طوالت کلام' التباس و ابہام' لفظی ہیر پھیر' اختلاف کے ڈھیر' کہیں انکار کہیں اقرار' کہیں دعویٰ کہیں فرار' مباحث ناہموار' پراگندہ تکرار' سخن سازی کی بھرمار' تاویلات کے انبار" (تمہید دوم ص 14) پیش کئے جائیں۔

معلوم ہوا کہ ساری کتاب اسی مقصد کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ کہنے کو "اپنی

طرف سے کچھ نہیں لکھا۔" داغ نے سچ کہا ہے ۔

اول تو سنائی ہیں مجھے خط میں ہزاروں
آخر میں یہ لکھا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

اسی لئے ہم نے برنی صاحب کے منتخب اقتباسات اور ان پر مستزاد عنوانات کو اعتراضات کا نام دیا ہے۔ (اگر کسی کو اس پر بھی اعتراض ہو تو یوں سمجھ لیجئے کہ ہم نے سہولت کی غرض سے ان کا یہ نام رکھا ہے۔ مطلب تو اظہار صداقت ہے اور اس کے لئے ہم نے یہی پیرایہ اختیار کیا ہے بعض مقامات پر ہم نے اسے محض ایک اقتباس سمجھ کر ہی تبصرہ کیا ہے)۔

حرف گفتنی 3

اپنے حسب منشاء دلچسپ سرخیاں قائم کرنے کا مقصد

ممکن ہے بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ برنی صاحب تو بسا اوقات محض عنوان قائم کر کے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں اور ہماری طرف سے ایک اعتراض سمجھ کر اس کے بعض ایسے پہلوؤں پر بھی بحث کی جاتی ہے جن کی طرف اس عنوان میں اشارہ نہیں تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ عنوان قائم کرنے کا مقصد قارئین کے ذہن پر نفسیاتی طور پر ایک اثر پیدا کرنا ہے اور جس قسم کا اثر پیدا کرنا مولف کا مقصود ہے اس پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اسی لئے ہم نے بعض اقتباسات پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالی ہے (مثلاً برنی صاحب نے ایک عنوان قائم کیا ہے "دایاں ہاتھ" (فصل پہلی نمبر11 ص 90) اس کے تحت یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے دائیں بازو پر گر جانے کی وجہ سے چوٹ آ گئی تھی اور نتیجتاً" ساری عمر آپ کا دایاں بازو کمزور رہا۔ لیکن مخالفین اپنی تقریر و تحریر میں اسے اور ہی رنگ میں پیش کرتے رہتے ہیں کہ حضرت صاحب کا ہاتھ ٹنڈا (ٹوٹا ہوا) تھا۔ اور یہی امر موجب تکذیب و تضحیک بنا لیا جاتا ہے۔ اسی لئے ہماری کوشش یہ رہی ہے کہ اپنے تبصرہ میں ان ممکنہ اعتراضات کو بھی مد نظر رکھ لیا جائے۔

برنی صاحب پھڑکتے ہوئے عنوانات قائم کرنے کو اپنا کمال سمجھتے ہیں۔ آپ تاریخ اسلام فقہ و حدیث و قرآن جہاں سے چاہیں اس قسم کا "علمی محاسبہ" "جامع قاموس" انسائیکلوپیڈیا تیار کر سکتے ہیں اور ناظرین کی بشاشت طبع کے لئے جس قسم کے چاہیں عنوانات قائم کر سکتے ہیں۔

برنی صاحب کی قائم کردہ چند سرخیاں ملاحظہ ہوں:

"ادھر - اوہو! چشم نیم باز —— جیب کے ڈھیلے۔ زنانی نماز - وہ وہ وہ۔ میں نہ سمجھا۔ سچا جھوٹ۔ جھوٹا سچ۔ مگر افسوس۔ نازو نیاز۔ یہ تو سوچو۔ دو عورتیں۔ حیرت ہے۔

گورکھ دھندا' سنو وغیرہ

موجودہ جرنلزم میں اپنے حسب منشاء عنوانات قائم کرکے متن کی عبارت کے مفہوم کو بگاڑنا بھی ایک خاص فن ہے۔ لندن کے ایک ڈاکٹر کے مریضوں کے متعلق جب اخبارات نے ایسے عنوانات قائم کئے جن سے مریضوں پر بہت برا اثر پڑا تو وہ ڈاکٹر اس طرح فریاد رس ہوا:

"I know you are all aware how facts can be distorted by false emphasis in headlines"

(The Times, London, Monday April 28, 1969 p. 2 , col. 2)

ترجمہ: "میں جانتا ہوں کہ آپ اس امر سے آگاہ ہیں کہ عنوانات میں سے کسی بات پر غلط زور دینے سے کس طرح واقعات کو بگاڑا جا سکتا ہے۔" (بحوالہ اخبار ٹائمز لندن 28 اپریل 1969ء ص 2 کالم نمبر 2)

اگر کسی مخالف کو اب بھی ہماری بات کا یقین نہ آئے تو برنی صاحب نے جو "اچھوتا اور دلچسپ" انداز تحریر اختیار کیا ہے اس کی پیروی کرتے ہوئے ہم نے بھی اسلامی لٹریچر سے چند واقعات جمع کرکے ان پر محض عنوانات قائم کئے ہیں۔ "جا بجا قلم کی شوخیوں" اور "مہذب ظرافتوں" سے قطعاً اجتناب کیا ہے۔ برنی صاحب کے ہمنوا اگر "اپنی بشاشت طبع" کے لئے یہ کام خود سرانجام دے لیں تو ہمیں اعتراض نہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

چڑیا پھنس گئی: "ایک دن حضرت ابو طلحہؓ انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی اور چونکہ باغ بہت گھنا تھا اور کھجوروں کی شاخیں باہم ملی ہوئی تھیں اس لئے چڑیا ان میں پھنس گئی اور نکلنے کی راہیں ڈھونڈنے لگی۔ ان کو باغ کی شادابی اور اس کی اچھل کود کا منظر بہت پسند آیا اور اس کو تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے' پھر نماز کی طرف توجہ کی تو یاد نہ آیا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ دل میں کہا کہ اس باغ نے یہ فتنہ پیدا کیا ہے۔ فوراً رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آئے اور واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا۔ یا رسول اللہ صلعم میں اس باغ کو صدقہ کرتا ہوں" (اسوہ صحابہ حصہ اول ص 64

عبدالسلام ندوی مطبع معارف اعظم گڑھ)

سونے کا انڈا: "ایک بار ایک صحابی انڈے کے برابر سونا لے کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ میں نے اس کو کان میں سے پایا ہے قبول فرما لیجئے۔ یہ صدقہ ہے اور اس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے اعراض فرمایا۔ پھر داہنی جانب سے آئے اور یہی درخواست کی۔ آپؐ نے منہ پھیرلیا پھر بائیں جانب سے آئے آپ صلعم نے پھر روگردانی کی۔ پھر پیچھے سے آئے۔ اب کی بار آپؐ نے اس کو لے کر ان کی طرف زور سے پھینکا کہ اگر ان پر پڑا ہوتا تو چوٹ آتی اور فرمایا کہ تم لوگ اپنا تمام سرمایہ صدقہ میں دے دیتے ہو۔ پھر بھیک مانگنے لگتے ہو۔ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی انسان کے پاس کچھ مال رہ جائے۔" (ابو داؤد' کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ ایضاً ص 72)

اونٹنی کی چال: "حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ ان کو اپنی جو چیز پسند آتی تھی اس کو خدا کی راہ میں دے دیتے۔ ایک بار سفرحج میں تھے اونٹنی کی چال پسند آئی تو اس سے اتر گئے اور اپنے غلام نافع سے کہا کہ اس کو قربانی کے جانوروں میں داخل کرلو۔" (طبقات ابن سعد و اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمر۔ ایضاً ص 74)

لمبا چوڑا تکیہ: "عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ جب قرآن کی یہ آیت اتری کہ رمضان میں کھایا پیا کرو جب تک سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے نمودار ہو' تو میں نے اونٹ باندھنے کی رسی ایک سیاہ دوسری سفید اپنے تکئے کے نیچے رکھی پھر آخر رات میں میں نے اس کو دیکھا مجھ کو کچھ صاف نظر نہ آیا۔ صبح کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تب آپؐ نے ہنس کر فرمایا تیرا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے یعنی تو احمق ہے خدا کا مطلب سیاہ اور سفید ڈورے سے رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔" (سنن ابو داؤد پ 15 باب 195 وقت السجود ترجمہ علامہ وحیدالزمان)

لنگڑاپن: "حضرت عمرو بن الجموحؓ ایک بوڑھے اور لنگڑے صحابی تھے۔ غزوہ بدر میں

رسول اللہ صلعم نے لنگڑے پن کی وجہ سے ان کو مدینہ ہی میں چھوڑ دیا تھا لیکن غزوہ احد میں انہوں نے بیٹوں سے کہا کہ "مجھے جہاد میں جانے دو" سب نے کہا آپ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کر دیا ہے۔ بولے "افسوس تم نے مجھے بدر میں جنت سے محروم رکھا اور اب احد میں بھی محروم رکھنا چاہتے ہو؟" یہ کہہ کر روانہ ہوئے۔ جب لڑائی کا وقت قریب آیا تو بولے یا رسول اللہؐ! اگر میں شہید ہو جاؤں تو اسی طرح لنگڑاتا ہوا جنت میں پہنچ جاؤں گا" ارشاد ہوا "ہاں"۔ یہ سن کر آگے بڑھے لڑے اور شہید ہوئے۔" (اسوہ صحابہ حصہ اول ص 88)

کھجور تمہاری پھوپھی: حدیث میں آتا ہے **اکرمو اعمتکم النخلہ** اپنی پھوپھی کھجور کے درخت کی عزت کرو (کیونکہ کھجور کا درخت اس بچی ہوئی مٹی سے بنایا گیا تھا جو حضرت آدم کا پتلا بنانے سے بچی تھی) (علامہ وحید الزمان لغات الحدیث جلد 6)

اء اء اء: "آپؐ کھڑے کھڑے، بیٹھ کر، لیٹ کر، وضو اور بغیر وضو کے جنابت کے علاوہ (ہر حالت میں) قرآن پاک پڑھ لیتے تھے اور اس کی تلاوت سے منع نہ فرماتے اور آپؐ بہترین انداز سے تلاوت فرماتے اور کبھی کبھی آپؐ کی آواز لوٹ آتی جیسا کہ **انافتحنالک فتحا** پڑھتے وقت آپؐ کی آواز لوٹ گئی اور عبداللہ بن مفصل نے آپؐ کی ترجیع کی کیفیت تین بار اء اء اء کی صورت میں بیان کی۔" (بخاری) (زادالمعاد حصہ اول ص 325 علامہ حافظ ابن قیم مترجم سید رئیس احمد جعفری)

سروں پر کوے: "ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری (ترجمہ) نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی چادریں اپنی۔ تو انصار کی عورتیں اس طرح نکلتی تھیں جیسے ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں یعنی سیاہ کپڑے سروں پر ڈالتیں" (سنن ابو داؤد، کتاب اللباس ترجمہ علامہ وحید الزمان)

ایک چھوٹی سی زہریلی مکھی: "میرے سامنے ایسی قوم پیش کی گئی جو ایک چھوٹی سی زہریلی مکھی کے لئے سجدہ کرتی تھی جو ہمیشہ اپنی دم اور ہاتھ پاؤں ہلاتی رہتی تھی تو میرے

دل میں القا ہوا کہ کیا تو ان میں بھی شرک کی تاریکی پاتا ہے اور ان کو ان کے گناہوں نے بھی اس طرح گھیر رکھا ہے جس طرح بت پرستوں کو؟ میں نے کہا نہیں کیونکہ انہوں نے مکھی کو اپنا قبلہ قرار دیا ہے اور ذلت کے درجے کو عزت کے درجے سے نہیں ملایا ہے تو آواز آئی کہ تجھے راز کی رہبری ہو گئی۔ پس اس دن سے میرا دل علم توحید سے بھر گیا۔"
(حجتہ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ ترجمہ علامہ ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی **باب فی بیان حقیقتہ الشرک** ص 162)

الٰہی بچا، الٰہی بچا: "بیہقی نے عبید بن عمرؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ صراط تلوار کی دھار کی طرح (باریک اور تیز) ہو گی اور پھسلواں لغزش گاہ ہو گی ملائکہ اور انبیاء کھڑے کہہ رہے ہوں گے الٰہی بچا الٰہی بچا، اور کچھ فرشتے (کافروں کو) آنکڑوں سے پکڑ رہے ہوں گے۔" (تفسیر مظہری۔ علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی۔ سورۃ انبیاء ص 269)

خدا کا تہبند: "ایک صحیح روایت سے یہ حدیث قدسی منقول ہے "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کبریائی میری چادر اور عظمت میرا تہبند ہے جو کوئی ان صفات میں میرے ساتھ جھگڑا کرے گا (یعنی اپنے آپ کو ان صفات سے موصوف کرنے کی کوشش کرے گا) میں اس کو عذاب دوں گا" (تفسیر آیت کریمہ از امام ابن تیمیہ اردو ترجمہ مولانا عبدالرحیم ص 40 الہلال بک ایجنسی طبع ثانی - تاریخ اشاعت 1955ء)

ران کے چور چور ہونے کا ڈر: حضرت زیدؓ رسول اللہؐ کے پہلو میں بیٹھ جاتے تھے رسول اللہؐ غایت بے تکلفی کی بناء پر ان کی ران پر اپنی ران مبارک رکھ دیتے تھے۔ ایک روز اسی حالت میں وحی نازل ہوئی۔ حضرت زیدؓ کا بیان ہے کہ فخذ (ران) مقدس اتنی گراں ہو گئی کہ میرے لئے ناقابل برداشت تھی معلوم ہوتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی۔ لیکن ادب کا یہ حال تھا کہ حضرت زیدؓ نے اف تک نہ کی اور خاموش بیٹھے رہے۔" (سیر الانصار حصہ اول ص 353 از مولوی سعید احمد انصاری بحوالہ مسند 184 ج 5)

کان میں پیشاب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی شخص کا ذکر ہوا اور کہا گیا وہ سوتا رہا۔ یہاں تک کہ اسے صبح ہو گئی۔ وہ نماز کے لئے نہیں اٹھا۔ آپؐ نے فرمایا شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا تھا۔ (الصحیح البخاری پانچواں پارہ باب 13 **اذا لم ولم یصل بال الشیطان فی اذنہ**) خرابی و فساد کو عربوں میں پیشاب سے تعبیر کیا جاتا ہے - مراد یہ ہے کہ کان بوجھل ہو گئے گویا شیطان نے ان میں ایک قسم کی خرابی پیدا کر دی اور وہ شخص نماز کے لئے نہیں اٹھ سکا۔

پتھر کے ٹکڑے: "عبداللہ بن الزبیرؓ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ جانے کا قصد کیا اور ابوبکرؓ آپؐ کے ساتھ تھے تو وہ اپنے ساتھ اپنا تمام مال جو پانچ یا چھ ہزار درہم تھا اٹھا لے گئے تو میرے پاس میرے دادا ابو قحافہ آئے اور ان کی بینائی جاتی رہی تھی' اور کہنے لگے کہ میں اس کو (یعنی ابوبکرؓ کو) دیکھتا ہوں کہ واللہ اس نے اپنی جان کے ساتھ اپنے مال کو لے جا کر تم کو بھی دکھ پہنچایا ہے۔ میں نے کہا اے ابا ہرگز نہیں۔ انہوں نے ہمارے لئے بہت مال چھوڑا ہے اور اسماء نے کچھ پتھر کے ٹکڑے اٹھا کر ان کو گھر کے اس طاق میں رکھ دیا جس میں ابوبکرؓ اپنا مال رکھتے تھے اور ان پتھر کے ٹکڑوں پر ایک کپڑا ڈال دیا تھا۔ اسماء کہتی ہیں پھر میں ابو قحافہ کے پاس گئی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کپڑے پر رکھ دیا اور ان سے میں نے کہا ابوبکرؓ نے ہمارے لئے یہ چھوڑا تو انہوں نے کپڑے کے اوپر ہی سے پتھروں کو ٹٹول کر دیکھا پھر بولے جب وہ تمہارے لئے یہ چھوڑ گئے تو بہتر ہے" اور واللہ انہوں نے ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا تھا نہ کم اور نہ زیادہ" (کتاب الاذکیاء حضرت العلامہ امام ابن الجوزی بغدادی اردو ترجمہ لطائف مسلمہ از حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب ص 409 ناشر اشتیاق بک ڈپو دیو بند تیسرا ایڈیشن 1965ء)

اسلامی جغرافیہ: "ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا قول نقل کیا ہے

عباسؓ نے بیان کیا کہ ------- (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کیا تم کو

معلوم ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے لوگوں نے کہا نہیں فرمایا دونوں کے درمیان فاصلہ اکہتر یا بہتر یا تہتر سال (کی راہ کا) ہے اور نچلے آسمان سے اوپر والا آسمان بھی ایسا ہی (یعنی اتنی ہی دور) ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے سات آسمان شمار کئے (اور فرمایا) پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے جس کی زیریں اور بالائی (سطح) کا فاصلہ اتنا ہی ہے جتنا ایک آسمان کا دوسرے آسمان سے ہے پھر سمندر کے اوپر آٹھ پہاڑی بکرے ہیں جن کے کھروں اور کولہوں (سرینوں) کا فاصلہ دو آسمانوں کی درمیانی مسافت کے برابر ہے اس کے اوپر عرش ہے جس کے اعلیٰ اور اسفل کا فاصلہ بھی دو آسمانوں کی درمیانی مسافت کے برابر ہے اس کے اوپر اللہ ہے۔" (تفسیر مظہری علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی ترجمہ مولانا سید عبدالدائم الجلالی تفسیر سورۃ الحاقہ ص 72)

تھپڑ: "موسیٰ بن محمد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عجمی شخص طواف کر رہا تھا۔ نیک دیندار آدمی تھا۔ طواف کرتے ہوئے ایک خوبصورت عورت کے پازیب کی آواز جو طواف کر رہی تھی اس کے کان میں پڑی۔ یہ شخص اس عورت کو گھورنے لگا۔ رکن یمانی سے ایک ہاتھ نکلا اور اس زور سے اس کے تھپڑ مارا کہ آنکھ نکل گئی اور بیت اللہ شریف کی دیوار سے ایک آواز آئی کہ ہمارے گھر کا طواف کرتا ہے اور ہمارے غیر کو دیکھتا ہے یہ تھپڑ اس نظر کے بدلہ ہے۔ اگر آئندہ کوئی حرکت کرے گا تو ہم اور بھی زیادہ بدلہ دیں گے"
(فضائل حج ص 117 مصنفہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا)

خواب کی تعبیر: "ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے تو طفیلؓ مسلمانوں کو لے کر نکلے جب ملیحہ سے فارغ ہوئے تو اہل اسلام کے ہمراہ یمامہ کی طرف چلے ان کے ہمراہ ان کا لڑکا عمرو بن طفیل تھا۔ انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بتاؤ میں نے دیکھا کہ میرا سر مونڈا گیا اور میرے منہ سے ایک پرندہ نکلا اور ایک عورت مجھے ملی۔ اس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا بھی تیزی سے میری اتباع کر رہا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اسے مجھ سے روک دیا گیا۔ انہوں

نے تعبیر دی: جو کچھ تو نے دیکھا اچھا دیکھا۔ طفیل کہنے لگے۔ اللہ کی قسم میں نے خود اس کی ایک تعبیر نکالی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کیا تعبیر نکالی ہے؟

وہ کہنے لگے! سر مونڈنے کا مطلب سر کٹنا ہے اور جو پرندہ میرے منہ سے نکلا ہے وہ میری روح کے خارج ہونے کی طرف اشارہ ہے اور وہ عورت جس نے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کھودی جائے گی اور مجھے اس میں غائب کر دیا جائے گا اور میرے بیٹے کی مجھے تلاش اور اس کا مجھ سے رک جانا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اسے دیکھوں گا کہ وہ بھی حصول شہادت کی کوشش کرے گا چنانچہ طفیلؓ یمامہ میں شہید ہو گئے اور ان کے بیٹے سخت زخمی ہوئے" (زادالمعاد از علامہ حافظ ابن قیم ترجمہ رئیس احمد جعفری جلد سوم ص 118)

حمل ساقط: (از بیہقی) حضرت عمرؓ ایک عورت پر چلائے کہ دہشت سے اس کا حمل ساقط ہو گیا۔ اس پر عمرؓ نے بیت المال سے ایک غلام آزاد کرایا" (فقہ عمر 238 مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دھلوی' ترجمہ مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہری پبلشرز ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور پاکستان دوسرا ایڈیشن 1960ء)

اس قسم کی سرخیاں جما کر ان حوالہ جات کا سلسلہ طویل کیا جا سکتا ہے۔ برنی صاحب کی کتاب تو ضخامت میں ایک ہزار صفحات کے قریب ہے آپ چاہیں تو اس سے بڑی "قاموس" بہ آسانی تیار کر سکتے ہیں۔ بطور نمونہ یہیں مثالیں کافی ہیں۔

؎ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

جناب برنی صاحب اس بات پر بہت نازاں ہیں کہ انہوں نے معلومات بصرف کثیر اور بہ محنت شاقہ وسیع مطالعہ سے فراہم کی ہیں (قادیانی مذہب حصہ اول تعارف ص 4) اور حتی المقدور اقتباسات کے حوالوں میں صحت کا اہتمام رکھا گیا۔" (ایضاً)

اور پھر اپنی ایک دوسری کتاب "مقدمہ قادیانی مذہب" میں فرماتے ہیں:

"کتاب قادیانی مذہب پر تنقید قادیانی صاحبان کرنا چاہیں تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ جن قادیانی کتابوں وغیرہ کے حوالے دیئے گئے قادیانی صاحبان ان کا انکار کر دیں کہ وہ ان کی نہیں ہیں۔ دوم آنکہ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر جو اقتباسات ان کتابوں

سے دیئے گئے ہیں ان کا انکار کر دیں کہ وہ محولہ کتابوں میں موجود نہیں۔ سوم آنکہ اگر یہ بھی ممکن نہیں ہو تو پھر یہ واضح کر دیں کہ منقولہ اقتباسات میں کوئی تغیر و تبدل کیا گیا ہے جس سے معنی میں فرق آگیا ہے لیکن اگر ان تین عذرات میں سے وہ کوئی عذر ثابت نہ کر سکیں تو پھر مال اندیشی کا تقاضا ہے کہ سکوت اختیار کریں عذر گناہ بدتر از گناہ ہو تو ہوا خیزی بڑھ جاتی ہے" (مقدمہ قادیانی مذہب بار دوم ص 12) یہ کتاب قادیانی مذہب ایڈیشن ششم کا مقدمہ ہے جو علیحدہ شائع ہوا ہے

ہماری گذارش یہ ہے کہ تنقید کی جو تین صورتیں برنی صاحب نے بیان فرمائی ہیں انہیں تین صورتوں کو سامنے رکھ کر اسلامی لٹریچر سے ہمارے پیش کردہ اقتباسات کو پڑھ لیا جائے۔ اول اسلامی کتب کا انکار کر دیں۔ دوم آنکہ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان حوالوں کا انکار کر دیں کہ ان کتب میں موجود نہیں۔ سوم آنکہ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر یہ واضح کر دیں کہ منقولہ اقتباسات میں کوئی تغیر و تبدل کیا گیا ہے جس سے معنی میں فرق آگیا ہے۔

ہاں ہم نے اپنی طرف سے سرخیاں ضرور قائم کی ہیں۔ اس کی سزا منصف مزاج حضرات جو چاہیں ہمارے لئے مقرر کر دیں بس اتنی ضرور گذارش ہے کہ برنی صاحب اور ان کے ہم نواؤں کو بھی اس جرم میں شریک سمجھیں۔ اس لئے کہ اس طریق کار کے بانی مبانی وہی ہیں ہم نے تو انہیں سمجھانے کے لئے ان ہی کا طرز استدلال اختیار کیا ہے۔ شاید اسی طریقے سے ہماری بات ان کے دل میں اتر جائے۔

ہم نے جو اقتباسات اور روایات اوپر درج کی ہیں اگر ہمارے مخالف ان کی تشریح و تفسیر کریں یا بعض روایات کا سرے سے مشکوک ہونا ثابت کریں تو انہیں اس کا اختیار ہے لیکن اس قسم کا اختیار ہمیں بھی حاصل ہے کہ برنی صاحب نے جو حوالہ جات اکٹھے کئے ہیں اور جو روایات سلسلہ احمدیہ کے متعلق درج کی ہیں ان کی تشریح و توضیح کریں یا ان میں سے بعض روایات کا بے اصل ہونا ثابت کریں۔ الزامی جواب کا طریقہ جو ہمیں بادل ناخواستہ اختیار کرنا پڑا ہے اس کی غرض صرف اتنی ہے کہ مخالفین سلسلہ احمدیہ ہمارے لٹریچر پر نکتہ چینی کرنے سے قبل اپنے لٹریچر میں اپنا آئینہ خود دیکھ لیں۔ یہی مال اندیشی کا تقاضا ہے۔

مستشرقین کی روش کی پیروی: برنی صاحب نے احمدیہ لٹریچر کے متعلق وہی روش اختیار کی ہے جو عمومی طور پر مستشرقین اسلامی لٹریچر کے متعلق اختیار کرتے ہیں۔ یعنی اپنی علمی تحقیق و تنقید کو خاص مقاصد کے تابع کرتے ہیں۔ سید ابوالحسن ندوی نے جن کا ذکر برنی صاحب نے اوپر اپنے خط میں بھی کیا ہے (حرف گفتنی نمبر1) ایسے مستشرقین کے متعلق ایک کام کی بات فرمائی ہے جس کا انطباق برنی صاحب کی ”تحقیق و تنقید میں اپنی نظیر آپ“ کتاب پر بھی ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

”مستشرقین عمومی طور پر اہل علم کا بدقسمت اور بے توفیق گروہ ہے جس نے قرآن و حدیث، سیرت نبویؐ، فقہ اسلامی اور اخلاق و تصوف کے سمندر میں بار بار غوطے لگائے اور بالکل خشک دامن اور تہی دست واپس آیا بلکہ اس سے اس کا عناد، اسلام سے دوری اور حق کے انکار کا جذبہ اور بڑھ گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ (برنی صاحب کے لئے قابل غور۔ ناقل) نتائج ہمیشہ مقاصد کے تابع ہوتے ہیں۔ عام طور پر ان مستشرقین کا مقصد کمزوریوں کا تلاش کرنا اور دینی یا سیاسی مقاصد کے ماتحت ان کو نمایاں کرنا اور چمکانا ہوتا ہے چنانچہ صفائی کے انسپکٹر کی طرح ان کو ایک گلزار و جنت نشان شہر میں صرف غیر صحت مند مقامات ہی نظر آتے ہیں۔

مستشرقین کی محرومی صرف ان کی ذات تک محدود نہیں، اگر تنہا یہ پہلو ہوتا تو وہ توجہ کا مرکز اور ہماری اس بحث کا موضوع نہ ہوتا۔ مسئلہ کا زیادہ سنگین اور دور رس پہلو یہ ہے کہ وہ اپنی تمام صلاحیتوں کو معقول و غیر معقول طریقہ پر ان کمزوریوں کی نشان دہی اور ان کو نہایت مہیب شکل میں پیش کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ وہ خوردبین سے دیکھتے اور قارئین کو دوربین سے دکھاتے ہیں۔ رائی کا پربت بنانا ان کا ادنی کام ہے۔ وہ اپنے اس کام میں (یعنی اسلام کی تاریک تصویر پیش کرنے میں) اس چابک دستی، ہنر مندی اور صبروسکون سے کام لیتے ہیں جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔“ (مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ص 180 - 181 از سید ابوالحسن علی ندوی مطبوعہ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ اپریل 1964ء)

حرف گفتنی 4

کتاب "قادیانی مذہب" کے سٹائل کی اور خوبیاں

برنی صاحب نے اپنے "علمی محاسبہ" کے لئے اس مفروضہ Hypothesis سے آغاز کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریریں اور دیگر احمدیہ لٹریچر "التباس و ابہام' لفظی ہیر پھیر اور اختلافات کے ڈھیر" کا مجموعہ ہیں اس لئے کتب کے حوالہ جات درج کرتے ہوئے وہ اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ ان کے اس مفروضہ کی بہرحال تائید ہوتی رہے اس غرض کے حصول کے لئے ان کے نزدیک کتابوں کی صفحاتی ترتیب یا زمانی ترتیب کی پابندی ضروری نہیں (اس معاملہ میں وہ مستشرقین کے بھی کان کتر رہے ہیں) مطلب یہ ہے کہ انہیں ہر طرح کی آزادی حاصل ہے جس قسم کی چاہیں سرخیاں جمالیں اور پیچ پیچ میں چٹکلوں اور "مہذب ظرافتوں" کو بروئے کار لائیں اپنے حسب پسند حوالہ جات کی ترتیب قائم کریں اور مزید سینہ زوری یہ کہ اسی کو کتاب کی "خصوصیت اور خوبی" قرار دیں کہ انہوں نے بزعم خویش متفرق و منتشر اجزاء کو ترتیب دے کر ایک "علمی شکل" میں جمع کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"یہ تو تالیف کی خصوصیت اور خوبی ہے (سبحان اللہ۔ ناقل) کہ جو مباحث بیسیوں کتابوں میں بلا کسی معنوی اور زمانی ترتیب کے متفرق اور منتشر تھے ان کو مضمون وار ترتیب دے کر ایک علمی شکل میں یکجا کر دیا کہ پورا خاکہ پیش نظر ہو جائے۔" (قادیانی مذہب ضمیمہ دوم نمبر 15 ص 897)

چونکہ برنی صاحب کا مقصد حضرت مرزا صاحب کی تحریروں میں تضاد ثابت کرنا ہے اس لئے ان کے نزدیک اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ بات حضرت مرزا صاحب کی ہو رہی ہو اور تضاد ثابت کرنے کی خاطر حوالہ جات ان کے مریدوں کے پیش کرنے شروع کر دیئے جائیں۔ برنی صاحب کی اس انسائیکلوپیڈیا میں ایسے مقامات کو دیکھ کر بھان متی کے کنبہ جوڑنے کی پوری تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ (دیکھئے تمہید اول ص

(8-7-6

ایک خصوصیت برنی صاحب کی تصنیف کی یہ بھی ہے کہ جن امور کا جواب انہیں کسی رنگ میں دیا جا چکا ہے باوجود علم کے وہ اپنے اعتراض کو واپس لینے کے لئے تیار نہیں۔ مثلاً ٹانک وائن کے متعلق جب انہیں بتایا گیا کہ یہ نشہ کے لئے استعمال نہیں کی جاتی اور اس سلسلہ میں پلومر کی دوکان سے تحریری شہادت بھی پیش کی گئی (اعتراض نمبر 67 فصل پہلی) تو انہوں نے اسے قطعاً لائق اعتناء نہیں سمجھا اور اپنے نئے ایڈیشنوں میں مسلسل اس بات کا اعادہ کرتے رہے کہ

"ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے" (قادیانی مذہب ص 126)

ایسی بہت سے مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن چونکہ "قادیانی مذہب" کے جدید تعلیم یافتہ" (تمہید اول ص 5) محقق کو احمدیت کے "خفیہ اور سربستہ رازوں" کو پبلک کے سامنے لانا ہے اور اصل حقائق سے انہیں غرض نہیں اس لئے ان سے اس امر کی توقع بھی فضول ہے اس لئے بھی کہ تحقیق و تنقید میں ان کی کتاب ہی اپنی نظیر آپ ہے (تمہید پنجم ص 83) اور اس کی "دھوم مچی" ہوئی ہے اس لئے انہیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ اس سلسلہ میں مزید تحقیق و تفتیش سے کام لیں۔

اختلاف و اضداد کا الزام : جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے برنی صاحب کو احمدیہ لٹریچر میں ابہام و اختلاف و اضداد کی بہت جستجو رہتی ہے۔ اور اس کی تلاش میں وہ جو طریقے اختیار کرتے ہیں اس پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جا چکی ہے اگر اس جدید تعلیم یافتہ نوجوان محقق کے تخیل بلند پرواز کی اسی رنگ میں اسلامی کتب تک رسائی ہو سکتی تو خدا معلوم اسے کیسے انکشافات سے واسطہ پڑتا۔ لیجئے ہم اس کی اور اس کے ہمنواؤں کی مشکل آسان کئے دیتے ہیں تا کہ انہیں محنت شاقہ اور زر کثیر صرف کئے بغیر ہی "درمکنون" حاصل ہو جائے۔

ایک ہی مسئلہ میں چار اقوال : "احناف کی کتب میں دیکھو گے کہ آئمہ اربعہ کے اقوال ان کی دلیلوں کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں اور اکثر اوقات ایک ہی مسئلے میں آثار

یا معانی کے لحاظ سے چار اقوال ہوتے ہیں ایک ابو حنیفہ کا ایک ابو یوسف کا ایک محمد کا ایک زفر کا" (تاریخ تشریح الاسلامی از علامہ شیخ محمد خضری بک ترجمہ تاریخ فقہ اردو ص 250)

ایک مسئلہ میں دس رائیں: "اگر اختلاف آراء عدم اعتماد کا سبب ہو سکتا ہے تو سب سے زیادہ ناقابل اعتماد ہمارے دینی علوم ہو جاتے ہیں۔ فقہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہ جاتی۔ اس لئے کہ اس کا شائد ہی کوئی مسئلہ ایسا ہو جس میں دس رائیں نہ ہوں۔ حدیث اور تفسیر کے بے شمار اختلافات بھی کوئی پوشیدہ راز نہیں' (اسلام دین آسان ص 338 مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1955)

صحابہؓ کا اختلاف: "خیالات کا یہ اختلاف نہ صرف آئمہ فقہ تک محدود ہے جو صحابہؓ کے زمانے کے بعد پیدا ہوئے بلکہ خود صحابہؓ نے بھی بہت سے مسائل میں اختلاف کا اظہار کیا ہے۔" (فقہ الاسلام از حسن احمد الخطیب ترجمہ سید رشید احمد ارشد ص 293 ناشر نفیس اکیڈمی کراچی۔ تاریخ اشاعت 1961ء)

"صحابہ کرام ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے اجتہاد پر قائم رہے اور اپنے اجتہاد کے مطابق حکم دیتے رہے" (ایضاً ص 503)

اختلاف کے اسباب: "اس سوال کا جواب دینے کے لئے مختلف زمانوں میں بہت سے علماء نے کوشش کی اور انہوں نے اس اختلاف کی وجوہات بیان کیں یہاں تک کہ بعض علماء نے اس پر الگ اور مستقل تصانیف لکھیں ----- اختلافات کے بنیادی اسباب آٹھ ہیں۔ ان کے علاوہ جس قدر اختلافات ہیں وہ سب انہی بنیادی اسباب میں سے کسی ایک سے ماخوذ ہیں اور وہ آٹھ اسباب یہ ہیں:

1- الفاظ و معانی کا مشترک ہونا
2- حقیقت و مجاز
3- مفرد و مرکب ہونا۔
4- خاص و عام

5- روایت و نقل کا اختلاف

6- جہاں نص شرعی نہ ہو وہاں اجتہاد کا اختلاف

7- ناسخ و منسوخ

8- حکم کو مباح اور وسیع قرار دینا۔" (ایضاً ص 294-295)

تمام احکام میں اختلاف: "علماء نے عام طور پر تمام احکام میں اختلاف کیا ہے خواہ وہ کتاب اللہ سے ماخوذ ہوں یا سنت نبویؐ اور قیاس و رائے سے ان کا تعلق ہو" (ایضاً ص 295)

اختلافات کا اثر جان و مال اور عصمت پر: حسن احمد الخطیب کے قول کے مطابق یہ اختلاف محض قولی اور تحریری نہیں تھے بلکہ ان کا اثر مسلمانوں کی جان و مال' آبرو اور عصمت پر پڑتا تھا۔ عباسیوں کے ابتدائی دور میں جب مشہور ادیب ابن المقنع نے یہ حالت دیکھی تو اس نے خلیفہ ابو جعفر المنصور کے نام ذیل کا خط لکھا:

"عدالتوں میں بد نظمی چھائی ہوئی ہے ان میں سے کسی مشہور قانون کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ان میں فیصلوں کا دارومدار قاضیوں کے اپنے اجتہاد پر ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی شہر میں متضاد احکام صادر ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ایک قاضی کے قلم کے مطابق اگر کوفہ کے ایک علاقہ میں بعض لوگوں کی جان و مال اور عصمت کے خلاف فیصلہ دیا جاتا ہے تو دوسرے علاقے میں دوسرے قاضی کے فیصلہ کے مطابق ان کی حمایت میں فیصلہ صادر ہو جاتا ہے اس طرح سے ہر چیز مسلمانوں پر نافذ ہو رہی ہے ----" (ایضاً ص 327)

سوال: "روح کیا چیز ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے اس بارے میں اختلاف رائے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس بارے میں بڑا اختلاف رائے ہے اور اس اختلاف کی تعداد سو امثال تک پہنچتی ہے" (لغات الفرقان جلد 3 ص 106 تالیف مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی - 1962ء)

ہزاروں احتمالات و خدشات: "جیسے سود کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم

الربوا کی تفسیر اشیاء ستہ کے ساتھ فرما دی مگر اس بیان کے بعد بھی ہزاروں احتمالات و خدشات باقی رہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے مگر ہمارے لئے سود کے بارے میں کوئی بیان اطمینان بخش نہیں فرما گئے۔"

(معلم الاصول شرح اردو اصول الشاشی کلاں ص 38 مولانا حکیم نجم الغنی خاں صاحب رامپوری شائع کردہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور۔ ہند تاریخ اشاعت 1952ء)

"اللہ نے جو فرمایا کہ ربوا کو حرام کیا تو نبی علیہ السلام نے جو اس مجمل کی تفسیر کی ہے اس سے یہ نہ کھلا کہ ربوا کی علت اصلی کیا ہے اس لئے ربوا کی شرح کرنے میں فقہاء کو سخت مشکلات پیش آتی ہیں اور یہ معاملہ ایسا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ عام عقول کیا خاص عقلیں بھی اس کے سمجھنے سے قاصر رہیں۔ صحیح حدیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت عمرؓ کو ربوا کے معنی سمجھنے میں تردد تھا۔ جب جلیل القدر صحابی کی یہ کیفیت ہو تو پھر فقہا یا مجتہدین کا کیا حال ہو گا۔" (ایضاً ص 41)

اختلافی اقوال پڑھنے سے ہی تنگ آ گئے: صغانی نے کہا ہے کہ شفع و وتر کے بارے میں بیس قول ہیں (بحوالہ تاج العروس فصل شین باب العین) حافظ ابو حیان اندلیسی لکھتے ہیں کہ "شفع و وتر کے بارے میں کتاب التحریر و التعبیر میں چھتیس قول ذکر کئے گئے ہیں۔ جن کے پڑھنے ہی سے ہم تنگ آ گئے اپنی کتاب میں درج کرنا تو بڑی بات ہے" (بحوالہ البحرالمحیط جلد 6 ص 468 مطبوعہ مصر 1328ھ)

خداوند قدوس کے کلام میں ربط تلاش کرنا درست نہیں: "آیت کریمہ **لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ** (ترجمہ: اس کے ساتھ اپنی زبان کو مت ہلانا تاکہ اسے جلدی لے لے (القیمہ آیت 17- ناقل) میں یہ بات اشکال کا باعث ہے کہ یہ ماقبل و مابعد سے مربوط نہیں ہے اس آیت کریمہ سے قبل قیامت کبری کے احوال بیان ہو رہے ہیں ---- اور اس کے بعد پھر قیامت کے احوال شروع فرما دیئے ---- ان دونوں آیات سے

درمیان کی آیت **لا تحرک بہ لسانک** بظاہر مرتبط معلوم نہیں ہوتی اور محققین کا کہنا بھی یہی ہے کہ خداوند قدوس کے کلام میں ربط تلاش کرنا درست نہیں۔ گو ان کے کلام میں تسلسل اور ہم آہنگی ضروری ہے اس لئے کہ انسان کی عقل کا اندازہ ہی کلام کی باہمی مناسبت سے ہوتا ہے ورنہ بے ربط کلام دیوانہ کی بڑ کہلاتا ہے۔ لیکن کلام خداوندی کے بارے میں محققین یورپ اور اپنے اکابر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ بندہ کا خداوند قدوس کے کلام میں ربط تلاش کرنا اس کے مقام سے اونچی چیز ہے اور آخری بات بھی یہی ہے کہ اس حقیقی مناسبت کو تلاش کرنا انسان کے بس کی بات نہیں" (ایضا البخاری جزو اول حضرت مولانا السید فخرالدین احمد مرتبہ ریاست علی بجنوری ناشر مکتبہ مجلس قاسم المعارف دیو بند یو پی)

اس اعتراف کم فہمی کے بعد مولف نے بہرحال دو صورتیں تجویز فرمائی ہیں۔ جن کی تفصیل میں جانے کی یہاں ضرورت نہیں۔ اول رائے ان کی یہی ہے کہ کلام الٰہی میں ربط تلاش کرنا درست نہیں۔ یہ امر انسان کے مقام سے اونچی چیز ہے اور اس کے بس کی بات نہیں۔ یہ تو خیر مسلمانوں کی آراء تھیں اس سلسلے میں غیر مسلموں کے اقتباسات اگر درج کرنے شروع کئے جائیں تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔ صرف ایک حوالہ کافی ہو گا:

"قرآن میں کہیں تو لکھا ہے کہ کہ اونچی آواز سے اپنے مالک کو پکارو اور کہیں لکھا ہے کہ دھیمی آواز سے۔ اب کہئے کون سی بات سچی ہے اور کون سی جھوٹی' متضاد باتیں سودائیوں کے بکواس کی مانند ہوتی ہیں" (ستھیارتھ پرکاش باب 14 - اعتراض نمبر 75 سوامی دیانند سرسوتی۔ ستیارتھ پرکاش کے اسلام اور قرآن پر جو اعتراضات ہیں ان کے جوابات کے لئے دیکھیے آئینہ حق نما مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی' احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)۔

برنی صاحب کی تصنیف کی مزید خصوصیات: "قادیانی مذہب" میں مصنف نے زیادہ تر گذشتہ مخالفین کے اعتراضات دہرائے ہیں اسی طرح جس طرح دھنیا پرانی روئی کو دھنتا رہتا ہے۔ برنی صاحب انہیں اعتراضات کو بار بار پیش کرتے رہتے ہیں اور رائی کو گھس گھس کر پربت بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جہاں اپنی طرف سے جدید تحقیق کی

آڑ میں کچھ گل افشانی کی ہے وہاں کوشش یہی رہی ہے کہ اعتراض کی شکل پیدا ہو جائے چاہے اس کا موقعہ ہو یا نہ ہو۔

حضرت مرزا صاحب کے خلاف ڈاکٹر مارٹن کلارک نے ایک ناجائز فوجداری مقدمہ شروع کیا تھا۔ جس میں یہ الزام تراشا گیا کہ حضرت صاحب نے ایک شخص مسمی عبدالحمید کو اس کے قتل کے لئے حضرت مرزا صاحب نے بھیجا اور اس سلسلہ میں بہت سی جھوٹی شہادتیں مہیا کیں۔ اس کارروائی میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مخالف ہندوؤں نے بھی ہاتھ بٹایا۔

غرض یہ کہ معاندین کی ہر طرح یہی کوشش رہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس مقدمہ میں ماخوذ ہو کر سزا پائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے تمام ناپاک ارادے ناکام کر دیئے اور حضرت مرزا صاحب اس مقدمہ میں عزت کے ساتھ بری ہو گئے۔ اس سازش اور مقدمے کی تفصیلات آپ نے کتاب البریہ میں بیان فرمائی ہیں۔ لیکن برنی صاحب کو اتنی توفیق نصیب نہیں ہوئی کہ اس خونی مقدمے سے بریت کو وہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان رحمت سمجھ سکیں جب انہوں نے اس مقدمے کا ذکر اپنی تالیفات میں کیا تو اس طرح: "اس مقدمہ کا جو فیصلہ ہوا کافی عبرت آموز ہے۔" (قادیانی مذہب فصل نویں ص 452)

یہ ان کی علمی تحقیق کی ایک اور خصوصیت ہے!! ہاں واقعی ڈاکٹر کلارک، مولوی محمد حسین اور مخالف آریوں کے لئے یہ فیصلہ "عبرت آموز" ہے، جن کی جھوٹی سازشوں کا پردہ فاش ہو گیا (مفصل تبصرہ اپنے موقعہ پر ملاحظہ فرمائیں)

برنی صاحب کے رنگا رنگ عنوانات کو دیکھ کر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ بڑی لمبی چوڑی اعتراضات کی فہرست تیار کی گئی ہے لیکن غور سے دیکھئے تو بعض اوقات ایک ہی اعتراض کو نمبر شماری کی غرض سے مختلف پیرائیوں میں دہرایا گیا ہے۔

مثلاً فصل نویں میں چندہ دینے اور مالی قربانیاں کرنے کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا ایک ارشاد ص 416 پر درج کیا گیا ہے۔ اسی کی تفصیل اگلے دس صفحات میں بیان کی گئی ہے۔ کیا چندہ لینا، مالی قربانیوں کے لئے اپیل کرنا شریعت اسلام کے خلاف ہے۔ اس

بارے میں ایک لفظ نہیں لکھا گیا۔

برنی صاحب نے "قادیانی مذہب" کی وجہ تالیف اور حیدر آباد دکن کی قادیانی جماعت سے اپنی چپقلش کے بارے میں اپنی تمہیدات اور ضمیمہ جات میں بہت کچھ لکھا ہے جس پر کسی قسم کا تبصرہ کرنا بے سود ہے۔ ممکن ہے برنی صاحب کے نزدیک اس کی کوئی تاریخی اہمیت ہو ہمارے لئے ان واقعات کی تفصیلات میں جانا اپنا اور قارئین کا وقت ضائع کرنا ہے۔

جہاں تک احمدیہ جماعت لاہور اور جماعت قادیان (حال ربوہ) کے معتقدات کا تعلق ہے برنی صاحب نے دونوں جماعتوں کے اخبارات و رسائل اور کتب سے اقتباسات اکٹھے کر دیئے ہیں۔ جن میں ایک دوسرے پر تنقید کی گئی ہے۔ ترتیب میں وہی ہوشیاری برتی ہے کہ اپنے نقطہ نظر اور مفروضے کا اثبات ہوتا رہے کہ احمدیہ لٹریچر میں تضاد و ابہام کی فراوانی ہے۔ اگر اس قسم کے موازنہ کی ضرورت ہو تو باآسانی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے رسائل و اخبارات سے ذخیرہ اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ شیعوں کی تحریریں سنیوں کے خلاف اور سنیوں کی تحریریں شیعوں کے خلاف یا آپس میں سنی علماء کی تحریریں ایک دوسرے کے خلاف اکٹھی کر دیجئے اور تصویر کو مکمل بنانے کے لئے بیچ بیچ میں اپنی طرف سے فقرے چست کر دیجئے لیجئے ایک جدید طرز کی اپنی نظیر آپ ہی ایک اسلامی قاموس تیار ہو جائے گی۔ بس ذرا اتنی احتیاط برتنی پڑے گی کہ جہاں بات بنتی نظر نہ آئے وہاں سے مضمون غائب کر دیجئے!

کتاب "قادیانی مذہب" کے بعض حصے اور فصلیں ایسی بھی ہیں جن کا احمدیہ جماعت لاہور کے معتقدات سے کوئی تعلق نہیں۔ عام طور پر میں نے ان پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور نہ اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ ان فصلوں کا ذکر ضرور کر دیا ہے تاکہ "پیغام احمدیت" کی فصلوں کی ترتیب قائم رہے اور قارئین کو برنی صاحب کے اعتراضات کا جواب تلاش کرنے میں آسانی ہو۔

حوالہ جات کی صحت کے متعلق میں نے حتی الامکان پوری کوشش کی ہے۔ بعض اوقات ایک ہی حوالہ کے ضمن میں مختلف کتابوں کے نام بھی درج کر دیئے ہیں تاکہ

ایک کتاب پاس نہ ہو تو دوسری کتاب سے حوالہ مل جائے۔

اعتراضات کے سلسلہ میں اگر اقتباسات کا سلسلہ طویل ہو گیا تو میں نے اسے مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ان پر علیحدہ علیحدہ تبصرہ کیا ہے۔ برنی صاحب کا عنوان اسی طرح رکھا گیا ہے لیکن تبصرہ کرتے وقت موضوع کی مناسبت سے حسب ضرورت نئی سرخیاں قائم کر دی گئی ہیں۔ ایک مضمون کو اگر مختلف مواقع پر بیان کیا گیا ہے تو موازنے کے لئے دوسرے مواقع کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔

برنی صاحب کا اعتراض درج کرنے کے بعد خاتمہ پر دو خطوط کھینچ دیئے ہیں ═══ جس کے بعد تبصرہ شروع ہوتا ہے۔ اختصار کی غرض سے آئندہ ق-م سے مراد کتاب قادیانی مذہب اور پ-ا سے پیغام احمدیت ہے۔

جہاں کتاب کے ساتھ کسی مصنف کا نام درج نہیں وہ حضرت مرزا صاحب کی کتب ہیں۔ باقی کتابوں کے ساتھ میں نے مصنّفین کے نام درج کر دیئے ہیں۔ اگر کہیں یہ التزام نہیں ہو سکا تو سیاق و سباق سے اس امر کا پتہ چلانا مشکل نہیں ہو گا۔

پیغام احمدیت: فصل پہلی کے جوابات

"پیغام احمدیت" کا حرف گفتنی آپ نے پڑھ لیا۔ اب "قادیانی مذہب" مولفہ پروفیسر الیاس برنی کے بعض اعتراضات پر تبصرہ پیش کیا جائے گا۔ پہلے اعتراض اور اس کا خلاصہ بعد میں جواب ملاحظہ ہو۔ اعتراضات کے نمبر برنی صاحب کی تصنیف کے ہیں۔

4- سندھی: فصل پہلی ص 88 خلاصہ اعتراض:

ایمہ ضلع ہوشیار پور کی چند بوڑھی عورتوں نے بتایا کہ بچپن میں حضرت مرزا صاحب کو سندھی کہتے تھے اور وہ اس گاؤں میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے ------- دستور ہے کہ کسی منت کے ماننے کے نتیجہ میں عورتیں اپنے کسی بچے کا عرف سندھی رکھ دیتی ہیں (بحوالہ سیرت المھدی حصہ اول ص 36) پھر ق - م (یعنی قادیانی مذہب) کے ص 91 پر لکھا ہے کہ

ایمہ میں حضرت صاحب بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور چاقو نہیں ملتا تھا تو سرکنڈے سے ذبح کر لیتے تھے (بحوالہ سیرت المھدی)

جہاں تک ناموں کا تعلق ہے ہر ملک اور قوم میں لوگوں کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبیوں کے نام پر نام رکھنے چاہئیں یا خدا کے نام سے قبل عبد لگا کر نام رکھا جائے۔ ایسے نام رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں جن کے معنی کے مطابق انسان قرار ہوتا ہے یعنی اسم اور مسمی میں مطابقت ہو۔ جن ناموں سے تزکیہ نفس یا تعلی اور تکبر ظاہر ہوتا ہو یا شرکیہ نام ہوں یا چڑانے والے نام ہوں یا جن ناموں سے بدنامی یا بدشگونی معلوم ہوتی ہو یا جن ناموں سے سختی یا قحط یا برا وصف ظاہر ہوتا ہے یا جن ناموں سے خدا کی نافرمانی ظاہر ہوتی ہو ایسے ناموں کو رکھنا ممنوع ہے۔

عربوں کی ایک شاخ اسماعیلی تھے ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

"اسماعیلی ازل سے بدو تھے اس لئے حالات گرد و پیش کے اثر سے کتا بھیڑیا شیر چیتا پہاڑ پتھر وغیرہ نام رکھتے تھے۔" (مولوی سعید احمد انصاری' سیر الانصار حصہ اول ص ۶۶)

اسی طرح دوسرے عربوں کے نام بھی اسی قسم کے ہوتے تھے۔ اسود' ابیض' اسد' بکر' جبل' حزن' مرۃ' حرب وغیرہ۔ اسلام لانے کے بعد بعض نام اسی طرح برقرار رہے اور بعض بدل گئے۔

عربوں میں کنیت کا بھی دستور تھا۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابو تراب (مٹی کے سے یا مٹی کے باپ) اور حضرت عمیر بن عامر کی کنیت ابو ہریرہ (بلی والے) تھی۔ اور آنحضرتؐ نے ایک چھوٹے بچے کو ابو عمیر کر کے آواز دی تھی۔ حضرت انس بن مالکؓ کی کنیت نبی کریم صلعم نے ابو حمزہ تجویز فرمائی۔ حمزہ ایک سبزی کا نام ہے جسے حضرت انسؓ چنا کرتے تھے حضرت زیدؓ جب چھوٹے تھے انہیں ایک غزوہ میں نیند آ رہی تھی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ یا ابا رقاد۔ اے نیند کے باپ اٹھ۔

مندرجہ بالا امور کو مدنظر رکھتے ہوئے قابل غور امر یہ ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کی والدہ نے آپ کو کبھی سندھی کہہ کر پکارا یا گاؤں کی عورتیں اس نام سے پکارتی تھیں تو اس میں غیر اسلامی بات کون سی ہوئی۔ آخر برنی نام میں ایسی کون سی اسلامیت ہے جو سندھی میں نہیں۔ اور نہ معلوم برنی صاحب کو خود بچپن میں کن کن ناموں سے پکارا جاتا ہو گا۔

اب اس مسئلہ کے دوسرے پہلو پر غور کیجئے کہ حضرت مرزا صاحب چڑیاں پکڑا کرتے تھے۔

آخر بچپن کھیل کود کی عمر ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ اولیاء اتقیاء پیدا ہوتے ہی "اللہ ہو" "اللہ ہو" کے نعرے لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ان کے بچپن کے حالات پردہ اخفاء میں ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی زندگی بچپن کے کھیل کود اور شوخیوں سے محروم رہی۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے متعلق لکھا ہے:

"کبھی نماز کی حالت میں پشت مبارکؐ پر چڑھ کر بیٹھ جاتے کبھی رکوع میں ٹانگوں کے

درمیان گھس جاتے کبھی ریش مبارکؐ سے کھیلتے۔ غرض طرح طرح کی شوخیاں کرتے۔ جان نثار نانا نہایت پیار و محبت سے ان طفلانہ شوخیوں کو برداشت کرتے اور کبھی تادیبانہ بھی نہ جھڑکتے بلکہ ہنس دیا کرتے" (مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی' سیرۃ الصحابہ' جلد ششم)

نبی کریم صلعم نہ صرف بچوں کے حق میں اس قدر شفیق تھے کہ ان کی شوخیوں پر برا نہ مناتے تھے بلکہ نوجوانوں کو بھی خوش طبعی اور کھیل کود سے منع نہ کرتے تھے۔ چنانچہ روایات میں ذکر ہے:

"حضرت جابرؓ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا تھا۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو فرمایا بیوہ سے کیا فائدہ؟ کسی کنواری سے کیا ہوتا وہ تم سے کھیلتی تم اس سے کھیلتے۔ عرض کیا' بہنیں خورد سال تھیں اس لئے ہوشیار عورت کی ضرورت تھی جو ان کے کنگھی کرتی جوئیں دیکھتی کپڑے سی کر پہناتی۔ فرمایا اصبت (تم نے ٹھیک کہا) (مولوی سعید احمد صاحب انصاری' سیرۃ الانصار حصہ اول ص 258 بحوالہ مسند و بخاری)

اب رہا چڑیوں کا شکار۔ تو یہ شریعت کے کس قانون کی رو سے حرام ہے جہاں تک ذبح کا تعلق ہے ہر ایسی چیز سے ذبح جائز ہے جس میں زخم پہنچانے کی صلاحیت ہو۔ سوائے دانت' ہڈی اور ناخن کے' ڈور اور دھاگے سے بھی چھوٹے چھوٹے پرندوں کو ذبح کیا جا سکتا ہے۔ ذبح کے مختلف طریقوں پر بحث کرتے ہوئے فقہ شافعی کی کتب میں لکھا ہے:

"لکڑی اور بانس کی دھار میں بھی کاٹنے کی قابلیت ہو تو کافی ہے حتیٰ کہ ڈور اور دھاگہ سادہ یا مصالحہ سے تیز کیا ہوا چھوٹے موٹے پرند کو ذبح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے" (المبسوط فقہ شافعی اردو مولفہ احمد جنگ ص 423 - انتخاب پریس حیدر آباد دکن - تاریخ اشاعت 1952ء)- معلوم ہوا کہ چڑیوں کو نہ صرف سرکنڈے بلکہ ضرورت پڑنے پر تیز کئے ہوئے یا سادہ ڈور اور دھاگے سے بھی ذبح کیا جا سکتا ہے۔

سنن ابو داؤد میں ہے:

"یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی کو شکار مل جائے اور اس کے پاس چھری موجود

نہ ہو تو کیا تیز پتھر یا لکڑی کے ٹکڑے سے اس شکار کو ذبح کر لے۔ آپؐ نے فرمایا تو اللہ جل جلالہ کا نام لے کر جس چیز سے چاہے اس سے اس کے خون کو بہا دے" (سنن ابو داؤد کتاب الضحایا)۔

چڑیاں پکڑنے کی بات چل نکلی تو ایک تابعی کا حال بھی سن لیجئے:

"شرجیل بن سعدؓ نے بازار میں ایک چڑیا پکڑی تھی۔ زیدؓ نے دیکھ لیا۔ پاس آ کر ایک دھپڑ مارا اور چڑیا چھین کر اڑا دی کہا "اپنے نفس کے دشمن تجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے" (سیرۃ الانصار حصہ اول ص 354 بحوالہ مسند 18 - 192 ج 5)

معلوم ہوا کہ حضرت زیدؓ صحابی رسولؐ اور کاتب وحی رسالت کے نزدیک چڑیاں پکڑنا جرم نہیں تھا۔ جس بات سے انہوں نے منع کیا تھا وہ مدینے کی حدود میں چڑیوں کو پکڑنا تھا۔

اور ایک صحابیؓ تو ایک بار چڑیا کے بچے بھی پکڑ کر اپنے کمبل میں لپیٹ لائے تھے اور ان کے ساتھ بچوں کی ماں بھی آ گئی تھی اور اڑائے نہ اڑتی تھی۔ اس پر رسولؐ اللہ نے فرمایا:

"بے شک اللہ جل جلالہ' اپنے بندوں سے اس سے زیادہ محبت رکھتا ہے جتنی یہ چڑیا اپنے بچوں سے رکھتی ہے۔" (سنن ابوداؤد - کتاب الجنائز باب الامراض)

5- **لطیف اشارہ:** فصل پہلی ص 88 خلاصہ اعتراض:

حضرت مرزا صاحب توام پیدا ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ جس کا نام جنت تھا جو پیدائش کے کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئی حضرت صاحب کے الہام **یادم اسکن انت و زوجک الجنتہ** میں اسی طرف لطیف اشارہ تھا۔

ایک اور مقام پر حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں: "جنت کا لفظ اس عاجز کے الہامات میں کبھی اس جنت پر بولا جاتا ہے جو کہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے اور کبھی دنیا کی خوشی اور فتح یابی اور سرور اور آرام پر بولا جاتا ہے۔" (مکتوبات احمدیہ جلد اول ص 82-

83- مکتوب بنام عباس علی شاہ)۔ چونکہ جنت مرحوم فوت ہو کر جنت میں چلی گئی تھیں اس لئے حضرت مرزا صاحب نے اس الہام سے اپنے نیک انجام کی جو دنیا اور آخرت سے تعلق رکھتا ہے خوشخبری مراد لی۔ ویسے تریاق القلوب میں اس سلسلہ میں بحث بھی موجود ہے کہ آنے والے مسیح کی توام پیدائش کے متعلق محی الدین ابن عربی نے لکھا تھا کہ وہ توام پیدا ہو گا پہلے ایک لڑکی پیدا ہو گی اس کے بعد آپ کی پیدائش ہو گی: "آخری مولود جو بنی نوع انسان میں پیدا ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے اسرار کا حامل ہو گا اور اس کے بعد کوئی لڑکا اس قسم کا نہ ہو گا اور وہ خاتم الاولاد ہو گا اس کے ساتھ اس کی بہن پیدا ہو گی جو اس سے پہلے پیدا ہو گی اور وہ اس کے بعد پیدا ہو گا" (شرح نصوص الحکم ص 83 بحوالہ مجدد اعظم حصہ اول ص 18 مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

بچپن کی بات: فصل پہلی ص 89 خلاصہ اعتراض:

حضرت مرزا صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ بچے تھے تو بعض بچوں کے کہنے پر اپنے گھر سے میٹھا لانے گئے اور برتن میں سے سفید بورا اپنی جیبوں میں بھر کر باہر لے گئے۔ راستہ میں ایک مٹھی بھر کر اپنے منہ میں ڈال لی جس سے دم رک گیا اور بڑی تکلیف ہوئی کیونکہ وہ میٹھا نہ تھا بلکہ پسا ہوا نمک تھا۔ (بحوالہ سیرت المہدی ص 226 مولفہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

کسی امر کا فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ فعل خیر ہے یا شر اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ فعل نہ خیر ہو نہ شر۔ کیا ایک بچے کا اپنی لاعلمی سے پسا ہوا نمک منہ میں ڈال لینا شر کی ذیل میں آ سکتا ہے۔ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے۔ بلکہ بچپن میں ایسی حرکات کا سرزد ہو جانا فطرت سے زیادہ قریب ہے کہ آج کل بھی بہت سی ادویات پر یہ ہدایات درج ہوتی ہیں کہ انہیں بچوں کی دسترس سے باہر رکھا جائے۔ بچوں کی بات تو خیر الگ ہے بعض اوقات بڑے لوگ بھی ایسی غلطی کر بیٹھتے ہیں کہ کھانے میں نمک ڈالنے کی بجائے کوئی اور زہریلی چیز ڈال دی۔ میرا آنکھوں دیکھا حال ہے کہ لندن میں ایک گھر میں چند دوست مدعو تھے ایک صاحب نے چائے میں دودھ ڈالنے کی بجائے پانی

میں گھلی ہوئی فینائل ڈال دی۔ (صاحب خانہ نے اسے دودھ کی بوتل میں ڈال کر کسی غرض کے لئے رکھ چھوڑا تھا) جب لوگ چائے پینے لگے تو اس میں سے فینائل کی خوشبو آئی تو پھر سب کو اس غلطی کا احساس ہوا۔

افغانوں میں سب سے مشہور عالم اور سب سے محترم بزرگ اخوند بابا درویزہ پشاوریؒ سمجھے جاتے ہیں (سال وفات 1638ء بعہد شاہجہانی)

ان کے متعلق اخبار الاولیاء میں لکھا ہے "ایک روز ایک عورت سر پر تیل کا بھرا ہوا مٹکہ لئے جا رہی تھی۔ مولانا کو پیاس لگی تھی۔ عورت سے کہنے لگے بیٹی! پانی پلاؤ تو ثواب ملے گا۔ اس عورت نے حیا اور ادب کے مارے کچھ نہ کہا۔ اور مٹکہ اخوند صاحب کے سامنے رکھ دیا انہوں نے اپنی دھن میں پینا شروع کیا اور مٹکا خالی کر دیا۔ تب جا کر احساس ہوا اور مزہ دہن سے پتا چلا کہ پانی نہ تھا۔ تیل تھا" (بحوالہ رود کوثر از شیخ محمد اکرام ایڈیشن پنجم ص 418)

نہ معلوم برنی صاحب اخوند بابا کی سوانح عمری لکھتے تو اس واقعہ پر کس قسم کی سرخی جماتے یہ قصہ تو بچپن کا نہیں بڑی عمر کا تھا۔

بچپن کی بات جہاں شریعت بھی انسان کو معذور سمجھے اس پر اعتراض کیسا؟ اگر حضرت مرزا صاحب کا واقعہ اس غرض سے درج کیا گیا ہے کہ قارئین "قادیانی مذہب" پڑھتے پڑھتے "بور" نہ ہوں تو اور بات ہے۔

بچپن کی بات چلی تو خدا جانے برنی صاحب کا اپنا بچپن کیسا گذرا ہو گا انہوں نے ایک نظم لڑکپن لکھی ہے۔ اس میں غالبا اپنے ہی لڑکپن کا اشارہ ہو گا چند شعر ملاحظہ ہوں۔

لڑکپن کی چھل بل کا کیا کہنا — لڑکپن کی ہل چل کا کیا کہنا
لڑکپن کی چٹ پٹ کا کیا کہنا — لڑکپن کی کھٹ پٹ کا کیا کہنا
لڑکپن کی جوڑ توڑ کا کیا کہنا — لڑکپن کی توڑ پھوڑ کا کیا کہنا

(معروضہ ص 115 مولانا الحاج محمد الیاس برنی ناشر تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

ادھر ادھر: فصل پہلی ص 89 - خلاصہ اعتراض:

حضرت مرزا صاحب کے متعلق ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ:

ایک دفعہ جوانی کے زمانے میں آپ اپنے والد کی پنشن وصول کرنے گئے۔ آپ کا چچا زاد بھائی مرزا امام الدین بھی آپ کے پیچھے چلا گیا اور آپ کو بہلا پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا اور اس طرح سارا روپیہ ختم ہو گیا تو آپ شرم سے گھر واپس نہ آئے۔ مرزا امام الدین خود بھی حضرت صاحب کو چھوڑ کر ادھر ادھر پھرتا رہا آخر اس نے ایک قافلے پر ڈاکہ مارا اور پکڑا گیا مگر مقدمہ میں رہا ہو گیا۔ وغیرہ۔ (سیرت المہدی حصہ اول ص 34 مصنفہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

کسی شریف انسان کو پھسلانا اور دھوکہ دینا ایسا عجوبہ نہیں جس کی مثال اس واقعہ سے قبل نہ ملتی ہو۔ آخر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی اپنے آپ کو خیر خواہ جتا کر یوسفؑ کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے ان کے والد کے پاس گئے تھے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"سب بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسفؑ کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈال آئیں۔ اس کے طے کرنے کے بعد باپ کو دھوکہ دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لئے سب مل کر باپ کے پاس آئے۔" (تفسیر ابن کثیر زیر آیت سورۃ یوسفؑ 11 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

جب حضرت یعقوب علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے ان کے کہنے میں آگئے اور حضرت یوسفؑ کو ان کے ساتھ کر دیا اور اپنے بیٹوں کے پھسلانے میں آگئے تو کسی اور صالح اور متقی نوجوان کا اپنے چچا زاد بھائی کے دھوکے میں آجانا کس قانون کی رو سے اخلاقی جرم ہے اگر اسے بفرض محال جرم بھی سمجھ لیا جائے تو اس پر اعتراض ایسے لوگوں کے منہ کو زیب نہیں دیتا جو یہ سمجھتے ہیں کہ

"نبوت کے لئے یہ ہرگز ضروری نہیں کہ انبیاء قبل از نبوت بھی گناہ و خطا سے پاک ہوتے ہیں۔"

(المنتقی من منہاج السنتہ النبویتہ از علامہ ابن تیمیہ۔ مترجمہ پروفیسر غلام احمد

مریدی ناشرادارہ احیاء السنہ گرجاگھ ضلع گوجرانوالہ ص 128)
"خوارج کے سوا مسلمانوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ انبیاء خداوندی احکام کے پہنچانے میں معصوم تھے اور ان کی اطاعت واجب ہے جمہور کے نزدیک انبیاء سے صغائر کا صدور ممکن ہے۔ تاہم وہ صغائر پر قائم نہیں رہتے" (ایضاً ص 228)
اور حضرت مرزا صاحب خود فرماتے ہیں:
"نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے۔"
(کرامات الصادقین ص 5)

اگر حضرت مرزا صاحب اپنے چچا زاد بھائی کے دھوکے میں آ گئے تو اسے نہ کبیرہ گناہوں کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے نہ صغیرہ (اگر فقہا کی یہ تقسیم تسلیم کر لی جائے) اگر باپ بیٹے کے دل میں کوئی اس سلسلہ میں شکر رنجی پیدا ہو گئی ہو تو وہ صحیح صورت حال کے سامنے آنے سے دور ہو گئی ہو گی۔ جب تک انسان اس دنیا میں رہتا ہے اسے اس قسم کے حالات و دشواریاں پیش آتی ہی رہتی ہیں۔

9- بھئی لوگ: فصل اول ص 90 خلاصہ اعتراض
مرزا امام الدین اپنے مکان میں کسی کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ بھئی لوگ (حضرت مرزا صاحب کی طرف اشارہ تھا) دوکانیں چلا کر نفع اٹھا رہے ہیں ہم بھی کوئی دوکان چلاتے ہیں۔ پھر اس نے چوہڑوں کی پیری کا سلسلہ جاری کیا۔ (بحوالہ سیرت المہدی حصہ سوم ص 25 مولفہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

حقیقت یہی ہے کہ جو لوگ بھی خدا تعالیٰ سے امر پا کر تبلیغ حق کے لئے مبعوث ہوتے ہیں ان کے مخالفین ان پر ہر قسم کے الزامات عائد کرنے سے دریغ نہیں کرتے' کبھی انہیں جھوٹا کہا جاتا ہے کبھی دیوانہ' کبھی شاعر اور کبھی کاہن' کبھی دنیا دار اور دنیا پرست۔ الغرض اس الٰہی کاروبار کو تباہ کرنے کے لئے سو سو حیلے کئے جاتے ہیں اور سو سو الزام تراشے جاتے ہیں۔

مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین جو حضرت مرزا صاحب کے چچا زاد بھائی اور

شریک برادری تھے۔ آپ سے سخت عداوت رکھتے تھے اور اپنے قول و فعل سے ہر طرح سے حضرت مرزا صاحب کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے اور ان کی انگیخت پر قادیان کے ہندو سکھ اور غیر احمدی بھی سخت ایذا رسانی پر تل جاتے تھے بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کی ایذا رسانی سے تنگ آکر قادیان چھوڑ کر کسی اور جگہ منتقل ہو جانے کا ارادہ بھی کیا۔ برنی صاحب بین السطور یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت صاحب کے چچا زاد بھائی نے جب اپنے "بھئی" کے متعلق یہ کہا کہ "یہ دوکان چلا کر نفع اٹھا رہے ہیں" تو ضرور یہی بات سچ ہو گی اس لئے اس "جاسوسی ناول کی طرح دلچسپ" کتاب میں اس ریمارک کو ضرور درج ہو جانا چاہئے۔

10- لازمہ شرافت و شجاعت: فصل اول ص 90 خلاصہ اعتراض

حضرت مرزا صاحب کے زمانے میں عام طور پر لوگ ہتھیار رکھتے تھے اور گتکہ تلوار وغیرہ کی ورزشیں عام تھیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب چونکہ **یضع الحرب** کے لئے آئے تھے اور ان کے زمانے میں امن و آسائش کی راہیں کھل جانے والی تھیں آپ نے ان امور کی طرف توجہ نہیں کی۔ بحالیکہ یہ امور لازمہ شرافت و شجاعت سمجھے جاتے تھے۔ (بحوالہ حیات النبی جلد اول نمبر دوم مولفہ یعقوب علی صاحب)

حضرت مرزا صاحب کی جوانی کے اوقات کا بیشتر حصہ قران شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا اور جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو گا آپ کے والد حضرت مرزا صاحب کے عبادت الٰہی میں استغراق اور مطالعہ میں مصروفیت کو دیکھ کر کبھی کبھی چڑ کر فرماتے تھے:

"ہمارے گھر میں ملاں کہاں سے پیدا ہو گیا۔"

کوئی آپ کے متعلق دریافت کرتا تو فرماتے:

"مسجد کے سقاوہ کی کسی ٹونٹی میں جا کر دیکھو۔ اگر وہاں نہ پاؤ تو مسجد کے اندر کسی گوشہ میں تلاش کرو۔ اگر وہاں بھی نہ ہو تو دیکھیں کہ کسی صف میں کوئی لپیٹ کر کھڑا کر گیا ہو گا۔ کیونکہ وہ زندگی میں ہی مرا ہوا ہے" (بحوالہ مجدد اعظم حصہ اول مولفہ ڈاکٹر

بشارت احمد صاحب ص 27)

مرزا اسماعیل بیگ صاحب جب لڑکے تھے تو حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں رہا کرتے تھے ان کے لئے گھر سے کھانا لایا کرتے تھے۔ سردیوں میں تہجد کے لئے گرم پانی کا انتظام کرتے تھے ایک بار حضرت مرزا صاحب کے والد ان سے پوچھنے لگے۔

"سنا تیرا مرزا کیا کرتا ہے"

انہوں نے کہا: "قرآن دیکھتے رہتے ہیں"

"کبھی سانس بھی لیتا ہے؟" ان کے والد نے پوچھا۔ پھر کہا

"رات کو سوتا بھی ہے؟"

مرزا اسماعیل بیگ نے جواب دیا: "ہاں سوتے بھی ہیں اور اٹھ کر نماز بھی پڑھتے ہیں"

حضرت مرزا صاحب کے والد فرمانے لگے: "اس نے سارے تعلقات چھوڑ دیئے ہیں میں اوروں سے کام لیتا ہوں دوسرا بھائی کیسا لائق ہے مگر یہ معذور ہے" (ایضاً ص 27 -28)

ایک بار آپ کے والد نے فرمایا:

"میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ کس طرف اس کی توجہ ہے۔ یعنی دین کی طرف اور صحیح اور سچ بات تو یہی ہے کہ ہم اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں" (کتاب البریہ ص 166)

جب حضرت مرزا صاحب کے شب و روز اس حالت میں گذرتے ہوں تو انہیں گتکہ تلوار وغیرہ کے کرتب سیکھنے کے لئے کیسے وقت ملتا تھا۔ اگر اسلام کی مدافعت و حفاظت کے لئے اس زمانے میں تلوار کی ضرورت ہوتی تو خدا تعالیٰ خود ایسی کوئی صورت پیدا کر دیتا۔

گتکہ اور تلوار کے کھیلوں کے علاوہ اس زمانہ میں کشتی' کبڈی' مگدر اور موگری کا بھی رواج تھا۔ بٹیربازی اور مرغ بازی بھی عام تھی۔ تاش اور چوسر بھی لوگ کھیلا کرتے تھے لیکن حضرت مرزا صاحب کو ان باتوں سے طبعی رغبت نہیں تھی ایک ہی شئے مرغوب

خاطر تھی اور وہ تھا قرآن کریم کا مطالعہ۔ آپ اپنے اس شعر کی مجسم تصویر تھے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

11- **دایاں ہاتھ:** فصل اول ص 90 خلاصہ اعتراض

حضرت مرزا صاحب کی کسی زمانہ میں دائیں ہاتھ کی ہڈی گر کر ٹوٹ گئی تھی اور یہ ہاتھ آخر عمر تک کمزور رہا۔ نماز میں بھی آپ کو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے سہارے سے سنبھالنا پڑتا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ اول ص 198 مولفہ مرزا بشیر احمد صاحب)

اگر حضرت مرزا صاحب کا دایاں ہاتھ گرنے کے باعث کمزور ہو گیا تو اس میں کون سا جرم ہے جس کی تشہیر کی جا رہی ہے۔ حضرت عمر بن الجموع ایک لنگڑے اور بوڑھے صحابی تھے۔ جنگ احد میں انہوں نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا:

"اگر میں شہید ہو جاؤں تو اسی طرح لنگڑاتا ہوا جنت میں پہنچ جاؤں گا؟" ارشاد ہوا "ہاں" یہ سن کر آگے بڑھے لڑے اور شہید ہو گئے۔ (اسوۂ صحابہ حصہ اول ص 88)

ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ فہری جو ابن ام مکتوم کے نام سے مشہور ہیں نابینا تھے جن کے متعلق قرآن کی آیت **عبس و تولی ان جاءہ الاعمی** "محمد صلی اللہ علیہ وسلم ترش رو ہو گئے اور منہ پھیر لیا اس لئے کہ ان کے پاس **اعمی** آیا تھا۔" (تفسیر مظہری - قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

اس کے بعد جب رسول اللہ صلعم ابن ام مکتوم کو دیکھتے تو عزت کرتے تھے اور فرماتے تھے مرحبا اس شخص کے لئے جس کے معاملہ میں مجھے میرے رب نے عتاب کیا۔ اور ابن مکتوم سے فرماتے کیا تمہارا کوئی کام ہے؟

ترمذی اور حاکم نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے بیان کیا ہے:

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مکتوم کو دوبار مدینہ پر اپنی جگہ قائم کیا تھا۔ جبکہ آپ دونوں مرتبہ جہاد پر تشریف لے گئے تھے۔" (ایضاً)

یہ تو رہی اسلام کی تعلیم کہ جسمانی نقص کے باوجود ایک صحابیؓ کو رسول کریم صلعم

نے جنت کی بشارت دی اور دوسرے صحابیؓ کے متعلق قرآن کی آیات نازل ہوئیں اور رسول کریم صلعم نے باوجود نابینائی کے انہیں دو مرتبہ اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ لیکن برنی صاحب ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی دائیں ہاتھ کی کمزوری کا ذکر حاضرین کی بشاشت طبع کے لئے فرما رہے ہیں۔ کسی ریویو نگار نے سچ کہا تھا کہ برنی صاحب کی کتاب کا مقصد یہ ہے کہ احمدیت کے اسرار نہاں سے پردہ اٹھایا جائے۔" (تمہید پنجم ص 46)

کیسے کیسے اسرار نہاں ہیں جن سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے!

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ!

اس کمزور ہاتھ سے (بقول ایک مخالف ٹنڈے ہاتھ سے) حضرت مرزا صاحب نے جو عظیم الشان اسلامی خدمات انجام دی ہیں اس کا اعتراف ان کے غیروں کی زبانی سنیئے۔ زیادہ نہیں صرف ایک ہی اقتباس کافی ہو گا:

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا ——— ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔" (اخبار وکیل 30 مئی 1908ء مضمون مولوی عبداللہ العمادی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے متعلق لکھا ہے:

"آپ کی آخری عمر میں دہلی پر ایک متعصب شیعہ نجف علی خاں کا تسلط ہو گیا تھا۔ یہ مغل دربار کا آخری امیر تھا۔ اس نے بہت سے علماء کو دردناک سزائیں دیں۔ امیر شاہ خاں "امیرالراویات" میں بیان فرماتے ہیں کہ "اس نے شاہ ولی اللہ کے پنجے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کر سکیں۔

(حجتہ اللہ البالغہ - مترجم - جلد اول ص 27 مختصر سوانح حیات از معراج محمد بارق)
شاہ صاحب کے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے یا کر دیئے گئے کیا اس سے ان کی عظمت میں فرق آگیا ہے۔

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو

12- دندان مبارکؑ: فصل اول ص 90 خلاصہ اعتراض
دندان مبارک آپ کے آخر عمر میں کچھ خراب ہو گئے تھے یعنی بعض داڑھوں کو کیڑا لگ گیا تھا۔ جس سے کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی تھی کبھی کوئی دانت نکلوایا نہیں۔ مسواک آپ اکثر فرماتے تھے۔ (شاید دیر میں شروع کی ورنہ کیڑا نہ لگتا۔ للمولف برنی)
(بحوالہ سیرت المہدی حصہ دوم ص 135 مولفہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

کیا انسان کے دانتوں میں کسی مرض کا پیدا ہو جانا اس کی تضحیک و توہین کی وجہ بن سکتا ہے؟ حضرت ایوبؑ کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

وایوب اذنادی ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین

یعنی —— ایوبؑ کی اس حالت کو یاد کر کہ جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (سورۃ الانبیاء آیت 83)

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر میں لکھا ہے:

"مدتوں تک ان بلاؤں میں مبتلا رہے حضرت حسن اور قتادہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ مبتلا رہے۔ بنو اسرائیل کے کوڑے پھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا۔ بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے۔"

ازواج النبی صلعم کے متعلق علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

"ازواج مطہرات میں سے جسے بھی آشوب چشم کی تکلیف ہوتی آپؐ ان کے پاس تشریف نہ لاتے" (زاد المعاد حصہ سوم ص 363 ترجمہ رئیس احمد)

صحابہؓ کے متعلق لکھا ہے:

"ایک روایت میں منقول ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اور زبیر بن عوامؓ نے ایک غزوہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جوؤں کے متعلق شکایت کی۔ آپؐ نے انہیں ریشم پہننے کی اجازت دی۔ (ایضاً ص 340)

خود پیغمبر اسلام صلعم کے متعلق:

"جامع ترمذی میں سلمی ام رافع خادمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی پھوڑا پھنسی ہوتا یا کانٹا چبھ جاتا تو آپؐ اس پر مہندی لگاتے۔" (ایضاً ص 246)

برنی صاحب داڑھ میں کیڑا لگنے کی بات میں کیڑے نکال کر قارئین کو "بشاشت طبع" کا سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔ اگر مہذب ظرافت کا یہی معیار ہے تو اس کی زد میں کون کون سے لوگ آتے ہیں۔ آپ خود ہی اس کا خیال فرمائیں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

13- توبہ توبہ: فصل اول ص 91 خلاصہ اعتراض

حضرت مرزا صاحب نے ایک دفعہ چوزہ ذبح کرنے کی بجائے اپنی انگلی کاٹ ڈالی اور آپ توبہ توبہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے -------- چونکہ آپ نے کبھی جانور وغیرہ ذبح نہ کئے تھے اس لئے آپ نے چھری اپنی انگلی پر پھیرلی۔ (اسیرت المہدی ص 4)

والدہ صاحب فرماتی ہیں کہ بچپن میں حضرت صاحب چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور چاقو نہ ہوتا تو تیز سرکنڈے سے حلال کرلیتے تھے۔ (ایضاً حصہ اول ص 232)

چڑیاں پکڑنے کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا ہے (ملاحظہ ہو اعتراض نمبر4) برنی صاحب نے یہ دو حوالے مختلف روایات میں تضاد ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں۔ مرزا بشیر احمد صاحب نے غالباً بچپن کے زمانہ کو کالعدم تصور کر کے پہلا بیان دیا ہے۔ اگر تضاد تسلیم کیا جائے تو ان سے اس معاملہ میں بھول ہو گئی۔ انہیں یوں کہنا چاہئے تھا کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب عام طور پر جانور وغیرہ ذبح نہ کرتے تھے اس لئے اس موقعہ پر انہوں نے اپنی انگلی کو زخمی کرلیا۔ بس

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ بنا دیا۔

14- **انگریزی دانی:** فصل اول ص 91 خلاصہ اعتراض

سیالکوٹ کے زمانہ قیام میں کچہری کے ملازم منشیوں کے لئے انگریزی پڑھانے کا انتظام ہوا۔ مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک یا دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں (سیرت المہدی حصہ اول ص 137 مولفہ مرزا بشیر احمد صاحب) مرزا صاحب کے انگریزی الہامات سے بھی اسی قدر لیاقت معلوم ہوتی ہے۔

اعتراضات نمبر 14 - 15 - 16 شمس العلماء سید میر حسن صاحب سیالکوٹی کے ایک خط کے اقتباسات پر مشتمل ہیں۔ میر صاحب کا کہنا ہے کہ ایک یا دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں (برنی صاحب کے اقتباس میں الفاظ "ایک دو کتابیں" درج ہوئے ہیں) اس سلسلہ میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب فرماتے ہیں:

"مولوی میر حسن صاحب کا علم اس بارے میں یقینی نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے انگریزی شروع کی ہو گی مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ذکر الٰہی کے مشاغل نے آگے چلنے نہ دیا۔ کیونکہ بعد میں ہم نے خود جس زمانہ میں انہیں دیکھا ہے وہ انگریزی قطعاً نہ جانتے تھے۔ جو کچھ شدبد پڑھی ہو گی وہ قطعاً بھول چکے تھے۔" (مجدد اعظم حصہ اول از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ص 43)۔

بہرحال انگریزی کی جو ابتدائی کتب ہوتی ہیں ان میں اس قسم کے فقرے ہوتے ہیں "مین سیٹ" Man sat آدمی بیٹھا "کیٹ رین" Cat Ran بلی دوڑی۔ ہم نے کسی ابتدائی کتاب میں نہیں دیکھا کہ اس میں ایسے فقرے ہوں آئی شیل گو یو اے لارج پارٹی آف اسلام"۔

I shall give you a large party of Islam

میں تجھے ایک بڑی جماعت اسلام کی دوں گا۔

دوہ آل مین شڈ بی اینگری بٹ گاڈ از ود یو

Though all men should be angry but God is with you

چاہے تمام لوگ تجھ سے ناراض ہو جائیں لیکن خدا تیرے ساتھ ہے۔

حضرت صاحب کو جب انگریزی زبان میں الہام ہوتا تو اس کا مفہوم معلوم کرنے کے لئے کسی انگریزی دان دوست کا انتظار کرتے چنانچہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"اس کے بعد دو فقرے انگریزی کے ہیں جن کے الفاظ کی صحت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہیں:

آئی لو یو —— آئی شیل گو یو اے لارج پارٹی آف اسلام۔

چونکہ اس وقت یعنی آج کے دن اس جگہ کوئی انگریزی خواں نہیں اور نہ اس کے پورے معنے کھلے ہیں اس لئے بغیر معنوں کے لکھا گیا۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ نمبر3 ص 556)

باقی رہا زبان کی صحت کا مسئلہ اس پر مخالفین کی طرف سے جو ایک دو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا جواب اپنے موقع پر دیا جائے گا۔ اگر الہامات سے آپ کی لیاقت کا حال معلوم ہوتا ہو تو پنجابی زبان میں بھی حضرت صاحب کو چند فقرے الہام ہوئے تھے حالانکہ پنجابی ان کی مادری زبان تھی۔ دراصل وحی کے لغوی معنی خفیہ لطیف اور سریع اشارہ کے ہیں۔ اس لئے چاہے حضرت صاحب کی وحی عربی زبان میں ہو یا فارسی' اردو' پنجابی یا انگریزی میں' عموماً چھوٹے چھوٹے فقروں پر مشتمل ہے اور یہی حال دیگر اولیاء و اتقیاء کے الہامات کا ہوتا ہے۔

اس مقام پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اولیاء اللہ کو جو الہامات ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ ان سب کا اعلان کیا جائے نیز یہ الہامات خود قرآنی وحی کی تصدیق کے محتاج ہوتے ہیں۔ نہ یہ عبادات میں پڑھے جا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا منکر حقیقی کافر ہوتا ہے نہ ہی ان کے ذریعے سے احکامات میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ہو سکتا ہے (تفصیل دیکھنی ہو تو مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی کتاب **النبوت فی الاسلام** کے دوسرے باب میں ملاحظہ ہو) حضرت مرزا صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں:

"اسی بناء پر الہام ولایت یا الہام عامہ بجز موافقت قرآن کریم کے حجت بھی نہیں۔ (ازالہ اوہام ص 629)

اسی لئے اگر حضرت صاحب کے الہامات پورے طور پر محفوظ نہ رہے ہوں یا ان کے الفاظ میں بوقت تحریر کچھ ردوبدل ہو گیا ہو تو اس سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا چونکہ وہ زمرہ انبیاء میں شامل نہ تھے اس لئے ان کی وحی بھی وحی نبوت نہیں تھی۔

15- مختاری (16) مدرسی (17) ملازمت : فصل اول ص 92 خلاصہ اعتراض

حضرت مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اس لئے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کی اور کچھ مطالعہ بھی کیا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ جب ان سے پنجاب یونیورسٹی میں عربی استاد کی اسامی کے لئے درخواست دینے کے لئے کہا گیا تو آپ نے انکار فرمایا کہ اکثر لوگ پڑھ کر علم کو ناجائز کاموں کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ نیز مرزا صاحب نے سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازمت کی۔

نمبر 15، نمبر 16 کے اقتباسات سیرت المہدی سے دیئے گئے ہیں جیسا کہ نمبر 14 میں لکھا جا چکا ہے دراصل یہ اقتباسات سیالکوٹ کے شمس العلماء جناب سید میر حسن صاحب کے ایک خط سے لئے گئے ہیں سید میر حسن صاحب وہی بزرگ ہیں جو علامہ سر محمد اقبال کے بھی استاد رہے ہیں۔ سید صاحب حضرت مرزا صاحب کے مریدین میں سے ہیں۔ جو لوگ انصاف پسندی کے خوگر اور حق کے متلاشی ہیں انہیں سید صاحب کے خط میں حضرت مرزا صاحب کا ابتدائی زندگی کا ایک پاکیزہ نقشہ نظر آئے گا۔ چنانچہ اس خط کی ابتدا ہی اسی طرح ہوتی ہے:

"حضرت مرزا صاحب 1864ء میں بتقریب ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے تھے اور قیام فرمایا، چونکہ آپ عزلت پسند اور پارسا اور فضول اور لغو سے مجتنب اور محترز تھے اس لئے عام لوگوں کی ملاقات کو جو اکثر تضیع اوقات کا باعث ہوتی ہے آپ پسند نہیں فرماتے تھے" (بحوالہ مجدد اعظم حصہ اول از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ص 42)

اس خط کا ایک تتمہ بھی ہے جو الحکم میں شائع ہوا تھا۔ سید صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت مرزا صاحب پہلے محلہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پر معاصی کے غریب خانہ

کے بہت قریب ہے عمرا نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر' ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے ایسی خشوع و خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔" (بحوالہ مجدد اعظم حصہ اول مولفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ص 46)

سیالکوٹ کے قیام کے زمانہ میں آپ کا عنفوان شباب تھا۔ بانی اخبار زمیندار مولوی ظفرعلی خان صاحب کے والد سراج الدین احمد صاحب کا بیان ہے:

"اس وقت آپ کی عمر 22 - 24 سال کی ہو گی ہم چشمدید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔" (زمیندار 8 جون 1908ء بحوالہ مجدد اعظم حصہ اول ص 47)

برنی صاحب یوں تو حضرت مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے جستہ جستہ واقعات کو بیان کرنے بیٹھے ہیں۔ کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ "محنت شاقہ" اور زر کثیر صرف کرنے کے بعد انہوں نے جو علم حاصل کیا ہے اس میں انہیں یہ حوالہ جات نظر نہیں آئے ہوں گے۔ کیوں نہیں ضرور گذرے ہوں گے لیکن سب کچھ نظر آنے کے بعد بھی وہ ان سے آنکھیں بند کر کے گذر گئے۔ احمدیت کی (بقول ان کے قادیانی مذہب کی) جو "جامع" قاموس وہ تیار کر رہے تھے اس میں ان حوالوں کے لئے کیونکر گنجائش نکل سکتی تھی واقعی ایسی کتاب جو "تحقیق و تنقید میں آپ ہی اپنی نظیر" ہو اس کی یہی شان ہونی چاہئے!

سیالکوٹ کے زمانہ ہی کی بات ہے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ رات میں ایک مکان کی دوسری منزل میں سویا ہوا تھا۔ اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ یا سولہ آدمی اور بھی تھے رات کے وقت شہتیر میں ٹک ٹک کی آواز آئی میں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتا ہے یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ انہوں نے کہا کوئی چوہا ہو گا۔ خوف کی بات نہیں اور یہ کہہ کر سو گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر ایسی آواز آئی تب میں نے ان کو دوبارہ جگایا مگر پھر بھی انہوں نے کچھ بھی پرواہ نہ کی

پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی تب میں نے ان کو سختی سے اٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا جب سب نکل گئے تو خود بھی وہاں سے نکلا ابھی دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور وہ دوسری چھت کو ساتھ لے کر نیچے جا پڑی اور سب بچ گئے۔ یہ خدا تعالیٰ کی معجزہ نما حفاظت ہے۔" (بحوالہ مجدد اعظم حصہ اول ص 50)

اس واقعہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ جب تک سب لوگ باہر نہیں نکل گئے حضرت مرزا صاحب اس مکان سے خود باہر نہیں نکلے۔ آپ کے دل میں قربانی اور ہمدردی مخلوق کا جو جذبہ تھا اس واقعہ سے اس کا انکشاف ہوتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب ملازمت کو کیوں پسند نہیں فرماتے تھے اس کی خاص وجہ تھی۔ فرماتے ہیں:

"تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں ان میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو پورے طور پر صوم و صلوۃ کے پابند ہوں اور جو ناجائز حظوظ سے اپنے تئیں بچا سکیں جو ابتلاء کے طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں۔ میں ہمیشہ ان کے منہ دیکھ کر حیران رہا اور اکثر کو ایسا پایا کہ ان کی تمام دلی خواہشیں مال و متاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہو یا حرام کے ذریعہ سے محدود تھیں اور بہتوں کی دن رات کی کوششیں صرف اسی مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے مصروف پائیں میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے کہ جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے اخلاق فاضلہ صلح اور کرم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری اور ہمدردی مخلوق اور پاک باطنی اور اکلِ حلال اور صدق مقال اور پرہیز گاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں بلکہ بہتوں کو تکبر اور بد چلنی اور لاپروائی دین اور طرح طرح سے اخلاق رذیلہ میں شیطان کے بھائی پایا اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسانوں کا مجھے تجربہ حاصل ہو اس لئے ہر صحبت میں مجھے رہنا پڑا اور بقول صاحب مثنوی رومی وہ تمام ایام سخت کراہت اور درد کے ساتھ میں نے بسر کئے۔

من بہر جمعیتے نالاں شدم
جفت خوش حالاں و بد حالاں شدم

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز دردن من بجست اسرار من

(کتاب البریہ - 167 - 169)

ملازمت سے یہی کراہت تھی کہ جب ایک دوست کے کہنے پر آپ کو مختاری یا وکالت کے امتحان کا خیال پیدا ہوا تو امتحان کی تیاری کے لئے جس ذوق و شوق اور دلجمعی سے مطالعہ کی ضروت ہوتی ہے وہ حضرت مرزا صاحب کو میسر نہ آ سکی۔ آپ کا اکثر وقت تو قرآن کے مطالعہ اور تلاوت میں صرف ہوتا تھا جیسا کہ غیر جانبدار شہادتوں سے اوپر بیان ہو چکا اور "عین اس رات جس کی صبح کو امتحان تھا آپ تمام رات قرآن پڑھتے رہے۔" (مجدد اعظم حصہ اول مولفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم ص 49)

ویسے بھی اس امتحان میں قریباً تیس امیدواروں میں سے صرف ایک صاحب پاس ہوئے تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ناکامی ہی حضرت مرزا صاحب کے لئے مقدر تھی تاکہ آپ کے لئے زندگی کے اور میدانوں میں کامرانیوں کے دروازے کھل جائیں یہی وجہ تھی کہ آپ نے مدرسی کی ملازمت کرنا بھی پسند نہیں فرمائی۔ وہ تو ملازمت کو قید خانہ ہی سمجھتے تھے (ایضاً ص 54) یہ تو محض مدرسی ہی تھی۔ سیالکوٹ سے واپس آ جانے کے بعد ریاست کپور تھلہ کی طرف سے وہاں کے صیغہ تعلیم کی افسری کے لئے بھی آپ کو بلایا گیا اس سلسلہ مین آپ نے اپنے والد صاحب کو لکھا:

"میں کوئی نوکری نہیں کرنا چاہتا۔ دو جوڑے کھدر کے کپڑوں کے بنا دیا کرو اور روٹی جیسی بھی ہو بھیج دیا کرو۔" (ایضاً ص 54)

اسی طرح آپ کو ایک مرتبہ سیشن ججی کی اسیسری بھی پیش ہوئی لیکن آپ نے اس سے بھی انکار کیا۔ افسوس ان امور کو درج کرنے کی برنی صاحب کو توفیق نہیں ہوئی۔ آخر ان کی کتاب دوسری سب کتابوں سے "مستند اور مکمل" جو ہوئی!! خیر یہ بات تو بر سبیل تذکرہ تھی اب ہم پھر اصل موضوع کی طرف رخ کرتے ہیں۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب فرماتے ہیں:

"گویا دنیا نے جب کبھی بھی اپنی کسی دلکشی کو پیش کیا تو آپ نے اسے ہمیشہ ٹھکرا دیا

----- آپ کو ان دنیوی اعزازات سے نہ کوئی دلچسپی تھی اور نہ کوئی تمنا تھی۔ اپنے ایک شعر میں کس خوبصورتی سے فرماتے ہیں:

نمے باید مرا یک ذرہ عزتہائے ایں دنیا
منہ از بہر ما کرسی کہ ما موریم خدمت را"

(ایضاً ص 55)

سلسلہ کلام ختم کرنے سے پہلے اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ کسی مامور من اللہ کا اپنی بعثت سے قبل یا بعد ملازمت کرنا یا اجرت پر کام کرنا کوئی شرعی جرم نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ذکر ہے۔

"ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا ابا جان اس شخص کو نوکر رکھ لیجئے۔ بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھ سکیں وہی ہو سکتا ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔ اس کے باپ نے (موسیٰؑ سے) کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں بشرطیکہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو۔ اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری مرضی ہے میں تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا۔ تم انشاء اللہ مجھے نیک آدمی پاؤ گے۔ موسیٰؑ نے جواب دیا۔ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہو گئی۔" (القصص 28 - آیات 26 - 28 بحوالہ تفہیم القرآن حصہ سوم مولفہ ابوالاعلیٰ مودودی ص 629 - 630)

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے خسر کی دس سال تک ملازمت کی تھی۔ اگر نوکری کرنا ایسا ہی اخلاقی اور شرعی جرم تھا تو حضرت موسیٰؑ کی ملازمت کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہوتا۔

بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بعث اللہ نبیا الا رعی الغنم فقال اصحابہ و انت فقال نعم کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکتہ

"اللہ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس نے بکریاں چرائیں' آپؐ سے صحابہؓ نے عرض کیا اور آپ نے' فرمایا ہاں میں مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔" (الصحیح

البخاری کتاب الاجارہ باب رعی الغنم)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلعم کفار مکہ کی بکریاں اجرت پر چرایا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے انبیاءؑ نے بھی ایسا ہی کیا ہو گا۔

معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کے ملازمت کے واقعہ کو مخالفین کا نشانہ ہدف بنانا محض شریعت حقہ سے بے خبری ہے۔ برنی صاحب پہلی فصل کے ص 87 پر ایک علیحدہ عنوان سے پھر اسی مضمون کا اعادہ کرتے ہیں تاکہ قارئین اس "قند مکرر" سے اور محظوظ ہوں۔

مرزا صاحب کی سادگی۔

19- جیبی گھڑی: فصل اول ص 93 خلاصہ اعتراض

شیخ رحمت اللہ صاحب نے عرض کیا حضور گھڑی تو اچھی چلتی ہے آپ نے ایک رومال کو فرش پر رکھ کر گھڑی نکالی تو معلوم ہوا بند ہے چابی دی گئی وقت درست کیا گیا۔ حضور نے یہ معلوم کر کے مسرت ظاہر کی کہ ایک گھڑی ایسی ہے جسے سات روزہ چابی دی جاتی ہے۔ جب وقت دیکھنا ہوتا تو گھڑی نکال کر ایک کے ہندسے یعنی عدد سے گن کر وقت کا پتہ لگاتے تھے اور انگلی رکھ کر ہندسے گنتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ اول ص 162 مولفہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

برنی صاحب اشاروں اشاروں میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو گھڑی دیکھنا بھی نہ آتی تھی اور انہیں موجودہ تہذیب کا یہ پرزہ عجیب معلوم ہوتا تھا۔ اگر اس قسم کی باتیں محض حاضرین کی "بشاشت طبع" کو برقرار رکھنے کے لئے لکھی ہیں تو امر دیگر ہے لیکن اگر برنی صاحب سنجیدگی سے اسے محل اعتراض بنا رہے ہیں تو انہیں ذیل کے امور کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم انہ قال انا امتہ امیتہ لا نکتب و لا نحسب الشہر ھکذا و ھکذا یعنی مرۃ تسعتہ و عشرین

ابن عمرؓ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہم لوگ ان پڑھ

لوگ ہیں لکھنا اور حساب کرنا نہیں جانتے۔ مہینہ ایسا بھی ہوتا ہے اور ایسا بھی (انگلیوں کے اشارہ سے بتایا) یعنی کبھی انتیس کا اور کبھی تیس کا۔ **(البخاری کتاب الصوم باب 14)**

گھڑی تو خیر بڑی چیز ہے صحابہ کرام تو میدے کی سفید روٹیوں کو بھی نہ پہچان سکے کہ یہ کیا چیز ہے۔

"فتوحات ایران کے زمانے میں صحابہ کرامؓ نے میدے کی چپاتیاں دیکھیں تو پہچان نہ سکے اور تعجب کے لہجے میں کہا **ماھذہ الورق البیض** 'یہ سفید ٹکڑے کیسے ہیں۔" (اسوہ صحابہ حصہ اول ص 315 عبدالسلام ندوی بحوالہ طبری ص 2035)

"عبید بن جبش السلمی کا بیان ہے --- ہم کو کافور کی ایک تھیلی ملی جس کو ہم نے نمک خیال کیا' ہم نے گوشت پکایا اور اس کو ہانڈی میں ڈالا مگر اس میں کوئی ذائقہ پیدا نہ ہوا۔ ایک عبادی شخص ہمارے پاس سے گذرا۔ اس کے پاس ایک قمیص تھی۔ اس نے ہم سے کہا کہ اے عربو' تم اپنا کھانا خراب نہ کرو کیونکہ یہاں کا نمک کسی کام کا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو تو اس کے عوض میں یہ قمیص لے سکتے ہو' ہم نے اس سے قمیص لے لی اور اس کو کافور کی تھیلی دے دی' اور قمیص اپنے میں سے ایک شخص کو پہنا دی۔ ہم اس کو ساتھ لے کر گھومتے اور اس پر اکڑتے تھے۔ مگر جب ہم کو کپڑوں کی قدروقیمت کا پتہ چلا تو معلوم ہوا کہ وہ قمیص صرف دو درہم کی تھی" (تاریخ طبری (اردو) حصہ دوم ص 363)

حضرت مرزا صاحب کے لباس اور بودوباش پر اعتراضات : (20) لباس۔

(21) بوٹ کا تحفہ (22) خاص ادائیں۔ فصل پہلی ص 93 - 95 خلاصہ اقتباسات

سردی کے دنوں میں اوپر تلے دو دو کوٹ پہنا کرتے۔ سردی میں دو دو جرابیں اوپر تلے چڑھا لیتے: بار ہا جراب پیر تک ٹھیک نہ چڑھتی۔ کبھی سرا آگے لٹکا رہتا کبھی ایک جراب سیدھی دوسری الٹی ------

ٹوپی عمامہ رات کو اتار کر تکئے کے نیچے ہی رکھ لیتے۔ رات بھر تمام کپڑے بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جاتے ---- اک دفعہ ایک شخص نے بوٹ کا تحفہ دیا آپ اس کے دائیں بائیں کی شناخت نہ کر سکتے ---- نئ جوتی کاٹتی تو جھٹ ایڑی بٹھا لیا کرتے تھے ----

واسکٹ کے بٹن ہمیشہ اپنے چاکوں سے جدا رہتے تھے۔ اور جلدی ٹوٹ جایا کرتے تھے ---- احباب اچھے اچھے کپڑے کے کوٹ بنوا کر لایا کرتے تھے حضور کبھی تیل سر مبارک میں لگاتے تو تیل والے ہاتھ سے قیمتی کوٹ پر دھبے پڑ جاتے وغیرہ (حوالہ جات سیرت المہدی۔ اخبار الحکم وغیرہ)

حضرت اقدس کی بود و باش کے اور بھی بہت سے پہلو ہیں جن کا ذکر برنی صاحب نے نہیں کیا انہیں تو صرف ان چیدہ چیدہ واقعات کی طرف اشارہ کرنا ہے جن سے حضرت اقدس کی تضحیک کا پہلو نکل سکے۔ مخالف کی منشاء ان حوالہ جات کے درج کرنے سے یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو نہ جرابیں پہننا آتی تھیں نہ بوٹ نہ کوٹ اور نہ کوئی اچھا کپڑا حقیقت یہ ہے کہ

1... بعض لوگ لباس سے تعیش و تلذذ' تن آسانی اور سہل انگاری کے خواہش مند ہوتے ہیں اور

2... بعض لوگ لباس سے نخوت و رعونت' خود پسندی و خود آرائی کا اظہار کرتے ہیں اور

3... بعض لوگ انوکھا کپڑا پہن کر چاہے وہ قیمتی ہو یا بے حد کم قیمت' بے حد شوخ ہو یا بے حد سادہ' لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

اصولی طور پر لباس کا مقصد جسم کو ڈھانپنا اور اسے موسم کے آزار سے محفوظ رکھنا ہے خواہ مخواہ لباس کی فکر میں پڑے رہنا بھی اللہ کو پسند نہیں اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ یحب المومن المبتذل الذی لا یبالی مالبس۔ (جامع صغیر جلد اول)

یعنی اللہ تعالیٰ ایسے ایماندار بندے کو پسند فرماتا ہے جو مبتذل رہتے ہوئے ملبوس کی فکر میں نہ پڑا رہے۔

معلوم ہوا کہ لباس سے راحت لبس کے حصول کی فکر میں رہنا اور اسے تنعم و تعیش کا ذریعہ بنا لینا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔ بعض احادیث میں تو یہاں تک ذکر

ہے کہ پھٹے حال رہنا ایک مسلم کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

الا تسمعون الا تسمعون ان البذازۃ من الایمان ان البذارۃ من الایمان(ابو داؤد)

کیا تم نہیں سنتے کیا تم نہیں سنتے کہ پراگندہ حالی (پھٹے حال سے رہنا) ایمان کی علامت میں سے ہے۔

نبی کریم صلعم اور خلفائے راشدینؓ اور دیگر اولیاء اللہ کے لباسوں کی پیوند سازی اسی بات کا ثبوت ہے کہ ان کے قلوب دنیاوی زندگی کی رونقوں میں گم نہ تھے اور یہ ظاہری زیب و زینت اور خوش منظریاں ان کے لئے جاذب توجہ نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم ترید زینتہ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا (الکھف ع 4 - آیت 28)

اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں (اور) اسی کی رضا کو چاہتے ہیں اور اپنی نگاہیں ان سے ہٹا کر (اور طرف) نہ دوڑا (کہ) تو دنیا کی زندگی کی آرائش کا ارادہ کرے اور اس کی بات کو نہ مان جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر رکھا ہے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ گیا گذرا ہے۔

اب حضرت اقدس کی زندگی کو دیکھو تو آپ کو دینی کاموں میں اس قدر انہماک تھا کہ دنیاوی کاموں کی طرف توجہ دینا ایک قسم کا تضیع اوقات سمجھتے تھے ایک دفعہ فرمایا:

"کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے مجھے سخت ناگوار ہے اور فرمایا جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں جب تک کہ وہ کام نہ ہو جائے۔ فرمایا ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہئے۔"

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مجدد اعظم حصہ دوم ص 1250)

جو احباب حضرت صاحب کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے انہوں نے آپ کے اس

استغراق کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

"جب مہمانوں کی ضرورت کے لئے مکان بنوانے کی ضرورت پیش آئی ہے بار بار یہی تاکید فرمائی ہے کہ اینٹوں اور پتھروں پر پیسہ خرچ کرنا عبث ہے اتنا ہی کام کرو جو چند روز بسر کرنے کی گنجائش ہو جائے۔ نجار تیر بندیاں اور تختے رندہ سے صاف کر رہا تھا روک دیا اور فرمایا یہ محض تکلف ہے اور ناحق کی دیر لگانا ہے مختصر کام کرو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے انس نہیں۔ ہم اپنے مکانوں کو اپنے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں اور بڑی آرزو ہے کہ چند روز گذارہ کرلیں" (مولوی عبدالکریم صاحب سیرت مسیح موعود)

برنی صاحب کی احمدیت کی "قاموس" میں اور باتیں تو نظر آ جائیں گی لیکن یہ حوالے نہیں ملیں گے۔ اس لئے کہ ان پر وہ کوئی پھڑکتا ہوا عنوان نہ جما سکتے تھے۔

اب ہم اس مسئلے کے دوسرے پہلو پر غور کرتے ہیں۔ پوشاک کا مقصد ستر جسم اور تحفظ بدن ہے نہ کہ تصنع نخوت و رعونت کا اظہار۔ اس سلسلہ میں ارشادات نبویؐ ملاحظہ ہوں: **من لبس ثوبا یباھی بہ لیراہ الناس لم ینظر اللہ الیہ حتی ینزعہ** (کنزالعمال)

"جو شخص اس لئے کوئی کپڑا پہنے کہ اس کے ذریعہ لوگوں پر فخر کرے تو اللہ اس وقت تک اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا جب تک وہ اس کپڑے کو نکال نہ ڈالے"

لا ینظر اللہ تبارک و تعالٰی من یجر ثوبہ بطرا (موطاامام مالک)

"اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی طرف نظر التفات نہ فرمائے گا جو اپنے کپڑوں کو اتراہٹ کے ساتھ کھینچتا پھرے۔"

من لبس ثوبا شہرۃ البسہ اللہ یوم القیمۃ ثوبا مثلہ' زاد عن ابی عوانہ ثم تلھب فیہ النار (ابو داؤد کتاب اللباس)

"جس نے مشہور ہونے کے لئے کپڑا پہنا قیامت کے دن اللہ اس کو ویسا ہی کپڑا پہنا دے گا **ابی عوانہ** سے زائد روایت ہے کہ پھر اس میں آگ لگا دے گا۔"

اور مسدد ابو عوانہ کی روایت میں ہے کہ اللہ قیامت کے دن اس کو ذلت کا کپڑا پہنا دے گا۔ (ایضاً) اس عنوان کا تیسرا رخ یہ ہے کہ

عام حالات میں غیر معمولی خوشنما یا بدنما لباس پہننا بھی دراصل اپنے نفس امارہ کی اس خواہش کی تسکین کا ذریعہ ہے کہ وہ شخص کسی طرح لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جائے۔ شہرت کا یہ غلط ذوق انسان کو روحانیت کی منازل سے دور لے جاتا ہے اسی لئے

نہی عن لبستین المشھورۃ فی حسنھا و فی قبحھا (کنز العمال) میں

حضورؐ نے منع فرمایا دو قسم کے لباسوں سے ایک وہ جو خوبصورتی میں مشہور ہو دوسرا وہ جو بدصورتی میں مشہور ہو۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عن الشھرتین رقتہ لثیاب و غلظھا و لینتھا و خشونتھا و طولھا و قصرھا و لکن سداد بین ذالک و اقتصاد (کنز العمال)

"منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑوں کی دو قسم کے شہرتوں سے کپڑوں کی زیادہ باریکی اور زیادہ موٹائی سے زیادہ نرمی اور زیادہ کھردراہٹ سے۔ زیادہ ڈھیلے ڈھالے اور زیادہ چست سے لیکن ان دونوں کی درمیانی حالت اور میانہ روی (سے منع نہیں فرمایا)"۔

اب ان تینوں معیاروں کو سامنے رکھ کر آپ حضرت اقدس کے لباس پہننے کے انداز کو دیکھیں تو صاف معلوم ہو گا کہ نہ اس میں تعیش و تلذذ کا عنصر تھا۔ نہ نخوت و رعونت کا اور نہ ہی خواہ مخواہ انوکھے پن کا۔ لباس کی غرض تھی تو ستر جسم اور تحفظ بدن تھی۔ بس حضرت اقدس کو اس کا خیال تھا۔ لباس انسان کے لئے بنا ہے نہ کہ انسان لباس کے لئے لیکن مولف "قادیانی مذہب" کو ان امور کے بیان کرنے سے حضرت اقدس کے خلاف خوب نشتر زنی کا موقعہ ملا ہے اور ساتھ ساتھ قارئین کی "بشاشت طبع" کا سامان مہیا ہو رہا ہے۔ لیجئے برنیؔ صاحب اور ان کے ہمنواؤں کے علم میں اضافہ کے لئے ہم تاریخ اسلام سے بھی کچھ واقعات درج کئے دیتے ہیں:

1۔۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک نیا کرتہ پہنا جس کی آستین انگلیوں سے نکلی ہوئی تھی اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر سے متراض منگوا کر آستینوں کے طول کو قطع کر دیا گیا مگر آستینیں چھوٹی بڑی ہو گئیں۔ صاحبزادہ نے عرض کیا لایئے آستینیں برابر

لر دوں فرمایا:

دعه یابنی هکذا رایت رسول الله صلی الله علیه و سلم یفعل (کنزا لعمال)

او نہ چھوڑو بھی میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

معلوم ہوا کہ نہ صرف حضرت عمرفاروقؓ بھی لباس کی وضع قطع اور اس کی تشکیل و تزئین سے بے التفاتی فرماتے تھے بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے امور سے بے پروائی برتتے تھے۔

مہتمم دارالعلوم دیو بند مولانا محمد طیب صاحب اس روایت سے متعلق فرماتے ہیں:

"ایک مسلم حنیف کے لئے لباس کی سادگی و بے تکلفی تو مطلوب ہے اور اس کا گرفتار فیشن ہو کر اپنے عزیز و اقارب کو دور از کار قطع و برید یا اوضاع لباس کی تشکیل و تزئین میں مشغول کرنا تکلف محض اور تصنع لغو ہے جو مخل مقصود ہونے کے سبب مردود شرعی ہے بلکہ اس کی فطری سادگی کا کمال یہ ہو گا کہ اس قسم کے صورت پرستانہ امور سے (جب تک کوئی شرعی ضرورت داعی نہ ہو) نگاہ ہٹا کر بے پروائی برتی جائے۔" (التشبہ فی الاسلام جلد اول ص 174 شائع کردہ ادارہ تاج المعارف دیو بند انڈیا)

2۔۔۔ "حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اگرچہ مال و دولت کی کثرت ہوئی اور متمدن قوموں سے اختلاط ہوا تاہم انہوں نے اسلام کی اس پر عظمت سادگی کو قائم رکھا۔ فتوحات ایران کے زمانے میں عام حکم دیا کہ لوگ ایرانیوں کی وضع نہ اختیار کریں اور حریر نہ پہنیں۔ لیکن بعد میں حالت اس قدر بدل گئی اور وضع و لباس میں ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا ہو گیا کہ ایک دن حضرت ابوہریرہؓ نے کتان کے دو رنگین کپڑے زیب تن کئے تو ایک سے ناک صاف کر کے کہا کہ واہ واہ ابوہریرہ آج کتان کے کپڑے سے ناک پونچھتے ہو حالانکہ ایک دن وہ تھا کہ بھوک کے مارے رسول اللہ صلعم کے منبر اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے سامنے بے ہوش ہو کر گرتے تھے لوگ آتے تھے تو گردن پر پاؤں رکھ کر کہتے تھے کہ ابوہریرہ کو جنون ہو گیا ہے حالانکہ یہ سب بھوک کی وجہ سے تھا۔" (عبدالسلام ندوی۔ اسوہ صحابہ حصہ اول ص 313 طبع دوم سلسلہ دارالمصنفین بحوالہ ترمذی ابواب الزہد و بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ)

3... "رومال نہایت معمولی درجہ کی چیز ہے لیکن صحابہ کرام کو وہ بھی میسر نہ تھا۔ کھانا کھاتے تو تلووں سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے" (ایضاً بحوالہ سنن ابن ماجہ کتاب الا طعمہ باب مسح الید بعد الطعام)

4... حضرت ابو ذر غفاریؓ کے متعلق علامہ سید مناظر احسن گیلانی سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے جو چیز ہمارے سامنے آئی ہے وہ آپ کی وضع اور ہیئت ہے۔ طبقات ابن سعد۔ مسند احمد - و نیز دوسری کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بال پریشان رہتے تھے۔ داڑھی بالکل الجھی ہوئی رہتی تھی۔ خود اس میں کبھی کنگھی وغیرہ نہیں فرماتے تھے۔ کوئی آدمی جب آپ کو اس حال میں دیکھتا تو پکڑ لیتا نہلا دھلا کر کپڑے بدل دیتا بال جھاڑ دیتا۔" (حضرت ابو ذر غفاریؓ از مناظر احسن گیلانی ص 125 چوتھا ایڈیشن - ناشر نفیس اکیڈیمی کراچی تاریخ اشاعت 1962ء)

یہ ابوذر غفاریؓ وہی ہیں جن کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے کہ:

"جو حضرت عیسی علیہ السلام کے زہد کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے پس وہ ابوذرؓ کو دیکھے۔" (ایضاً ص 100)

5... "مروزی کہتے ہیں کہ میں نے نعل سندی کے متعلق امام احمد حنبلؒ سے دریافت کیا کہ ان کا پہننا کیسا ہے؟ تو فرمایا:

اما انا فلا استعملها لکن اذا کان للکنیف او الوضو فارجو او اما من اراد الزینۃ فلا (الاقتضاء)

"لیکن میں تو استعمال نہ کروں گا البتہ بیت الخلاء یا وضو کے لئے تو مناسب ہے اور جو زینت کا ارادہ کرے تو ہرگز نہیں۔ (بحوالہ مولانا محمد طیب صاحب التشبہ فی الاسلام جلد دوم ص 43 ناشر ادارہ تاج المعارف دیوبند یوپی انڈیا - تاریخ اشاعت جون 1956ء)

یہ تو سادگی اور بے اعتنائی کی مثالیں ہوئیں۔ اب قیمتی پوشاک پہننے کا حال بھی سن لیجئے:

6... حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کے متعلق روایت ہے کہ "نہایت درجہ کا نفیس کپڑا

پہنتے تھے! ایک دن ان کا خادم ابوالفضل بزاز کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے کپڑا ایک دینار فی گز کے نرخ کا چاہئے اس سے کم و بیش نہ ہو۔ اس نے کہا کہ کس کے لئے تو خرید تا ہے خادم نے کہا اپنے شیخ محی الدین عبدالقادر کے لئے" (شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار فی اسرار الابرار)

"فقیہوں اور مجتہدوں کی طرح درویش صفت باش و کلاہ تتری دار کے مطابق عمامہ و عبا و چادر اوڑھتے۔ لباس ہمیشہ قیمتی نفیس اور پاکیزہ زیب تن فرماتے بالعموم قاطر پر سوار ہوتے" (الجواهر المرضیۃ بحوالہ مجدد اعظم حصہ دوم ص 1263)

حضرت مرزا صاحب کی سادگی اور فیشن سے بے اعتنائی بھی طعن و تشنیع سے نہ بچ سکی اگر وہ قیمتی لباس کو استعمال میں لاتے تو پھر بھی مخالفین انہیں اپنے اعتراضات کا ہدف بنانے سے احتراز نہ کرتے۔ جب معاملہ دیگر اولیاء صوفیاء اتقیاء اور صالحین کا ہو تو نہ سادگی و سادہ لوحی قابل اعتراض ہے اور نہ ہی زینت کے سامانوں کا استعمال۔

مولانا محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:

"لباسوں کی یہ غیر معمولی بدنمائیاں یا خوش نمایاں تکمیل نفس کے بعد اگر کسی شرعی مصلحت یا علاج و تحفظ یا غلبہ حال کے ماتحت بعض خواص میں نمایاں ہوں تو وہ ان نصوص صریحہ اور قوانین کلیہ کے ہوتے ہوئے محض ایک استثناء کا درجہ رکھیں گی جن سے قانون عام پر کوئی اثر نہ پڑ سکے گا۔ مثلاً بعض اہل اللہ نے قدر نعمت اور شکر انعام کے غلبہ سے جو ان کا ایک صادق حال تھا لباس فاخرہ استعمال کیا ہے یا بعض حضرات نے زہد و قناعت اور صبر کے غلبہ سے خشن کپڑا ہی نہیں بلکہ ٹاٹ تک استعمال کیا ہے۔ پس اس قسم کی جزئیات چونکہ جزوی وجوہ اور شخصی احوال پر مبنی ہیں اس لئے قانون عام کو رد نہیں کر سکتیں اور نہ خود ہی اس قانون سے شکست خوردہ ہوتی ہیں۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اپنے مستمر زہد و قناعت اور شان ترک کے بعض دفعہ اعلیٰ لباس زیب تن فرمایا ہے لیکن عادتاً نہیں۔ فردی مصالح شرعیہ کے ماتحت جو وقت کی مناسبت یا اشخاص کی رعایت سے ظہور پذیر ہوا کرتی ہیں مثلاً جواز بیان یا کسی ہدیہ دھندہ کی دلداری یا اپنے اصحاب کی خوشی وغیرہ یا بعض صحابہ کے اس سوال پر کہ یا رسول اللہ

عمدہ لباس اور عمدہ جوتا استعمال کرنا غرور میں تو داخل نہیں؟ ارشاد فرمایا کہ خدا جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ غرور تو لوگوں کی تحقیر کا نام ہے یا ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ **ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ** (خدا تعالیٰ جلشانہ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی نعمت کا اثر بندہ پر نظر آئے) پس یہ جزئیات شخصی احوال اور خاص سوالات کے زیر اثر مباح فرمائی گئی ہیں مگر اصل حجتہ اور عام دستور العمل اسی کلیہ کو قرار دیا گیا ہے جو ابھی حدیث بالا سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ پس دعوت عامہ تو اس کلی ضابطہ اور حضورؐ کی سنت بحالہٖ کی طرف دی جائے گی مگر خاص خاص حالات اور موقت مصالح کی رو سے کہیں کہیں یہ غیر معمولی خوش لباسی یا بد لباسی بھی قابل ملامت نہ سمجھی جائے گی۔
(التشبہ فی الاسلام جلد نمبر1 ص 177)

کاش ہمارے مخالف علماء حضرت اقدس کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ کے ہر فعل کو قابل ملامت نہ سمجھیں۔ لیکن سچ ہے

ہنر بچشم عداوت ہزار ترعیبے است

24- خواہش نفس کی کمی (25) ایک ابتلاء (26) مجرب دوائیں:

فصل پہلی ص 97 تا 100 خلاصہ اعتراضات

مولانا نور الدین صاحب کو خط کہ شادی کے وقت آپ میں خواہش نفس کی کمی تھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو چار لڑکے عطا کئے (بحوالہ نزول المسیح) مولانا نورالدین صاحب کی دوا سے بہت فائدہ ہوا چند امراض کاہلی و سستی دور ہو گئے۔ ان کی تیار کردہ دوا مقوی دماغ و جگرو معدہ و باہ ہے (خطوط بنام مولانا نور الدین) وغیرہ

انبیاء' صوفیاء' اولیاء اور اتقیا کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان میں خواہشات نفسانی مفقود ہوتی ہیں۔ اور یہ لوگ صفات بشریت سے مطلقاً پاک ہوتے ہیں۔ حالانکہ شریعت کا مقصود خواہشات نفسانی کا ازالہ نہیں بلکہ ان کی شکستگی ہے۔ سرے سے خواہش کے مادہ کا باقی نہ رہنا کمال نہیں بلکہ اسے قابو میں لانے کی صلاحیت اور اسے مغلوب کرنے کی قوت ہی اصل کمال ہے امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس پر مفصل

بحث کی ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ (661ھ - 786ھ) جو بہار کے مشہور مشائخ میں سے تھے اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں:

اردو ترجمہ:

"اس شخص کی جہالت اور حماقت ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ خواہش نفس اور صفات بشریت سے مطلقاً پاک ہونا چاہئے۔ اس نے یہ غور نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشر ہوں ۔ کسی وقت مجھے غصہ آجاتا ہے اور غصہ کا اثر بھی آپ پر ظاہر ہو جاتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **والکاظمین الغیظ** اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرتا ہے کہ وہ غصہ کو دباتے ہیں۔ اس کی تعریف نہیں کہ غصہ کا مادہ ہی نہیں اور کس طرح شریعت خواہش نفس کے بالکل ازالہ کا مطالبہ کرسکتی ہے جب کہ آنحضرتؐ کی نو بیویاں تھیں۔ اگر کسی کی خواہش نفس بالکل زائل ہوگئی ہو تو اس کو علاج کرانا چاہئے کہ پھر پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ گھر والوں اور اولاد پر شفقت جہاد میں کافروں پر غصہ اور اولاد کا سلسلہ اور نیک نام کا بقا یہ سب چیزیں نفس کے احساسات اور خواہشات سے تعلق رکھتی ہیں۔ پیغمبروں نے اس کی تمنا کی ہے کہ ان کا سلسلہ نسبی چلے۔ لیکن شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ خواہشات کو مغلوب رکھا جاوے اور احکام شریعت کے ماتحت ------ شہوت اور غصہ کتے اور گھوڑے کی طرح ہیں۔ آخرت کی سعادت کو ان دونوں کے بغیر شکار ہی نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ماتحت اور قابو میں ہوں۔ اگر غالب ہوں گے تو ہلاکت کا سبب بن جائیں گے۔ پس ریاضت اور مجاہدہ کا مقصود یہ ہے کہ یہ دونوں صفتیں شکستہ اور مغلوب ہو جائیں اور یہ ممکن ہے" (سید ابوالحسن ندوی تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم ص 289-291 مکتوب ہژدہم)

یہ حوالہ مخالف احمدیت کی تالیف کا ہے۔ شیخ شرف الدین کے ان مکتوبات کے متعلق سید ابوالحسن ندوی نے لکھا ہے کہ مکتوبات کا یہ مجموعہ معارف و حقائق کے پورے اسلامی ذخیرہ میں خاص امتیاز رکھتا ہے اور ان میں کتاب و سنت کے صحیح و عمیق فہم مقام نبوت کی حدیث کے بیان اور شریعت کی حمایت جس انداز سے کی گئی ہے اس سے مکتوب

نگار کی معرفت الٰہی ایمان و یقین اور تصفیہ قلب و تزکیہ نفس کا اندازہ ہوتا ہے۔" (ایضاً ص 240)

مندرجہ بالا خط میں تو صاف ہدایت کی گئی ہے کہ:

"اگر کسی کی خواہش نفس بالکل زائل ہو گئی ہو تو اس کو علاج کرانا چاہئے کہ پھر پیدا ہو جائے اس لئے کہ --------- اولاد کا سلسلہ اور نیک نام کا بقا یہ سب چیزیں نفس کے احساسات اور خواہشات سے تعلق رکھتی ہیں۔"

اگر حضرت اقدس نے اپنی صحت کے لئے جو مسلسل ریاضات اور مجاہدات سے کمزور ہو گئی تھی اپنے طبیب دوست سے مشورہ کیا اور کچھ ادویات استعمال کیں تو اس میں کون سا فعل شریعت کے خلاف کیا؟

امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اپنی دوسری کتاب کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں:

"اور غرائب اخبار میں ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو ضعف شہوت میں دیکھا تو جبرئیل نے مجھے ہریسہ کھانے کو کہا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضورؐ کی نو عورتیں تھیں اور وہ تمام عالم پر حرام ہو چکی تھیں اور ان کی امید تمام جہان سے منقطع ہو چکی تھی" (کیمیائے سعادت اردو ترجمہ ملک عنایت اللہ ص 270 مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور)

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ تم خضاب کیا کرو حنا کا کہ حنا قوت باہ پیدا کرتی ہے ---- ان حدیثات کو غایت الاحکام والے نے بیان کیا ہے۔" (طب نبویؐ ص 7 مطبوعہ ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور)

دیگر حوالہ جات کے لئے دیکھئے زاد المعاد مصنفہ علامہ قیم - ترجمہ رئیس احمد جعفری جلد اول ص 121 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ایضا البخاری جلد 11 ص 36 مطبوعہ مجلس قاسم المعارف دیوبند - یو پی - انڈیا - ص 37 اور حاشیہ بھی ملاحظہ ہو۔

27- **خاندانی طبیب:** فصل پہلی ص 100

دو روایتیں سیرت المہدی سے درج ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے خاندان میں طبابت کا علم چلا آتا تھا۔ اور خود حضرت صاحب نے بھی طب سبقا سبقا پڑھی تھی مگر باقاعدہ مطب نہیں کیا۔ نیز اپنے پاس یونانی اور انگریزی ادویات کا ذخیرہ رکھتے تھے اور دوا خواہ کیسی تلخ یا بدمزہ ہو بے تکلف پی لیا کرتے تھے۔

28- **توحید کا گر:** فصل پہلی ص 101

حضرت مرزا صاحب بیماری میں صرف ایک دوا کھانے پر اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ بہت سی دوائیں کھا لیتے تھے تا کہ جب شفاء حاصل ہو جائے تو دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ فلاں دوا سے شفا ہوئی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹ جائے یہ توحید کا گر ہے۔

(اخبار الفضل قادیان جلد 19 نمبر 81 مورخہ 7 جنوری 1932ء)

جہاں تک نمبر 27 کا تعلق ہے اس پر تو کسی تبصرہ کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ مخالف کو اس بات پر اعتراض کیا ہے۔ نمبر 28 کے متعلق ذیل کے امور کا لحاظ رکھیں۔

1... قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے متعلق ذکر ہے:

الذی خلقنی فھو یھدین و الذی ھو یطعمنی و یسقین و اذا مرضت فھو یشفین

(الشعراء آیت 78--80)

"جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی میری رہبری فرماتا ہے وہی ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفاء عطا فرماتا ہے۔"

سیرت ابراہیمیؑ کے اس پہلو کی طرف قرآن مجید نے خاص توجہ دلائی ہے کہ وہ شرک کے مرض میں مبتلا نہ تھے اکیلے اللہ ہی کے مستحق عبادت ہونے کے قائل تھے۔ اپنے رب ہی کو وہ حقیقی رزاق سمجھتے تھے۔ آسمان اور زمین کے تمام اسباب کو مہیا کرنا۔ انسان کے وجود اور نشوونما، بقا اور ارتقا کے لئے اور شعبہ حیات کی حفاظت کے لئے انتظام کرنا۔ انسان کے جسم کو آفات اور بیماریوں، مہلک جراثیم اور زہریلے اثرات سے بچانا دوا میں

تاثیر پیدا کرنا ان تمام امور کی نسبت اپنے رب کی طرف کرنا اپنے خالق مطلق کی ہمہ گیر رحمت و ربوبیت کو ہر آن پیش نظر رکھنا ہی "توحید کا گر" ہے اور ظاہری اسباب پر مطلق بھروسہ کرلینا شرک اور وہم پرستی میں اپنے آپ کو مبتلا کرنا ہے۔

2... عام مشاہدہ ہے کہ پانی سے پیاس بجھتی ہے اور گرم کپڑے پہننے سے سردی نہیں لگتی۔ لیکن جب خدا کو منظور نہ ہو تو اس وقت پانی سے پیاس نہیں بجھتی بلکہ اور ترقی کر جاتی ہے۔ گرم کپڑے پہننے سے تو کیا ہو گا اگر آگ کی انگیٹھیاں بھی سلگا کر اپنے اردگرد رکھ لی جائیں تو انسان کی کپکپی نہیں جاتی۔ جب انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ خدا کے فضل کے بغیر اسے دوا سے شفاء ہوئی تو درحقیقت وہ شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔ اگر پیٹنٹ دوائیں انجکشن اور وٹامن انسان کو بیماریوں سے بچا سکتے تو امراء روساء ہمیشہ تندرستی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتے۔ شرک اور توحید کے اس فرق کو سمجھنے کے لئے ذیل کی روایت پر توجہ دی جائے۔

3... بخاری و مسلم میں زید بن خالد جہنی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (صبح) کی نماز حدیبیہ میں ایسی رات پڑھائی جس میں بارش ہوئی تھی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف منہ کر کے فرمایا تمہیں معلوم ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ بولے اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آج صبح سویرے بہت سے بندے مومن ہو گئے اور بہت سے کافر پس جو بولا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور تاروں سے کافر ہوا اور جس نے کہا فلاں فلاں پچھتر (تاروں کے اثر) سے بارش ہوئی وہ مجھ سے کافر ہوا اور تاروں پر ایمان لایا (بحوالہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب --- کتاب التوحید ترجمہ اردو مولانا ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد السورتی ص 96 مطبع نور محمد کارخانہ تجارت - کراچی)

4... "دواء کو شفاء کی علت تامہ سمجھنے والا کافر ہو جائے گا"

"علم طب اور نجوم یقینی علوم نہیں کیونکہ دواؤں اور ستاروں کی تاثیرات (بذات خود کچھ نہیں) ایک عادی امر ہے اللہ کا معمول ہے کہ دواؤں کو استعمال کرنے اور ستاروں کے طلوع ہونے کے بعد اللہ کچھ تاثیریں پیدا کر دیتا ہے لیکن بہت مرتبہ وہ تاثیریں نمودار

نہیں بھی ہوتیں۔ یہ تو اللہ کی مشیت ہے جیسا چاہتا ہے کر دیتا ہے (دوا کا استعمال یا ستارہ کا طلوع بذات خود یقینی طور پر اثر آفرین نہیں) اس تقریر سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی نجوم کا قائل ہو اور یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ کا معمول یہ ہے کہ اس ستارہ کے طلوع کے بعد اللہ یہ اثر پیدا کر دیتا ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر نہیں ہو جاتا۔ یہ بات تو ایسی ہی ہے جیسے کسی کا عقیدہ ہو کہ دوا پینے سے اللہ شفاء عطا کرتا ہے اور زہر پینے سے موت مسلط کر دیتا ہے۔ ہاں جس شخص کا عقیدہ ہو کہ ستاروں کے طلوع و غروب سے براہ راست کسی اثر کی پیدائش وابستہ ہے (اور ستاروں کا طلوع و غروب واقعات کا موجد اور علت تامہ ہے) تو ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہو جائے گا۔ جیسے دوا کو شفاء کی علت تامہ سمجھنے والا کافر ہو جائے گا۔" (علامہ قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی تفسیر مظہری اردو سورۃ الجن ص 147 مطبوعہ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی تاریخ اشاعت جنوری 1961ء)

اس کے بعد علامہ صاحب نے بخاری و مسلم کی وہی روایت درج کی ہے جس کا ذکر نمبر3 میں ہو چکا ہے۔

جس طرح حقیقی توحید کی راہیں بہت باریک ہیں۔ اسی طرح شرک کے اثرات بھی پوشیدگی سے انسان کی زندگی میں داخل ہوتے ہیں۔ جن سے بچنے کی ہر ممکن سعی انسان کو کرنا چاہئے۔

حضرت نبی کریم صلعم نے ایک مرتبہ ایک طبیب سے فرمایا:

"تو صرف رفیق ہے۔ طبیب درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے" (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ حجتہ اللہ البالغہ حصہ اول ص 161 اردو ترجمہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

حضرت مرزا صاحب تو اپنے عمل سے شرک کی باریک راہوں سے بھی قطعاً مجتنب رہنا چاہتے تھے۔ اور دشمن کو اسی بات پر ضد ہے کہ یہ امر بھی قابل گرفت ہے۔

32- **خطرناک:** فصل پہلی ص 103 خلاصہ اعتراض:

مولوی کرم دین کے مقدمات کے سلسلہ میں حضرت مرزا صاحب گورداسپور گئے

ہوئے تھے۔ وہاں مکان پر نصف گھنٹہ تک محبت الٰہی پر جوش کے ساتھ بولتے رہے بولتے بولتے ابکائی آئی اور ساتھ ہی قے بھی ہوئی۔ جو خالص خون کی تھی۔ ڈاکٹر کو بلوایا گیا۔ اس نے کہا کہ اس بڑھاپے کی عمر میں خون کی قے کا آنا خطرناک ہے۔ آپ کو آرام کرنا چاہئے۔ پھر اس نے ایک مہینہ کے لئے سرٹیفکیٹ لکھ دیا اور لکھا کہ میں اس عرصہ میں ان کو کچہری میں پیش ہونے کے قابل نہیں سمجھتا۔ (بحوالہ سیرت المہدی حصہ اول ص 80 مولفہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

اقتباس کا عنوان اس فقرے سے لیا گیا ہے جہاں لکھا گیا ہے کہ خون کی قے آنا خطرناک ہے۔ معلوم ہوتا ہے مصنف "قادیانی مذہب" کو اسی امر پر اعتراض ہے۔ اگر قے کرنا یا قے کا ہو جانا ایسا ہی ناقابل معافی جرم ہے تو معلوم نہیں کہ برنی صاحب ذیل کی حدیث کے متعلق کیا ارشاد فرمائیں گے:

"جامع ترمذی میں حضرت معدان بن ابی طلحہ سے مروی ہے انہیں حضرت ابوالدرداؓ سے روایت پہنچی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی۔ پھر وضو فرمایا۔ آخر کار میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبانؓ سے ملا اور اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ ہاں انہوں نے سچ کہا میں نے آپؐ کے وضو کے لئے پانی بہایا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں باب القی میں یہ روایت اصح ہے۔" (زادالمعاد حافظ علامہ ابن قیم اردو ترجمہ حصہ سوم ص 281)

آگے چل کر علامہ ابن قیم بطور علاج قے لانے کے طریقے بیان کرتے ہیں:

"اور قے لانے کے موقع پر چاہئے کہ آنکھوں پر پٹی باندھ دی جائے۔ پیٹ دبا دیا جائے اور فارغ ہونے کے بعد سرد پانی سے چہرہ دھو لینا چاہئے۔ نیز فارغ ہونے کے بعد شربت سیب میں تھوڑی سی مصطگی اور عرق گلاب ملا کر پی لینا چاہئے اس صورت میں خوب فائدہ ہو گا۔" (ایضاً ص 282)

حضرت مرزا صاحب کی صحت پر جو برنی صاحب نے اقتباس درج کئے ہیں ان پر تبصرہ دوسرے مقامات پر بھی دیکھیں (نمبر 39 - 40 - 41 - 53 - 54 - 55 - 56 - 59 - 68 وغیرہ)

38- دق اور سل: فصل پہلی ص 107 خلاصہ اعتراض:

سیرۃ المہدی اور ایک دوسری کتاب حیات احمد سے یہ روایت درج کی گئی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو جوانی کے عالم میں دق یا سل ہو گئی تھی (ایک روایت میں دق کا لفظ ہے اور دوسری میں سل کا) آپ کے والد نے اس کا علاج فرمایا اور چھ ماہ تک آپ کو بکرے کے پائے کا شوربا کھلایا۔

جوانی یا لڑکپن میں چھ ماہ کے لئے کسی شدید بیماری میں مبتلا ہو جانا کون سا شرعی اور اخلاقی جرم ہے؟ برنی صاحب تو چن چن کر اس طرح حضرت مرزا صاحب کی بیماری کے واقعات پیش کرتے ہیں جیسے کسی شخص کے خلاف فرد جرم لگائی جاتی ہے اور جن امور کا انسان کی روحانی حالت سے تعلق ہے ان کا ذکر اس "جامع قاموس" میں مفقود ہے۔

حضرت مرزا صاحب ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"اب دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی محبت کو تم پر اس طرح پر پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کر کے تمہیں موقعہ دیا ہے کہ تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے خود کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے۔ اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب افترا یا جھوٹ یا دغا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا کہ تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہو گا کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی پر کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے" (تذکرۃ الشہادتین ص 62)

انسان کی دعویٰ سے قبل زندگی کو جانچنے کا معیار اس کا کردار ہے۔

مولوی ظفر علی خاں صاحب مالک اخبار زمیندار کے والد مولوی سراج الدین صاحب نے یہ شہادت دی تھی:

"ہم چشم دید شہادت سے کہتے ہیں کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔" (زمیندار 8 جون 1908ء) اور مشہور مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپ کے متعلق لکھا تھا:

''مولف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (و اللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار و صداقت شعار ہیں۔'' (اشاعۃ السنہ جلد نمبر7 ص 9)

کاش برنی صاحب کو اس قدر توفیق میسر آئی ہوتی کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے ان پہلوؤں کو بھی ذرا نمایاں طور پر پیش کرتے!

اور دعویٰ یہ ہے کہ ''خاص و عام کا اتفاق ہے کہ تحقیق و تنقید میں یہ کتاب آپ ہی اپنی نظیر ہے'' (تمہید پنجم ص 83) سبحان اللہ! کیا دعویٰ ہے اور کیا اس کی عملی تفسیر!

38-(الف) پیشاب کا انتظام: فصل پہلی ص 109 خلاصہ اعتراض:

مفتی محمد صادق صاحب کا بیان ہے۔ میری کوشش تھی کہ جہلم کے سفر میں رات کے وقت مجھے حضور کے پاس ہی سونے کا موقعہ ملے۔ رات جب حضرت صاحب پیشاب کی غرض سے اٹھے تو میں جلدی سے مٹی کا برتن اور مٹی کے ڈھیلے لایا اور بعد میں برتن اٹھا کر باہر لے گیا۔ دوسری دفعہ جب لاہور میں ایسا واقعہ پیش آیا تو حضرت مرزا صاحب نے مجھے برتن باہر نہ لے جانے دیا اور کھڑکی سے جو کمرے میں تھی خود ہی پیشاب باہر گرا دیا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد 28 نمبر 277 مورخہ 6 دسمبر 1940)

ہر انسان کے ساتھ بول و براز کی حاجات لگی ہوئی ہیں۔ اگر آپ کے مرید نے اس غرض کے لئے ایک برتن لا کر رکھ دیا اور مٹی کے ڈھیلے مہیا کئے تو اس میں کون سی قباحت ہے۔ آخر اس وقت ہر جگہ فلش سسٹم کا تو انتظام نہ تھا کہ بٹن دبایا یا تار کھینچی تو سب کچھ پانی کے ساتھ بہہ گیا۔ رات کے وقت پیشاب کے لئے برتن استعمال کرنا اور اگر پانی نہ ہو تو استنجے کے لئے مٹی کے ڈھیلے استعمال کرنا یہی طریق مسنون ہے۔ خواجہ کمال الدین مرحوم سے ایک بار پنجاب کے بعض مولویوں نے پوچھا کہ جو انگریز مسلمان ہوئے ہیں کیا وہ تہبند بھی باندھتے ہیں اور مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا بھی کرتے ہیں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا بھئی جتنا مجھ سے ہو سکا میں نے کام کر دیا اب آپ لوگ بھی تو کچھ ہمت کریں اور ان یورپین مسلمانوں کو تہبند باندھنا اور مٹی کے ڈھیلے استعمال کرنا سکھائیں۔ خیر یہ تو جملہ

معترضہ بیچ میں آ گیا۔ برنی صاحب اور ان کے حواریوں کے لئے ذیل کی روایت قابل غور ہے:

''ام ایمن کا بیان ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے رات کے وقت ضرورۃ'' برتن میں پیشاب کر کے رکھ لیا۔ مجھے پیاس لگی۔ پانی سمجھ کر پی لیا۔ صبح جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیشاب رکھا ہے پھینک دو۔ انہوں نے عرض کیا وہ تو پی لیا ہے۔ اس پر آپ نے انکار نہیں فرمایا (ایضاً بخاری جلد 8 ص 350) اس سے معلوم ہوا کہ بول و براز بھی جائز ہے۔''

اس روایت سے ذیل کے امور پر روشنی پڑتی ہے کہ ''پیشاب کے انتظام'' کے سلسلے میں

1- رسول کریمؐ بھی رات کے وقت برتن میں پیشاب کیا کرتے تھے۔

2- صبح کے وقت اسے پھینکوا دیتے تھے۔

حضرت مرزا صاحب کے متعلق جو روایت مفتی محمد صادق صاحب کی بیان کردہ ہے اس میں صرف اتنا فرق ہے کہ اسے صبح پھینکنے کی بجائے ایک دفعہ مفتی صاحب برتن اٹھا کر اسی وقت باہر لے گئے اور دوسری دفعہ حضرت صاحب نے اسے خود اٹھا کر پھینک دیا کہ ناحق مفتی صاحب کو کیوں تکلیف دی جائے۔

باقی رہا ام ایمن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کو پانی سمجھ کر پی جانا اور اس سے علماء احناف' شوافع و موالک و غیرہم کا رسولؐ کے بول و براز کی طہارت کا استدلال تو یہ امر زیر بحث نہیں۔ تفصیلات دیکھنی ہوں تو احادیث کی کتب کی طرف رجوع کیجئے۔

شافی کتاب الطہارت میں طہارت کے اقوال درج ہیں۔ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں بول و براز کی طہارت کے تمام دلائل کو رد فرمایا ہے۔

39- دو بیماریاں (40) تیس برس (41) دائم المرض: فصل پہلی ص 110 ص 111 خلاصہ اعتراضات:

حضرت مرزا صاحب کو دو بیماریاں لاحق تھیں۔ دوران سر اور ذیابیطس۔ کبھی دعا سے

رخصت ہو جاتیں گویا دور ہو گئیں مگر پھر شروع ہو جاتیں۔ کبھی بیس دفعہ اور بعض اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا وغیرہ۔

کیا خدا تعالیٰ کے نیک بندے جسمانی تکالیف سے محفوظ رہتے ہیں؟ قرآن مجید میں ہے:-

و ایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین

"ایوب کی اس حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

اس کی تفسیر میں ابن کثیر نے لکھا ہے:

"حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیفوں کا بیان ہو رہا ہے جو مالی جسمانی اور اولادی تھیں ان کے بہت سے قسم قسم کے جانور تھے کھیتیاں باغات وغیرہ تھے' اولادیں' بیویاں' لونڈیاں' غلام' جائیداد اور مال متاع سب کچھ خدا کا دیا ہوا موجود تھا۔ اب جو رب کی طرف سے آزمائش آئی تو ایک سرے سے سب کچھ فنا ہو گیا۔ یہاں تک کہ جسم میں بھی جذام پھوٹ پڑا۔ دل اور زبان کے سوا سارے جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا یہاں تک کہ آس پاس والے گھن کھانے لگے شہر کے ایک اجڑے کونے میں آپ کو سکونت اختیار کرنی پڑی۔ سوائے آپ کی ایک بیوی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور کوئی آپ کے پاس نہ رہا۔ اس مصیبت کے وقت سب نے کنارا کر لیا۔ یہی ایک تھیں جو ان کی خدمت کرتی تھیں ساتھ ہی محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ سب سے سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح لوگوں کا پھر ان سے نیچے کے درجے والوں کا پھر ان سے کم درجے والوں کا اور روایت میں ہے کہ ہر شخص کا امتحان اس کے دین کے انداز سے ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہے تو امتحان بھی سخت تر ہوتا ہے۔" (تفسیر ابن کثیر اردو سترھواں پارہ ص 25)

معلوم ہوا کہ انبیاء اولیاء اور دیگر صلحاء کا بیمار پڑ جانا یا اور صدمات اٹھانا بطور سزا

نہیں ہوتا بلکہ سنت انبیاء و اولیاء کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ایک امتحان ہوتا ہے۔

اپنی خرابی صحت کے باوجود حضرت مرزا صاحب جس طرح تبلیغ دین کے کاموں میں مصروف رہے وہ بطور خود ایک نشان ہے۔ جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے (ملاحظہ ہو تبصرہ اعتراض نمبر54 - 55 فصل پہلی) دوران سر اور ذیابیطس کے ضمن میں صرع (مرگی) نزول الماء اور کاربنکل سے جو خطرناک عوارض پیدا ہو جاتے ہیں ان سے خدا تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح سے محفوظ رکھا۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"ایک دن مجھے خیال آیا کہ ڈاکٹروں کے تجربہ کی رو سے انجام ذیابیطس کا یا تو نزول الماء ہوتا ہے یا کاربنکل سرطان کا پھوڑا نکلتا ہے جو مہلک ہوتا ہے۔ سو اس وقت نزول الماء کی نسبت مجھے الہام ہوا **نزلت الرحمۃ علی ثلث' العین و علی الاخرین** یعنی تین عضو پر رحمت نازل کی گئی۔ آنکھ اور دو عضو پر اور پھر جب کاربنکل کا خیال میرے دل میں آیا تو الہام ہوا السلام علیکم سو ایک عمر گذری کہ میں ان بلاؤں سے محفوظ ہوں۔ **فالحمدللہ**" (قادیانی مذہب ص 110 بحوالہ حقیقت الوحی ص 363)

ان میں سے پہلا الہام تو اس طرح پورا ہوا کہ آخر عمر تک آپ کو عینک لگانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اور دوسرے الہام کی رو سے بھی حضرت صاحب کاربنکل کی تکلیف سے سلامتی میں رہے۔

مخالفین احمدیت سو سو بار پیشاب کرنے کو بڑے مزے لے کر بیان کرتے ہیں اور وقت کا حساب لگا کر پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت صاحب کی بیماری کی یہ کیفیت تھی تو نماز کس وقت پڑھتے ہوں گے۔

بات تو صاف ہے سو یا ہزار کا لفظ محاورہ میں کثرت پر دلالت کرتا ہے جیسے ہم روز مرہ کی گفتگو میں کہتے ہیں کہ تمہیں یہ بات سو بار یا ہزار بار سمجھائی ہے پھر بھی نہیں سمجھتے حالانکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ تمہیں کثرت سے سمجھایا گیا ہے دس بیس مرتبہ بھی ہو تو اس قسم کے الفاظ کا استعمال جائز ہے۔ عام طور پر حضرت صاحب کو پندرہ بیس مرتبہ دن میں پیشاب آتا تھا جیسا کہ خود فرماتے ہیں:

"دوسری مرض ذیابیطس تخمیناً بیس برس سے ہے جو مجھے لاحق ہے۔ جیسا کہ اس

نشان کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے اور ابھی تک بیس مرتبہ کے قریب ہر روز پیشاب آتا ہے۔" (حقیقتہ الوحی ص 363 - 364)

کبھی تکلیف زیادہ ہو جاتی تھی۔ باقی رہا نماز کا سوال تو اس کے متعلق انہوں نے خود تحریر فرمایا ہے جب ان کی تکلیف میں اضافہ ہوتا تھا تو:

"بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لئے جب زینہ پر چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہری حالت پر امید نہیں ہوتی۔" (ضمیمہ اربعین نمبر3 - 4 ص 5)

عام حالات میں پندرہ بیس مرتبہ پیشاب کے لئے جانے سے نماز کے اوقات میں خلل نہیں پڑتا۔ برنی صاحب تو اپنے نام کے ساتھ چشتی قادری کے الفاظ لکھتے ہیں۔ اپنے روحانی پیشوا سید عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق ذیل کا واقعہ پڑھ کر جس قسم کا چاہیں اچھوتا اور دلچسپ عنوان جما دیں:

"ایک دفعہ آپ کو کچھ خلل اسہال کا ہوا اور رات بھر میں باون مرتبہ اتفاق جانے بیت الخلاء کا عمل میں آیا ---- تو آپ نے باون مرتبہ ہی غسل تازہ کیا۔" (گلدستہ کرامات ص 364)

علامہ ابن تیمیہ نے ایک اصولی بات بیان کی ہے:

"انبیاء بیمار پڑ سکتے ہیں اس لئے کہ مرض اور نبوت و رسالت کے مابین منافات نہیں۔" (المنتقی ص 509 اردو ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ناشر ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ ضلع گوجرانوالہ)

اگر مرض اور نبوت کے مابین منافات نہیں تو مرض اور ولایت کے درمیان کیسے منافات ہو سکتے ہیں۔

42- **چشم نیم باز:** فصل پہلی ص 112 خلاصہ اعتراض:

حضرت مرزا صاحب کی عادت تھی کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھیں ایک دفعہ فوٹو کھینچوانے کے موقعہ پر بھی فوٹوگرافر کے کہنے پر آپ نے تکلیف سے آنکھوں کو زیادہ کھولا مگر وہ پوری طرح بند ہو گئیں۔ (روایت مولوی شیر علی صاحب بحوالہ سیرت المہدی حصہ دوم ص 77 مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قل للمو منین یغضو امن ابصار هم**
مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ (سورۃ النور۔ آیت نمبر30
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان النظر سهم من سهام ابلیس مسموم من تر کها مخافتی ابدله ایمانا یجد حلاو ته فی قلبه

نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص مجھ سے ڈر کر اسے چھوڑے گا میں اس کے بدلے اسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔ (طبرانی)

حضرت مرزا صاحب کی یہی غض بصر کی عادت تھی جسے برنی صاحب نشانہ ہدف بنا رہے ہیں۔ ایک سکھ مہمان نے حضرت مرزا صاحب کے والد سے کہا کہ آپ کا چھوٹا بیٹا کبھی نہیں دیکھا۔ جب آپ کے والد آپ کو بلواتے تو "آنکھیں نیچی کئے ہوئے آتے اور اپنے والد سے کچھ فاصلہ پر سلام کر کے بیٹھ جاتے بڑے مرزا صاحب ہنستے ہوئے فرماتے کہ لو اب آپ نے اس دلہن کو دیکھ لیا۔" (تذکرۃ المہدی مصنفہ پیر سراج الحق صاحب بحوالہ مجدد اعظم حصہ دوم ص 17 - 13 مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

یہ آپ کے بچپن کے زمانے کی سرگذشت ہے یہی حالت بعد کے زمانے کی تھی۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب فرماتے ہیں:

"کنواری لڑکی سے بھی بڑھ کر آپ باحیا تھے۔ غض بصر اس قدر تھا کہ مرد ہو یا عورت آپ آنکھ اٹھا کر دیکھتے نہ تھے۔ موٹی سے موٹی سمجھ کی کام کاج کرنے والی عورتیں اس بات پر دو اور دو چار کی طرح یقین رکھتی تھیں کہ حضرت صاحب کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ ہفتوں، مہینوں اندر صحن کے پھرا کریں اور عورتوں کے مجمع میں سے ہر روز کیوں نہ گذرا کریں کبھی کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی آپ کی عادت نہ تھی۔ ہمیشہ نظر برپا دوختہ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک زمیندار عورت نہا کر اور ایک چادر بدن کے گرد لپیٹے ہوئے گذر کر دوسری طرف جانے لگی تو کسی عورت نے کہا ادھر مرزا بیٹھا ہوا

ہے۔ تو پہلی عورت کہنے لگی "اوہنوں کجھ نہیں لبھدا" یعنی اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ وہ یقین تھا جو ہر ایک عورت کے دل میں تھا کہ آپ کو نظر اٹھا کر دیکھنے کی عادت نہیں۔"
(مجدد اعظم حصہ دوم ص 1276)

یہ تو خواتین کی شہادت تھی۔ باہر مردوں میں بھی حضرت صاحب کا یہی حال تھا:

"کئی دفعہ ایسا ہوا کہ فرمایا فلاں صاحب کو بلا لو۔ تو وہ صاحب پہلو میں سے ہی بول پڑتے کہ حضور میں تو یہ بیٹھا ہوا ہوں۔" (مجدد اعظم حصہ دوم مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ص 1276)

حضرت اقدس کی زندگی میں مخالفین کا یہ بھی پروپیگنڈا تھا کہ مرزا صاحب کے پاس نہ جانا وہ جادوگر اور مسمرائزر ہے حالانکہ مسمرائزر تو آنکھوں سے اثر ڈالتا ہے اور آپ کی آنکھیں ہمیشہ نیچی رہا کرتی تھی، کسی سے مخاطب ہو کر کلام بھی فرماتے تب بھی نظریں نیچی ہوتیں۔

شاید کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ ممکن ہے کسی بیماری کے باعث ایسا ہو لیکن یہ امر بھی درست نہیں آپ تو تمام تمام دن تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے لیکن نہ کبھی آپ کی آنکھیں تھکیں اور نہ بیمار ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کا آپ کی نظر کے متعلق حفاظت کا وعدہ تھا اسی لئے باوجود لمبی عمر پانے کے آپ کی "چشم نیم باز" کو کبھی عینک کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ بباعث مرض ذیابیطس جو قریباً بیس سال سے مجھے دامن گیر ہے آنکھوں کی بصارت کی نسبت بہت اندیشہ ہوا کیونکہ ایسے امراض میں نزول الماء کا سخت خطرہ ہوتا ہے تب خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی اس وحی سے تسلی اور اطمینان اور سکینت بخشی اور وحی یہ ہے **نزلت الرحمتہ علی ثلث' العین و علی الاخرین** یعنی تین اعضاء پر رحمت نازل کی گئی ایک آنکھیں اور دو اور عضو اور ان کی تشریح نہیں کی گئی۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا بیس برس کی عمر میں میری بینائی تھی ایسی ہی اس عمر میں بھی کہ قریباً ستر برس تک پہنچ گئی ہے وہی بینائی ہے سو یہ وہی رحمت ہے جس کا وعدہ خدا تعالیٰ کی وحی میں دیا گیا تھا۔" (حقیقتہ الوحی مصنفہ حضرت مرزا صاحب ص

306 و 364)

معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کی آنکھوں کی "نیم بازی" کسی بیماری کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ قرآن کے ارشاد کے مطابق نگاہیں نیچی رکھنا آپ کی دوسری فطرت بن گئی تھی۔ اور اس پر اعتراض وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کی چشم ظاہر بین بصیرت سے خالی ہو اور جنہیں حضرت مرزا صاحب کی ہر بات قابل اعتراض نظر آئے۔

46- مقدمہ کی فکر: فصل پہلی ص 113 خلاصہ اعتراض:

حضرت مرزا صاحب کچہری کی طرف تشریف لے جانے سے پہلے دعا کے لئے اس کمرے میں گئے جو اس غرض کے لئے پہلے ہی سے مخصوص کرلیا گیا تھا۔ جب دعا کر کے باہر نکلے تو مولوی محمد علی صاحب نے آپ کو چھڑی دی حضرت صاحب نے فرمایا یہ کس کی چھڑی ہے عرض کیا حضور ہی کی ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا میں نے تو سمجھا تھا کہ میری نہیں ہے۔ (سیرت المہدی حصہ اول مولفہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ص 227) یہ مقدمہ کی فکر نہیں بلکہ عبادت کا انہماک تھا کہ انہیں دنیا و مافیہا سے بے خبر کئے دیتا تھا صحابہ کرامؓ کی بھی یہی خصوصیت تھی کہ نماز میں وہ کیفیت طاری ہو جاتی کہ بعض اوقات جب سلام پھیرتے تو ایک دوسرے کو پہچانتے نہیں تھے اگلے اعتراض پر نوٹ بھی ملاحظہ ہو۔

(47) بے توجہی فصل پہلی ص 113 خلاصہ اعتراض

حضرت مرزا صاحب کی بے توجہی کا عالم یہ تھا کہ جراب کی ایڑی پاؤں کے تلے اوپر ہو جاتی ایک کاج کا بٹن دوسرے کاج میں لگا ہوتا۔ گرگابی کا دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے۔ کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو اس وقت پتہ لگتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں جب کھانا کھاتے کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آجاتا ہے۔ (بحوالہ سیرت المہدی حصہ دوم مصنفہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: "اور منجملہ احوال نفس کے غیبت ہے۔ اور اس کے یہ معنی ہیں کہ نفس اپنی خواہشات سے غائب ہو جاتا ہے' جیسا کہ عامر بن عبداللہ

کہتے ہیں۔ مجھے کچھ توجہ نہیں ہوتی کہ میں نے عورت کو دیکھا یا دیوار کو' اور امام اوزاعی سے کسی نے کہا ہم نے تمہاری باندی زرقاء کو بازار میں دیکھا انہوں نے فرمایا کیا وہ زرقاء تھی؟ اور منجملہ احوال نفس کے محق ہے اور وہ حالت یہ ہے کہ ایک آدمی ایک مدت تک جس میں عادتاً کھانے پینے سے بے خبر نہیں رہ سکتا اس وجہ سے غافل رہے کہ اس کا نفس عقل کی جانب متوجہ ہو گیا اور اس کی عقل نور الہی سے لبریز ہو گئی ہے ——" (حجتہ اللہ البالغہ اردو ترجمہ حصہ دوم ص 308)

شاہ ولی اللہ تو بے توجہی یا دوسرے الفاظ میں "غیبت" کے ان مقامات کا ذکر کر رہے ہیں جہاں ایک متقی انسان کو اس کی بھی خبر نہیں ہوتی کہ اس نے عورت کو دیکھا یا دیوار کو یا وہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ اسے کھانے پینے سے بھی غفلت ہو جائے اور برنی صاحب اسی قسم کے "مواد" کو احمدیت کے حق میں "زہر قاتل" قرار دے رہے ہیں اور ان کے اپنے فلسفہ کی رو سے یہی زہر اسلام کے حق میں تریاق بن جاتا ہے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

48- جیب کے ڈھیلے: فصل پہلی ص 113 خلاصہ اعتراض:

حضرت مرزا صاحب بعض وقت اپنی جیب میں مٹی کے ڈھیلے رکھا کرتے تھے۔ اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ یہ باتیں اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ کو اپنے یار ازل کی محبت میں ایسی محویت تھی جس کے باعث دنیا سے بے خبر ہو رہے تھے۔

ریمارکس للمولف برنی البتہ کھانے میں مرغ بٹیر وغیرہ مشک عنبر' دین میں تاویلات اور نبوت کے دعویٰ کی طرف توجہ باقی رہ گئی تھی اس سے زیادہ نہیں۔

قارئین کو اس کا تجربہ بار بار ہو چکا ہو گا کہ برنی صاحب اپنی کتاب کے متعلق جس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ تحقیق و تنقید میں آپ ہی اپنی نظیر ہے (تمہید پنجم ص 83) اس کی صرف اتنی حقیقت ہے کہ یہ کتاب تمسخر تضحیک استحقار و استہزاء میں اپنی نظیر آپ ہے۔ اعتراض نمبر 47 کے جواب میں موجودہ اعتراض کا بھی جواب آ چکا ہے باقی رہا معاملہ گڑ کے اور مٹی کے ڈھیلوں کا "بعض وقت" یکجا جیب میں رکھ لینا شاید کسی کی طبع نازک پر گراں گذرے کہ اس طرح تو ڈھیلوں کا گرد و غبار گڑ کو کھا جاتا ہو گا تو اس کا

علاج مشکل نہیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

"جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو چاہیے کہ اس پر سے گرد و غبار کو دور کر کے اس کو کھا لے" (سنن ابو داؤد پارہ 24 - **باب فی اللقمتہ تسقط** اردو ترجمہ جلد سوم ص 182)

ویسے اوپر کے حوالے میں "بعض وقت" کے الفاظ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھار ایسا ہو جاتا تھا۔ مٹی اور گڑ کے ڈھیلوں کے رل مل جانے پر مخالف اعتراض کر رہا ہے اور یہ بات بھول رہا ہے کہ اس کے اپنے مذہب میں اونٹ یا بکری کی مینگنوں میں اگر جو مل گئے ہوں تو دھو کر کھا لئے جائیں تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب میں لکھا ہے:

"اونٹ یا بکری کی مینگنی میں اگر جو ہوں تو دھو کر کھا لئے جائیں۔ اور بیل کے گوبر میں ہوں تو نہ کھائے جائیں اس لئے کہ اس میں سختی نہیں ہے۔ یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ روٹی کے اندر سے چوہے کی مینگنی نکلی اگر مینگنی میں اس کی سختی موجود ہو تو مینگنی پھینک دے اور روٹی کھا لے۔ یہ فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے اور یہی سراج الوہاج میں ہے"

(فتاوی ہندی ترجمہ فتاویٰ عالمگیری' کتاب الطہارت **باب** ہفتم حصہ 88 مترجم مولانا سید اید علی ناشر ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور مارچ 1964)

برنی صاحب نے اس سلسلہ میں مرغ و بٹیر کا ذکر کیا ہے۔ ایک شاہد عینی کا بیان سنئے:

"ہم نے خود حضرت مرزا صاحب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے انہیں تو اس قدر جناب الہی کی یاد میں استغراق اور خدمت دین میں انہماک تھا۔ (اس موقعہ پر اعتراض نمبر 50 انہماک کو بھی مدنظر رکھ لیا جائے ---- ناقل) کہ انہیں پتہ ہی نہ ہوتا کہ وہ کیا کھا رہے ہیں اور کیا پہن رہے ہیں۔ جو کھانا کسی نے پکا کر رکھ دیا سر جھکا کر کھا لیا۔ اگر کھانا نہیں رکھا تو مانگا بھی کبھی نہیں۔ گھر کے لوگ خیال سے انہیں کھانا بھیج دیتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ انہیں اپنے استغراق اور انہماک سے اتنی فرصت ہی نہیں کہ وہ کھانا مانگیں۔ اگر کبھی کھانا بھیجنا بھول گئے تو فاقہ ہو گیا۔ اور پھر کبھی شکایت نہیں کی کہ آخر میں گھر کا مالک ہوں میرے کھانے کی کیوں فکر نہیں۔ اچھا کھانا مل گیا تو وہ کھا لیا برا مل گیا تو وہ کھا لیا۔

نہ اچھے کھانے پر اظہار خوشنودی ہے نہ برے کھانے پر اظہار ناراضگی کیا۔ ایک مرتبہ آپ کسی تصنیف میں مشغول تھے۔ خادمہ کھانا لے آئی۔ آپ فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو اطلاع دے کر کھانا وہیں رکھ کر چلی گئی۔ آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اتفاق سے ایک جنگلی کتا کہیں سے گھس آیا۔ وہ کھانا سب کھا پی کر اور چاٹ کر برتن صاف کر کے چلتا ہوا۔ آپ کو تب بھی خبر نہ ہوئی۔ خادمہ کچھ عرصہ کے بعد آئی دیکھا برتن خالی پڑے ہیں اس نے سمجھا کھانا کھا لیا وہ برتن اٹھا کر چلتی بنی آپ کو پھر بھی خبر نہ ہوئی۔ اس وقت کا فاقہ ہو گیا۔ آپ کو خیال بھی نہ آیا۔ بعد میں ظہر کی نماز کا وقت دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ نے اب تک کھانا نہیں کھایا۔ تب پتہ چلا کہ کھانا تو کتا کھا گیا۔ ہنس کر فرمایا "اچھا ہے اب شام ہی کو کھانا کھائیں گے۔" میں پوچھتا ہوں کھانے کے شوقینوں کا کیا یہی طریق ہوا کرتا ہے کہ اپنے خدمت دین کے کام میں اس قدر انہماک ہو کہ کھانے پینے کا ہوش ہی نہ ہو۔ کھانے کے اوقات میں بڑا بڑا اہتمام ہوا کرتا ہے۔ لوگوں کے مطبخ میں تو قسم کے کھانوں میں بڑا بڑا تکلف ہوا کرتا ہے اور وہ خود کھانے کے وقت کے اس طرح منتظر رہتے ہیں جس طرح روزہ دار عید کے چاند کا منتظر ہوتا ہے" (مجدد اعظم حصہ دوم مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ص 1263)

مشک عنبر وغیرہ کی بحث اپنے موقعہ پر آگے آ رہی ہے دین میں تاویلات اور نبوت کے دعاوی کا تذکرہ اپنے مقام پر دوسری تیسری اور چوتھی فصل کے جواب میں ہو گا:

50- **انہماک:** فصل پہلی ص 114 خلاصہ اعتراض:

ارشاد حضرت مرزا صاحب کہ انہیں اسہال کی بیماری تھی اور کام میں اتنا انہماک تھا کہ جب حاجت محسوس ہوتی تو انہیں وقت کے ضائع ہونے کا احساس ہوتا۔ اسی طرح روٹی کھانے کے وقت ان کی توجہ اور خیال کسی اور ہی طرف لگا ہوتا۔ (منقول از منظور الٰہی ص 349)

دراصل یہ اسی قسم کے اعتراضات میں سے ہے جس کا جواب ہم اعتراضات نمبر 47 بے توجہی اور نمبر 48 جیب کے ڈھیلوں کے سلسلہ میں دے چکے ہیں۔ برنی صاحب ایک ہی بات کو مختلف رنگوں اور مختلف پیرایوں میں دہراتے ہیں اور اس طرح سے احمدیت

کے "سربستہ رازوں" سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ بیماری کا ذکر اس سے قبل بھی ہو چکا ہے اور اس پر بحث دوسرے اعتراضات کے سلسلہ میں آگے بھی آئے گی۔ جب انسان کسی مقصد کی تحصیل میں گم ہو جائے تو عام مشاہدہ یہی ہے کہ اسے کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا۔ جیسے جیسے عمر رواں گذرتی جاتی ہے کام کی زیادتی اور وقت کی کمی کا احساس شدید ہوتا جاتا ہے۔ نمبر 48 میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی کتاب کا جو اقتباس ہم نے دیا ہے اسے غور سے ایک دفعہ پھر پڑھ لیا جائے۔

امام مسلم کے انہماک کا عجیب واقعہ : "امام مسلم حدیث کے کھوٹے کھرے کے پہچاننے میں اپنے زمانے میں سب پر مقدم تھے۔ یہاں تک کہ بعض امور میں بخاری پر بھی ان کو فضیلت دی گئی ہے۔ جیسے اوپر گذرا 206 ہجری میں پیدا ہوئے اور وفات پائی اتوار کی شام کو رجب کی پچیسویں تاریخ 261 ہجری میں عمران کی پچپن برس کی تھی اور دو شنبہ کے روز دفن ہوئے۔ ان کی وفات کا قصہ یوں لکھا ہے کہ مجلس میں لوگوں نے ان سے ایک حدیث پوچھی۔ ان کو معلوم نہ ہوئی۔ وہ گھر میں آن کر سب کتابوں کو ڈھونڈنے لگے۔ اور ایک ٹوکرا خرما کا ان کے سامنے رکھا تھا۔ ایک ایک خرما کھاتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ٹوکرا تمام ہو گیا۔ اور حدیث کی تلاش میں ایسا استغراق تھا کہ ان کو خبر نہ ہوئی اور اسی وجہ سے مر گئے" (مکمل صحیح مسلم جلد اول ص 14 مترجم مولانا وحید الزمان صاحب پبلشرز مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی نمبر1)

امام مسلمؒ کو جب حدیث مل گئی تو آپ نے مڑ کر ٹوکرے پر نظر ڈالی جو خالی ہو چکا تھا اس واقعہ کو آپ کی وفات کا عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے (ایضاً ص 5)

51- اوہو: فصل پہلی ص 114 خلاصہ اعتراض:

مفتی محمد صادق صاحب روایت کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت مرزا صاحب ایک یکہ میں ہم سفر تھے۔ حضرت صاحب ان کی طرف کسی وجہ سے جھک گئے تو مفتی صاحب ذرا کھسک گئے حضرت صاحب اور ان کی طرف ہوئے تو مفتی صاحب مزید ہٹ گئے اور جب یکہ کا پہیہ کسی گڑھے میں پڑا تو وہ جھٹکے سے نیچے گر گئے۔ اور اسی خیال سے کہ حضرت محسوس نہ کریں جلدی سے اٹھ کر پیشاب کے لئے بیٹھ گئے۔ مگر آپ نے فرمایا اوھو مفتی

صاحب آپ گر گئے جگہ تو بہت ہے اور آپ پیچھے ہٹ گئے شاید یہ بھی کوئی امتحان تھا اللہ بہتر جانتا ہے۔ (بحوالہ اخبار الفضل قادیان جلد 12 نمبر 77 مورخہ 17 جنوری 1925ء)

جہاں انسانی طبعی ضروریات کا ذکر ہوتا ہے برنی صاحب ان واقعات کو بڑے مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں تاکہ قارئین کی بشاشت طبع کا سامان ہوتا رہے۔ واقعات سے ان کے ذوق کی تسکین ہو سکتی ہے تو ذیل کے واقعات کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا۔

براء بن مالک کی شجاعت: جب مسلمان اپنی قیام گاہ چھوڑ کر پسپا ہوئے زیدؓ بن الخطاب نے کہا اس کے بعد اب کہاں مقام ہو سکتا ہے۔ پھر وہ لڑے اور شہید ہو گئے اس کے بعد انس بن مالک کے بھائی براء بن مالک اٹھے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جب جنگ میں شریک ہوتے تو فرط جوش سے کانپنے لگتے۔ پھر کچھ لوگ ان پر بیٹھ جاتے تب ان کی کپکپی کم ہوتی اور وہ پائجامے ہی میں پیشاب کر دیتے۔ اس کے بعد وہ شیر کی طرح حملہ آور ہوتے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں نے ہزیمت کھائی ان پر بھی یہی کیفیت طاری ہوئی کچھ لوگ ان پر بیٹھ گئے اور جب ان کو پیشاب آ گیا وہ شیر کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اے مسلمانو میں براء بن مالک ہوں میرے پاس آؤ۔ مسلمانوں کی ایک جماعت پلٹ آئی اس نے دشمن کا مقابلہ کیا اور ان سب کو تہ تیغ کر ڈالا" (تاریخ طبری اردو حصہ دوم ص 109 پبلشر نفیس اکیڈمی کراچی پاکستان اشاعت اول جون 1967ء)

اولیاء کرام کے ایک "مستند اور قابل ترین تذکرہ" میں شیخ ابراہیم معبدی "صاحب احوال غریبہ و مکاشفات عجیبہ" کے متعلق لکھا ہے:

"علماء نے ایک مجلس منعقد کی اور شیخ کو سزا دینے کا فتویٰ دیا شیخ نے ان علماء اور نیز سلطان کا پیشاب بند کر دیا اور ان لوگوں سے کوئی تدبیر بن نہ آئی۔ سب نے آ کر شیخ سے معافی چاہی۔ شیخ نے ان سے کہا میرے لوٹے سے استنجا کرو۔ چنانچہ ان کا ہرج جاتا رہا" (طبقات الاولیاء ص 384 ترجمہ الطبقات الکبریٰ مصنفہ علامہ عبدالوہاب بالشوانی نفیس اکیڈمی کراچی طبع اول 1965ء)

حضرت ابوذر غفاریؓ کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ دوسری بار حضرت علیؓ سے ملے تو حضرت علیؓ نے انہیں رسول کریم صلعم کے خدمت میں لے جانے کا وعدہ کیا۔ چونکہ اسلام کے ابتدائی ایام تھے اس لئے حالات سخت ناساز گار تھے حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

"جب صبح ہو تو تم میرے ساتھ چلو راستے میں اگر ایسا واقعہ نظر آئے (مثلاً کوئی کافر سامنے آ جائے) کہ جس میں مجھے خطرہ معلوم ہو تو میں بیٹھ جاؤں گا گویا پیشاب کر رہا ہوں (تم چلے چلنا) پھر جدھر میں جاؤں چلے جانا حتیٰ کہ جہاں داخل ہو جاؤں تم بھی وہاں آ جانا"

(حضرت ابوذر غفاریؓ از مناظر احسن گیلانی ص 69 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی چوتھا ایڈیشن بحوالہ بخاری)

یہ تو ہوا کسی بہانے پیشاب کے لئے بیٹھ جانے والی بات کا جواب۔ اب رہا یہ امر کہ حضرت مرزا صاحب مفتی صاحب کی طرف اس قدر کیوں جھکے تو اس کے متعلق مفتی صاحب نے کوئی وجہ نہیں بتائی۔ مفتی صاحب کا خیال ہے کہ یہ شائد کوئی امتحان تھا اللہ بہتر جانتا ہے۔ اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے کہ حضرت صاحب نے کسی امتحان کی غرض سے ایسا کیا تھا تو اس میں بھی قابل تعجب بات نہیں۔ اولیاء اور صوفیاء اپنے مریدوں کی ترقی باطنی اور خود شکنی کے لئے اپنے اجتہاد سے کام لے کر ان میں اضطرار و اضطراب شکستہ دلی و شکستگی کی مختلف کیفیات پیدا کرتے ہیں جس سے اصلی مقصود تکمیل حال ہوتا ہے اور یہ معالج ہی صحیح جان سکتا ہے کہ اس کے مریض کی صحت کے لئے کون سا نسخہ بہتر ہے۔ لیکن چونکہ مفتی صاحب نے خود اس کے متعلق کوئی قطعی رائے ظاہر نہیں کی اس لئے ہم بھی صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ واقعہ کیوں اور کیسے پیش آیا۔

52- روٹی کے ٹکڑے: فصل پہلی ص 115 خلاصہ اعتراض:

حضرت مرزا صاحب بمشکل ایک پھلکا کھاتے تھے جب آپ اٹھتے تو روٹی کے ٹکڑے کا بہت سا چورہ آپ کے سامنے سے نکلتا تھا (بقول جناب میاں محمود احمد صاحب معلوم نہیں حضرت صاحب ایسا کیوں کرتے تھے مگر کئی دوست کہا کرتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان روٹی کے ٹکڑوں میں سے کون سا تسبیح کرنے والا ہے

اور کون سا نہیں) (اخبار الفضل قادیان جلد 22 نمبر 105 مورخہ مارچ 1935ء)

"کئی دوست" جو چاہے کہا کریں ان کے ایک دوست ڈاکٹر بشارت احمد صاحب فرماتے ہیں۔

بہت بوٹیاں یا ترکاری کھانے کی آپ کو عادت نہ تھی بلکہ اکثر لعاب سے چھوا کر روٹی کا ٹکڑا کھا لیا کرتے تھے۔ لقمہ چھوٹا ہوتا تھا۔ جو ٹکڑے آپ کے آگے سے بچتے انہیں کھانے کے دوران میں ہی ہاتھ سے اتنا باریک کر دیتے کہ دستر خوان جھاڑنے پر پرندے آسانی سے چگ سکیں۔ چونکہ خود کھانا نہایت کم کھاتے تھے اس لئے کھانے کے دوران میں زیادہ وقت مہمانوں کی خاطر مدارات میں ہی گذار دیتے تھے۔ گوشت یا کوئی اچھی چیز ہوتی تو اپنے آگے سے اٹھا کر مہمانوں کے آگے رکھ دیتے۔ (مجدد اعظم - ڈاکٹر بشارت احمد صاحب - حصہ دوم ص 1254)

اب روٹیوں کے ٹکڑوں کی بات چلی ایک صحابی کے متعلق بھی روایت سن لیجئے۔

"حضرت عدی بن حاتمؓ چیونٹیوں کو روٹی کا چورا کر کے کھلایا کرتے تھے کیونکہ ان کو ان پر رحم آتا تھا" (اسوہ صحابہ حصہ دوم عبدالسلام ندوی ص 393)

((53) دوران سر- فضل پر ص 115-

خلاصہ اعتراض: حضرت مرزا صاحب نے اپنے ایک مرید کو لاہور میں لکھا کہ پان عمدہ بیگمی اور ایک مکوڑ بھجوا دیں۔ انہیں درد سر کی وجہ سے پیروں پر بوجھ دے کر رفع حاجت کے وقت سر کو چکر آتا ہے۔ (بحوالہ خطوط امام بنام غلام ص 6)

حضرت صاحب خود تو پان نہیں کھایا کرتے تھے لیکن ان کی اہلیہ دہلی کی تھیں اور انہیں پان کھانے کی عادت تھی۔ اگر ان کے لئے یا مہمانوں کے لئے انہوں نے لاہور سے پان منگوا لئے تو پھر اس پر اعتراض کی کیا بات ہے اب تو جو مولوی صاحبان لندن' امریکہ تک جاتے ہیں تو پانوں کا اپنے لئے خاص اہتمام کر کے جاتے ہیں۔ لندن میں تو ہوائی جہاز کے ذریعہ سے اب شائقین کے لئے پان پہنچتے ہیں۔ حسد اور تعصب کی یہی

نشانی ہوتی ہے کہ ہر چیز کو محل اعتراض بنایا جائے۔

اسی طرح اگر حضرت مرزا صاحب نے کموڈ منگوا لیا۔ (جسے آپ نے انگریزی طرز کا پاخانہ لکھا ہے) تو اس میں کونسا فعل خلاف شریعت کیا۔ اس پر بیٹھنے سے دل پر زور کم پڑتا ہے اور تکان اور ضعف پیدا نہیں ہوتا۔

قضائے حاجت کے لئے عرب جنگل میں جایا کرتے تھے اور ایسے مقام کی تلاش کرتے جو گڑھے کی شکل کا ہوتا۔ ازواج مطہرات بھی اس مقصد کے لئے رات کے وقت وسیع میدان میں جاتیں۔ (بخاری کتاب الوضوء باب خروج النساء الی البراز)۔ جب مدنیت کا غلبہ ہوا تو آبادی میں قدمچے بننے شروع ہوئے۔ لیکن مکانات میں بیت الخلا کے انتظام کو ابتداء میں معیوب سمجھا جاتا تھا۔ امام بخاری نے عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث سے قدمچوں کے استعمال کا جواز ثابت فرمایا ہے (البخاری کتاب الوضوء باب من تبرز علی بستین) چاہے انسان جنگل کا رخ کرے یا بیت الخلا کا اسے ستر کا خیال رکھنا چاہئے۔ نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ کسی قسم کی نجاست اس کے کپڑوں اور جسم کو نہ لگے اور قدمچوں کے استعمال کی اجازت ہے تو کموڈ کو استعمال کرنا کیسے ممنوع ہو گیا۔

اب جو مولوی مولانا لوگ یورپ جاتے ہیں تو کیا وہ یورپین طرز کے بیت الخلا استعمال نہیں کرتے۔ آنے والی نسلیں ہنسیں گی کہ چودھویں صدی کے علماء اور پڑھے لکھے لوگوں نے بھی کس قسم کے مضحکہ خیز اعتراضات حضرت مرزا صاحب کی ذات پر وارد کئے۔

54- دماغی بے ہوشی: فصل پہلی ص 165 خلاصہ اعتراض۔

مفتی محمد صادق صاحب کی روایت کہ جب حضرت مرزا صاحب سخت دماغی محنت کرتے تو آپ کے دماغ پر ایک کمزوری کا حملہ ہوتا اور بے ہوش ہو جاتے۔ ایک دفعہ حضور ساری رات مسودہ لکھتے رہے اور میں نقل کرتا رہا صبح کی اذان ہوئی تو حضرت صاحب کو تکلیف محسوس ہوئی جس سے لیٹ گئے اور بیہوش ہو گئے۔ (منقول از اخبار الحکم خاص نمبر21 مئی 1934ء)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برقی صاحب کی قاموس میں انسان کا بیمار پڑنا یا بے ہوش ہونا

اخلاقی جرم ہے جس کا ارتکاب خدا کے نیک بندوں سے نہیں ہونا چاہئے تبھی تو بار بار ایسے امور کا ذکر کر کے اپنی قاموس کی ضخامت کو بڑھاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے:

"ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ نے کتان کے دو رنگین کپڑے زیب تن کئے تو ایک سے ناک صاف کر کے کہا کہ واہ واہ ابو ہریرہ آج کتان کے کپڑے سے ناک پونچھتے ہو حالانکہ ایک دن وہ تھا کہ بھوک کے مارے رسول اللہ صلعم کے منبر اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے سامنے بے ہوش ہو کر گرتے تھے۔ لوگ آتے تھے۔ تو گردن پر پاؤں رکھ کر کہتے تھے کہ ابو ہریرہؓ کو جنون ہو گیا ہے حالانکہ یہ سب بھوک کی وجہ سے تھا۔" (اسوہ صحابہ حصہ اول ص 313 از عبدالسلام ندوی بحوالہ ترمذی ابواب الزہدو بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ)

بے ہوشی بھوک کی وجہ سے ہو یا دماغی کام کی کثرت سے آخر بے ہوشی ہی ہے۔ خدا تعالٰی کے طبعی قوانین جس طرح عام لوگوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اسی طرح نیک بندوں پر بھی اپنا اثر دکھاتے ہیں اور ایسی بے ہوشی جس سے انسان پھر اس دنیا میں ہوش میں نہیں آتا اس میں تو ایک عام انسان سے لے کر انبیاء تک سب شریک ہیں ایک سلیم الفطرت انسان کے لئے اتنا ہی اشارہ کافی ہے جس نے نہ سمجھنا ہو اس کے لئے درجن بھر مثالیں بھی لاحاصل ہوں گی (اعتراض نمبر39 فصل پہلی پر بھی نوٹ ملاحظہ ہو)

55- خرابی صحت: فصل پہلی ص 116 خلاصہ اعتراض:

ارشاد حضرت مرزا صاحب: عرصہ تین چار ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہے۔ ایک سطر بھی لکھوں یا فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے اور دل ڈوبنے لگتا ہے خطرناک حالت ہے گویا مسلوب القویٰ ہوں اور آخری وقت ہے ایسا ہی میری بیوی دائم المرض ہے۔ (منقول از اخبار بدر جلد نمبر2 نمبر21 منقول از آئینہ احمدیت مولفہ مولانا دوست محمد صاحب ص 86)

یہ 1906ء کا واقعہ ہے جب حضرت مرزا صاحب اپنی زندگی کی آخری منزلیں طے فرما

رہے تھے۔ اور آپ کو اپنی وفات کے قریب ہونے کی مسلسل اطلاعات مل چکی تھیں۔ 20 دسمبر 1905ء میں آپ نے الوصیت تحریر فرمائی۔ فرماتے ہیں:

"خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارے میں اس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔"

اس لئے جب آپ پر کسی بیماری کا غلبہ ہوتا تو آپ خالق حقیقی سے ملنے کے لئے تیار ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ جب تک اپنے ناچیز بندوں سے کام لینا چاہتا ہے انہیں اس کی ہمت و استقلال و استطاعت بھی عطا فرماتا ہے۔ یا تو یہ حالت تھی کہ حضرت صاحب ایک سطر بھی لکھنے سے لاچار تھے یا بعد میں خدا نے توفیق عطا فرمائی تھی تو اس کے بعد حقیقتہ الوحی اور چشمہ معرفت جیسی ضخیم کتابیں تحریر فرمائیں۔ دوسرے کتابچے اشتہارات اور خطوط ان کے علاوہ ہیں وعظ اور لیکچروں کا سلسلہ تو اپنی وفات سے ایک دو روز قبل تک جاری رہا —— صبح سے شام تک لوگ ملنے کے لئے آتے رہتے تھے اور وفات سے ایک روز قبل آپ نے اپنا لیکچر "پیغام صلح" لکھا۔

برنی صاحب کی شکایت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب بیچ بیچ میں بیمار کیوں ہوتے رہتے تھے انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ اس خرابی صحت کے باوجود جتنے مصروف ان کے اوقات گذرتے تھے اس کی متحمل بڑے بڑے توانا انسانوں کی صحتیں بھی نہیں ہو سکتیں۔ اخبار وکیل کے غیر احمدی ایڈیٹر مولوی عبداللہ العمادی نے آپ کی وفات پر سچ کہا تھا:

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو وہ شخص دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ جس کی دو ہتھیلیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا ہے۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔" (اخبار وکیل امرتسر مورخہ 30 مئی 1908ء) اور ان سب ہنگامہ خیزیوں کا مرکز ایک ایسا انسان تھا جس کی جسمانی صحت بہت ہی کمزور تھی۔

بس یہیں سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے کرشمے انسانوں کی زندگی میں نظر آتے ہیں۔ اور یہ غیر معمولی صحت بھی آپ کی صداقت کا ایک نشان ہے جو ازل سے مقدر تھا۔

حضرت مرزا صاحب خود اپنے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ بباعث مرض ذیابیطس جو قریباً بیس سال سے مجھے دامنگیر ہے آنکھوں کی بصارت کی نسبت بہت اندیشہ ہوا۔ کیونکہ ایسے امراض میں نزول الماء کا سخت خطرہ ہوتا ہے تب خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی اس وحی میں تسلی اور اطمینان اور سکینت بخشی اور وہ وحی یہ ہے **نزلت الرحمۃ علی ثلث' العین و علی الاخرین** یعنی تین اعضاء پر رحمت نازل کی گئی ہے ایک آنکھیں اور دو اور عضو اور ان کی تصریح نہیں کی اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ پندرہ بیس برس کی عمر میں میری بینائی تھی' ایسی ہی اس عمر میں بھی کہ قریباً ستر برس تک پہنچ گئی ہے' وہی بینائی ہے۔ سو یہ وہی رحمت ہے جس کا وعدہ خدا تعالیٰ کی وحی میں دیا گیا تھا۔" (حقیقتہ الوحی ص 306)

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

"مجھے دماغی کمزوری اور دوران سر کی وجہ سے بہت ناطاقتی ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اب میری حالت بالکل تالیف و تصنیف کے لائق نہیں رہی اور ایسی کمزوری تھی کہ گویا بدن میں روح نہیں تھی۔ اسی حالت میں مجھے الہام ہوا **ترد الیک انوار الشباب** یعنی جوانی کے نور تیری طرف واپس کئے گئے۔ بعد اس کے چند روز میں ہی مجھے محسوس ہوا کہ میری گم شدہ قوتیں پھر واپس آتی جاتی ہیں۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد مجھ میں اس قدر طاقت ہو گئی کہ میں ہر روز دو دو جزو نو تالیف کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا ہوں اور نہ صرف لکھنا بلکہ سوچنا اور فکر کرنا جو نئی تالیف کے لئے ضروری ہے پورے طور پر میسر آ گیا۔ ہاں دو مرض میرے لاحق حال ہیں۔ ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں اور دوسری بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ اوپر کے حصہ میں دوران سر ہے اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب اور یہ دونوں مرضیں اسی زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے۔ میں نے ان کے لئے دعائیں بھی کیں مگر منع میں جواب پایا اور میرے دل میں القاء کیا گیا کہ ابتداء سے مسیح موعود کے لئے یہ

نشان مقرر ہے کہ وہ دو زرد چادروں کے ساتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا۔ سو یہ وہی زرد چادریں ہیں جو جسمانی حالت کے ساتھ شامل کی گئیں۔ انبیاء علیہم السلام کے اتفاق سے زرد چادر کی تعبیر بیماری ہے اور وہ دو زرد چادریں دو بیماریاں ہیں جو دو حصہ بدن پر مشتمل ہیں اور میرے پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی کھولا گیا ہے کہ دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ پورا ہوتا۔" (حقیقتہ الوحی ص 306 - 307)

باقی رہا حضرت صاحب کی اہلیہ محترمہ کا بیمار رہنا تو اس میں قابل اعتراض بات کون سی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے اہل خانہ اور بچے بیمار نہیں پڑتے؟ انہیں ان کی وفات کے صدمے نہیں اٹھانے پڑتے (اعتراض نمبر 36 فصل پہلی پر بھی نوٹ ملاحظہ ہو) نہ معلوم برنی صاحب کا طائر خیال انہیں کہاں کہاں بھگائے لئے پھرتا ہے۔ اور ان سے ایسی ایسی باتیں کہلواتا ہے جن کی تائید نہ شریعت کرتی ہے نہ عقل سلیم۔

56- **سخت بیمار:** فصل پہلی ص 116 خلاصہ اعتراض

مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی بیماری کا ذکر کیا کہ ایک دفعہ آپ سخت بیمار ہو گئے آپ کے کہنے پر کیچڑ لا کر اوپر نیچے رکھا گیا تو حالت رو بہ اصلاح ہو گئی یہ مرض قولنج زحیری کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دکھایا تھا کہ پانی اور ریت منگوا کر بدن پر ملی جاوے۔ مرزا بشیر احمد صاحب کے خیال سے مرزا سلطان احمد صاحب کو ریت کے متعلق ذہول ہو گیا۔

مٹی، ریت یا مٹی کے لیپ سے علاج کرنا کوئی حضرت مرزا صاحب کی خصوصیت نہیں کہ یہ "در مکنون" برنی صاحب نے اس بحرِ بے کراں میں غوطہ لگا کر نکالا ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لئے کتاب کی زینت بنایا ہے۔ اطباء یونانی ہوں یا آیورویدک قرنہا قرن سے اس طریق علاج سے واقف ہیں۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ زمین میں ایسے خواص پائے جاتے ہیں جو کئی امراض میں فائدہ مند ہوتے ہیں اور کئی خراب قسم کے امراض میں مفید اور نافع اثر رکھتے ہیں۔

جالینوس کہتا ہے کہ میں نے اسکندریہ میں کئی معالجین کو دیکھا وہ مصر کی مٹی استعمال کراتے۔ اسے پنڈلیوں' رانوں' کلائیوں' پشت اور پسلیوں پر لیپ کراتے اور اس سے خوب فائدہ ہوتا۔ کہتے ہیں گاہے گاہے اورام متعفنہ پر یہ لیپ بہت زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ زیریں حصہ سے اخراج خون کے باعث ان لوگوں کے بدن متورم ہو چکے تھے۔ انہیں اس مٹی سے کافی فائدہ ہوا۔ ایک دوسری جماعت کو دیکھا کہ انہیں مزمن درد سے صحت حاصل ہو گئی جو ایک طویل عرصہ سے بڑی شدت سے جاری تھا۔ اور کوئی تکلیف نہ رہی۔ (زادالمعاد علامہ ابن قیم' ترجمہ رئیس احمد جعفری حصہ سوئم ص 332)

بات اب علاج معالجے کی چل نکلی ہے تو اس سلسلے میں زاد المعاد کا ایک اور اقتباس بھی ملاحظہ ہو:

"مالک رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابن شہاب سے انہوں نے ابی امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بتایا کہ عامر بن ربیعہ نے حضرت سہلؓ بن حنیف کو غسل کرتے دیکھا تو کہا۔ بخدا میں نے آج تک ایسا بانکا شخص نہیں دیکھا اور نہ ایسی خوبصورت جلد دیکھی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس پر حضرت سہلؓ کو (نظر لگ جانے کے باعث) دست شروع ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عامر کے پاس تشریف لائے اور ناراض ہوئے اور فرمایا تم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی کو کس وجہ سے قتل کرتا ہے؟ اس کے لئے غسل کرو —— حضرت عامر نے اپنے چہرہ' ہاتھ' کہنیاں' گھٹنے' اطراف پاؤں اور اندرون آزار ایک پیالے میں دھویا۔ پھر یہ پانی ان پر بہایا گیا تو ٹھیک ہو گئے۔" (زاد المعاد ترجمہ حصہ سوئم ص 309)

نیز ص 315 پر اسی قسم کے طریقہ علاج کا مشورہ دیا گیا وہاں اتنا اضافہ کیا گیا ہے:

"پھر اسے مریض کے سر پر پیچھے سے اچانک بہا دیا جائے یہ وہ علاج ہے جو اطباء کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔" (اعتراض نمبر 39 فصل پہلی پر بھی نوٹ ملاحظہ ہو)

حضرت مرزا صاحب قولنج زحیری سے جب سخت بیمار ہوئے اور سولہ دن اس مرض پر گذر گئے تو آثار نوامیدی ظاہر ہو گئے اور میں نے دیکھا کہ بعض عزیز میرے دیوار کے پیچھے روتے تھے اور مسنون طور پر تین مرتبہ یاسین سنائی گئی۔ جب میری مرض اس نوبت پر پہنچ گئی۔ تو خدا تعالیٰ نے میرے دل پر القا کیا کہ اور علاج چھوڑ دو اور دریا کی ریت جس کے ساتھ پانی بھی ہو اپنے بدن پر ملو تب بہت جلدی دریا سے ایسی ریت منگوائی گئی اور میں نے اس کلمہ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم اور درود شریف کے ساتھ اس ریت کو بدن پر ملنا شروع کیا اور ایک دفعہ جو جسم پر وہ ریت پہنچتی تھی تو گویا میرا بدن آگ میں سے نجات پاتا تھا صبح تک وہ تمام مرض دور ہو گئی۔ (حقیقتہ الوحی تصنیف حضرت مرزا غلام احمد صاحب ص 234)

ایک مومن کے لئے تو یہ واقعہ ازدیاد ایمان کا باعث ہے لیکن مخالفین کے لئے اس میں صرف تمسخرو تضحیک کا سامان ہے۔ سچ ہے ۔

ہر کس بقدر ہمت اوست فکر

57- مرغوبات (58) شکار کی ضرورت (60) روغن بادام (61) مشک (62) عنبر (63) مفرح عنبری: فصل پہلی ص 117 - 123 خلاصہ اعتراضات:

گرمی کے موسم میں کنوئیں سے پانی نکلوا کر ڈوں میں سے پیتے تھے۔ کرارے پکوڑے پسند تھے۔ سالم مرغ کا کباب' پرندوں کا گوشت' گوشت کی بھنی ہوئی بوٹیاں مرغوب تھیں۔ فرمایا گوشت کو دال سبزی ترکاری کے ساتھ بدل بدل کر کھانا چاہئے۔ پلاؤ بھی کھاتے تھے اور میٹھے چاول بھی' میوہ جات آپ کو پسند تھے۔ انگور' بمبئی کا کیلا' ناگپوری سنگترہ' سیب' سردے اور سرولی آم زیادہ پسند تھے۔ برف' سوڈا لیمنڈ جنجر وغیرہ بھی گرمی کے دنوں میں پی لیا کرتے تھے۔ بازاری مٹھائیاں بھی کھا لیتے چاہے ہندو کی ساختہ ہوں یا مسلمان کی' ولایتی بسکٹوں کو بھی جائز فرماتے۔ ہم ناحق بدگمانی اور شکوک میں کیوں پڑیں۔ کمزوری کی حالت میں روغن بادام سر اور پیروں' ہتھیلیوں پر ملتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کی خالص مشک کا استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح بیماری کی حالت میں عنبر اور مفرح عنبری کا

استعمال بھی کرتے تھے۔ وغیرہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غذا اور ماکولات کے سلسلہ میں زادالمعاد کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

''آپؐ زمزم کے چشمے پر تشریف لے گئے لوگ پانی پی رہے تھے آپؐ نے ڈول لیا اور کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔'' زادالمعاد علامہ ابن قیم' ترجمہ رئیس احمد جعفری جلد اول صفحہ نمبر120)

''آپ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ جی چاہا تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عادت نہ ہونے کی وجہ سے گوہ نہ کھائی لیکن امت پر حرام نہیں فرمائی بلکہ آپؐ کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی اور آپؐ دیکھتے رہے۔ آپؐ نے حلوہ اور شہد تناول فرمایا۔ یہ دونوں چیزیں آپؐ کو پسند تھیں نیز آپؐ نے اونٹوں بھیڑوں' مرغیوں' سرخاب جنگلی گدھ اور خرگوش کا گوشت تناول فرمایا۔ نیز سمندری جانور کا گوشت (مچھلی) کھایا۔ اس کے علاوہ آپؐ نے بکری کا گوشت بھی استعمال فرمایا اور تر اور خشک کھجور بھی تناول فرمائی۔ خالص دودھ پانی ملا دودھ ستو اور شہد کو پانی میں ملا کر نوش فرمایا کھجور کا میٹھا پانی بھی پیا نیز آپؐ نے حریرہ بھی کھایا جو دودھ اور آٹے سے بنتا ہے۔ تر کھجور کے ساتھ ککڑی کھائی نیز پنیر کھایا۔ روٹی کے ساتھ خشک کھجور کھائی سرکہ کے ساتھ بھی روٹی کھائی ثرید بھی کھایا جو روٹی کو گوشت میں بھگو دینے سے بنتا ہے۔ اہالہ سے بھی روٹی کھائی اہالہ چربی کو کہتے ہیں بھنی ہوئی کلیجی اور گوشت کے ٹکڑے بھی کھائے پکا ہوا کدو تو آپؐ کو بہت ہی مرغوب تھا۔ ثرید گھی میں ملا کر' پنیر روٹی زیتون اور تر کھجور کے ساتھ' خربوزہ اور خشک کھجور مکھن کے ساتھ بھی تناول فرمائی۔'' (ترجمہ زادالمعاد حصہ اول ص 118 - 119)

اس سلسلہ میں چند مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خوشبو دانی تھی جس سے آپؐ خوشبو لگایا کرتے تھے اور سب سے زیادہ آپؐ کو مشک کی خوشبو پسند تھی اور ''فاغیہ'' خوشبو آپؐ

کو بہت ہی بھلی لگتی تھی۔ کہتے ہیں کہ یہ حناء کی خوشبو ہوتی ہے۔" (ترجمہ زاد المعاد حصہ اول ص 141)

"خورونوش میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ یہ نہ تھی کہ ایک ہی قسم کی غذاؤں پر قائم رہتے ان کے علاوہ دوسری استعمال نہ فرماتے۔ یہ طریقہ طبیعت کے لئے از حد ضرر رساں ہوتا ہے --- اہل شہر جس جس قسم کی اغذیہ کے عادی ہوں مثلاً گوشت پھل و روٹی اور کھجور وغیرہ سب استعمال کرنا چاہئے۔" (زاد المعاد مترجمہ حصہ سوئم ص 358)

"نیز آپؐ گوشت پسند فرماتے تھے بازو اور گردن کا گوشت آپؐ کو زیادہ اچھا لگتا" (زاد المعاد حصہ سوم ص 359)

"نیز آپؐ حلوہ (میٹھی چیز) اور شہد پسند فرماتے" (ایضاً ص 359)

"آپؐ شہر کے تازہ پھل بھی استعمال فرماتے اور ان سے ہرگز پرہیز نہ کرتے۔ یہ طریقہ بھی آداب غذا میں سے ہے اور صحت و عافیت میں ایک موثر سبب رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اور ہر علاقہ میں ایسے ایسے میوے پیدا فرما دیئے ہیں جو اپنے اپنے وقت کے مطابق وہاں کے رہنے والوں کے لئے فائدہ مند ہیں۔" (ایضاً ص 360)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مشک اور عنبر استعمال کرتے تھے" (سیرت النبیؐ شبلی نعمانی حصہ اول جلد نمبر2 ص 162)

ابو داؤد میں فضل بن سہیل سے روایت ہے:

"**اکلت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحم حباری** میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری گوشت کھایا۔" (سنن ابو داؤد جلد سوم پارہ نمبر 24 ترجمہ علامہ وحید الزمان مطبوعہ قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی) اس حدیث کا اردو میں یہ عنوان دیا گیا ہے "حباری (ایک چڑیا کا نام ہے) کا گوشت درست ہے" اسی پارہ کے باب 163 میں درج ہے:

"کئی قسم کے کھانے پکانا اور کھانا ایک وقت میں درست ہے"

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وددت ان عندی خبزۃ بیضلء من برۃ

سعراء ملبقہ بسمن و لبن (ایضاً ص 173)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید روٹی سفید گیہوں سمراء کی (سمراء ایک قسم کا بہتر گیہوں ہے) دودھ اور گھی میں نرم کی ہوئی مجھے بہت پیاری ہے۔

پنیر کھانے کا بیان: "غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پنیر کی ٹکیہ آئی تو آپؐ نے چھری منگائی اور بسم اللہ کہہ کر اس کو تراشا" (ایضاً ص 174)

دو قسم کے کھانوں کو ملا کر کھانے کا بیان: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے سو ہم نے مکھن اور کھجوریں آپؐ کے روبرو پیش کیں۔ اور آپؐ کو مکھن اور کھجور بہت پیارا تھا۔ (کیونکہ بہت لذیذ اور مقوی ہوتا ہے۔) (ایضاً ص 179)

زہد کا معیار: آنحضرت صلعم فرماتے ہیں: **الزھادۃ لیست بتحریم الحلال** یعنی زہد کا معیار یہ نہیں کہ انسان حلال چیزیں اپنے اوپر حرام کرے۔ (ترمذی ابواب الزہد)

لیمونیڈ - ولایتی بسکٹوں، پکوڑوں اور جنجر کے علاوہ باقی ہر قسم کی حلال اور طیب غذائیں کھانے کا ثبوت ہمیں سنت رسولؐ اور سنت اصحاب رسولؐ میں ملتا ہے۔ قرآن مجید نے تو ایک سیدھا سادا اصول بیان فرما دیا ہے: **الیوم احل لکم الطیبت** (المائدہ آیت 5) "آج تمہارے لئے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔"

و کلوا مما رزقکم اللہ حللا طیبا و اتقو اللہ الذی انتم بہ مومنون (المائدۃ آیت نمبر 88) "جو کچھ حلال اور طیب رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اسے کھاؤ پیؤ اور اس خدا کی نافرمانی سے بچے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔"

پھر ارشاد فرمایا:

قل من حرم زینتہ اللہ التی اخرج لعبادہ و الطیبات من الرزق قل ھی للذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصتہ یوم القیامتہ (الاعراف آیت 32)

یعنی اے محمدؐ! ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں کہو یہ

ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصتہ" ان ہی کے لئے ہوں گی۔

اس آخری آیت کی تفسیر مولانا مودودی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

"مطلب یہ ہے کہ اللہ نے دنیا کی ساری زینتیں اور پاکیزہ چیزیں بندوں ہی کے لئے پیدا کی ہیں اس لئے اللہ کا منشاء تو بہر حال یہ نہیں ہو سکتا کہ انہیں بندوں کے لئے حرام کر دے۔ اب اگر مذہب یا کوئی نظام اخلاق و معاشرت ایسا ہے جو انہیں حرام یا قابل نفرت یا ارتقائے روحانی میں سد راہ قرار دیتا ہے تو اس کا یہ فعل خود ہی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ بھی ان حجتوں میں سے ایک اہم حجت ہے جو قرآن نے مذاہب باطلہ کے رد میں پیش کی ہیں اور اس کو سمجھ لینا قرآن کے طرز استدلال کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے" (تفہیم القرآن جلد دوم از سید ابوالاعلی مودودی ص 23)۔

جن سطور کے نیچے ہم نے خط کھینچ دیا ہے اسے برنی صاحب کے ہمنوا ایک بار پھر پڑھ لیں یہ ایک مخالف سلسلہ احمدیہ کی رائے ہے شاید اس طرح انہیں وہ بات سمجھ میں آ جائے جس پر معترض ہو رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں برنی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی بیماری اور ناسازی طبیعت کے جو حوالہ جات دیئے ہیں ان پر قبل ازیں بحث ہو چکی ہے (یا آئندہ ہو گی) اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں (ملاحظہ ہو اعتراضات نمبر32' 39' 40' 41' 53' 54' 55' 56' 59' 68 وغیرہ)

جب حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں یہ اعتراض ہوا کہ آپ بعض مقوی ادویات مشک عنبر وغیرہ استعمال فرماتے ہیں تو آپ نے جوابا فرمایا:

"منشی الٰہی بخش اور اس کے رفیق اعتراض کرتے ہیں کہ میں بید مشک اور کیوڑہ استعمال کرتا ہوں یا اور اس قسم کی دوائیاں کھاتا ہوں تعجب ہے کہ حلال اور طیب چیزوں کے کھانے پر اعتراض کیا جاتا ہے ----- شہادت مل سکتی ہے کہ مجھے کیوڑہ وغیرہ کی ضرورت کب پڑتی ہے۔ میں کیوڑہ وغیرہ کا استعمال کرتا ہوں جب دماغ میں اختلال معلوم

ہوتا ہے یا جب دل میں تشنج ہوتا ہے۔ خدائے وحدہ لاشریک جانتا ہے کہ بجز اس کے مجھے ضرورت نہیں پڑتی۔ بیٹھے بٹھائے جب محنت کرتا ہوں تو ایک دفعہ ہی دورہ ہو جاتا ہے۔ بعض وقت ایسی حالت ہوتی ہے کہ قریب ہے غش آ جائے اس وقت علاج کے طور پر استعمال کرنا پڑتا ہے۔" (اخبار الحکم مورخہ 10 جولائی 1902ء ص 3)

اس حوالے سے ایک اور بات بھی معلوم ہو گئی کہ برنی صاحب نے جو "محنت شاقہ" سے اعتراضات اکٹھے کئے ہیں یہ اکثر وہی ہیں جو مخالفین حضرت اقدس کی زندگی سے کرتے چلے آتے ہیں۔

58- (الف) کثرت کی آفت: فصل پہلی ص 118 خلاصہ اعتراض:

ایک زمانہ میں حضرت صاحب مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے جب تعداد پندرہ بیس تک پہنچ گئی تو آپ نے باہر مہمانوں کے ساتھ کھانا چھوڑ دیا ——— (ریمارک از برنی - تنہائی میں مرزا قادیانی کو یوں بھی کھانا حسب دلخواہ اچھا ملتا ہو گا چنانچہ ذکر ہے کہ مرزا صاحب کو پرندوں کا گوشت بہت مرغوب تھا مثلاً تیتر، مرغ، بٹیر وغیرہ)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا** (النور آیت 61) یعنی تم پر کچھ گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

شریعت نے تو مسلمانوں کو اس امر کی اجازت دے رکھی ہے کہ باہم مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔ اس میں کسی قسم کا ہرج و گناہ نہیں۔ لیکن برنی صاحب اس ترک باہمی مواکلت پر کثرت کی آفت کا عنوان جما رہے ہیں۔ دراصل وہ جس آفت میں مبتلا ہیں اس کا کوئی علاج نہیں۔ کثرت کے ساتھ آفت کا قافیہ ملتا ہے اتنا امر ہی عنوان قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ان کا مقصد حقائق سے نہیں محض خوش طبعی سے ہے تاکہ قارئین کی تفریح نفسانی کی ضروریات پوری ہوتی رہیں اور اس طرح وہ "کتاب کے اثر کو دو آتشہ" کرتے ہیں۔ اس "جاسوسی طرز کے ناول" کے "علمی محاسبہ" کے متعلق کسی نے درست فرمایا۔

"برنی صاحب نے جو کام کیا ہے وہ عنوانات اور سرخیوں کے قائم کرنے میں کیا ہے"

کثرت اور آفت کا قافیہ ملانے سے برنی صاحب کا جی نہیں بھرا تو خطوط وحدانی میں تنہائی میں کھانا کھانے کی توجیہہ بھی پیش فرما دی کہ خوب دلپسند کھانا ملتا ہو گا پرندوں کا گوشت وغیرہ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت صاحب کی غذا عام حالات میں بہت سادہ تھی۔ جو کسی نے پکا کر سامنے رکھ دیا وہی کھا لیا۔ بیماری اور صحت کی کمزوری کے اوقات میں بھی مقوی غذائیں بطور قوت لایموت اور سد رمق کے طور پر استعمال فرماتے تھے۔

کھانے پینے کی اشیاء سے بے توجہی کا یہ عالم تھا کہ جب کھانا کھاتے کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آ جاتا اس وقت پتہ لگتا کہ کیا کھا رہے ہیں (بحوالہ قادیانی مذہب فصل پہلی ص 113) "نیز بظاہر تو میں روٹی کھاتا ہوا دکھائی دیتا ہوں مگر سچ کہتا ہوں کہ مجھے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جاتی ہے اور کیا کھا رہا ہوں" (ایضاً ص 114)

59- **درستی صحت:** فصل پہلی ص 119 (نمبر 55 خرابی صحت کے عنوان کے نیچے بحث ملاحظہ ہو)

نیز اعتراضات نمبر 60 سے 63 تک پر قبل ازیں تبصرہ ہو چکا ہے۔

64- **افیون:** فصل پہلی ص 123 خلاصہ اعتراض:

برنی صاحب نے اس سلسلہ میں چھ مختلف اقتباسات درج کئے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت مرزا صاحب کا اپنا ہے ایک شیخ نور احمد صاحب کا ہے اور چار جناب میاں محمود احمد صاحب کے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت سے یہ حوالہ درج ہے کہ آپ کو ذیابیطس کی بیماری کی وجہ سے کثرت سے پیشاب آتا تھا۔ ایک دوست نے افیون کے استعمال کی صلاح دی۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ

"میں نے خدا پر توکل کیا تو خدا نے مجھے ان خبیث چیزوں کا محتاج نہیں کیا"

اس کے ساتھ ہی جناب میاں محمود احمد صاحب کے ایک مضمون کا اقتباس ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ بعض اطبا کے نزدیک افیون کا دواؤں میں استعمال نصف طب ہے "بعض اطباء کے نزدیک" کے الفاظ ملاحظہ ہوں اس لئے کہ اگلے

اقتباس میں برنی صاحب فرماتے ہیں "میرزا قادیانی صاحب تو افیون کے اس درجہ قائل تھے کہ گویا افیون نصف طب ہے۔" ناقل) پھر لکھا ہے کہ حضرت صاحب نے تریاق الٰہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جزو افیون تھا۔ مولانا نورالدین صاحب کو کچھ عرصہ دیتے رہے اور خود بھی استعمال کی۔ اسی طرح میاں صاحب نے بیان فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب کے ایک استاد کو بھی افیون کھانے کی عادت تھی۔ بچپن میں میاں محمود احمد صاحب کو بھی کچھ عرصہ افیون دی گئی اور پھر میاں صاحب نے خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ بطور علاج خواجہ صاحب بھی کچھ ماہ افیون استعمال کرتے رہے۔ نور احمد صاحب کی روایت میں حضرت صاحب کی خوابیدہ آنکھوں کو دیکھ کر انہیں اس بات کا دھوکہ لگ گیا کہ شاید آپ افیون استعمال کرتے ہوں۔ بعد میں انہیں اپنی غلطی کا بہت افسوس ہوا اور ندامت ہوئی کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے متعلق ایسا خیال کیا۔ وغیرہ۔

جہاں تک حضرت مرزا صاحب کی خوابیدہ آنکھوں کا تعلق ہے اس کے متعلق ہم 42 "چشم نیم باز" کے تحت مفصل بحث کر چکے ہیں کہ حضرت صاحب کی غض بصر کی عادت کے باعث ان کی آنکھیں ہمیشہ جھکی رہتی تھیں۔

حضرت صاحب کی اپنی تحریر میں تو یہ صاف درج ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ پر توکل کیا اور خدا نے انہیں ان خبیث چیزوں کا (یعنی شراب اور افیون کا) محتاج نہیں کیا اب اگر ان کے صاحبزادے یا کسی اور مرید کا بیان اس کے خلاف ہو گا تو وہ قابل قبول نہیں۔ اگر حضرت مرزا صاحب کے کسی استاد کے متعلق یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ انہیں افیون کھانے کی عادت تھی تو اس کا تذکرہ حضرت صاحب کی اپنی تحریرات میں تو کہیں نہیں ملتا۔ ممکن ہے میاں صاحب کا بیان درست ہو ہمیں اس کی تصدیق کی ضرورت ہے نہ تکذیب کی۔

باقی رہا بطور دواء مرض کی اضطراری حالت میں اس کا استعمال جیسا کہ خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق کہا گیا ہے یا اس کے مرکبات کا استعمال تو ان استثنائی صورتوں

میں ان اشیاء کا استعمال شریعت کے مطابق ہے۔ شرح وقایہ کا ایک حوالہ نمبر 65 کے تحت ملاحظہ ہو۔

65- سنکھیا: فصل پہلی ص 125 خلاصہ اعتراض:

میاں محمود احمد صاحب کا بیان کہ حضرت صاحب نے قتل کی دھمکیوں کے مد نظر کچھ عرصہ تک سنکھیا کے مرکبات کا استعمال کیا تا کہ خدانخواستہ آپ کو زہر دیا جائے تو جسم میں مقابلہ کی طاقت موجود ہو۔ (الفضل 5 فروری 1935ء)

یہ ایک اور روایت ہے اس امر کا حضرت مرزا صاحب کی تحریرات میں کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ آپ نے قتل کے ڈر سے ایسا کیا ہو۔ اگر بطور دواء ایسے مرکبات استعمال کئے ہوں تو علیحدہ بات ہے۔

شرح وقایہ میں لکھا ہے:

"جو کوئی چیز مسکر مخلوط ہووے تو بناء بر مذہب امام صاحب (یعنی امام ابوحنیفہؒ ناقل) درست ہے" (شرح وقایہ جلد نمبر 4 ص 59 کتاب الاشربہ مترجم اردو موسومہ بہ نورالہدایہ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور)

یعنی مسکر اشیاء جب مخلوط ہو جائیں تو ان کا استعمال مصنف شرح وقایہ کے نزدیک بغیر بیماری کے بھی جائز ہے۔ اور جب کوئی مرض لاحق ہو تو پھر اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ ہی نہیں۔

66- دو بوتل برانڈی: فصل پہلی ص 126 خلاصہ اعتراض:

میاں مہدی حسین صاحب کا بیان کہ پیر منظور محمد صاحب کی اہلیہ کے لئے دو بوتلیں برانڈی کی لانے کے لئے کہا گیا۔ ان کی اہلیہ کے لئے ڈاکٹروں نے بتلائی ہوں گی۔

بات تو صاف ہے یہ منظور محمد صاحب کی بیمار اور کمزور اہلیہ کے لئے برانڈی کی ضرورت تھی۔ مہدی حسین صاحب پس و پیش کر رہے تھے حضرت صاحب کے کہنے پر

انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ یہ معاملہ کوئی چوری چھپے نہیں کھلم کھلا سب کے سامنے پیش ہو رہا ہے۔ صاف ظاہر ہے ڈاکٹروں نے پیر صاحب کی اہلیہ کے لئے تجویز کی ہو گی اور اعتراض ان لوگوں کی طرف سے ہو رہا ہے جن کی فقہ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے:

"پیاسے کو شراب پینا ضرورتاً جائز ہے" (عایتہ الاوطاء ترجمہ در مختار جلد نمبر1 ص 106)

ہماری رائے میں پیاس کی شدت انتہاء کو پہنچ جائے اور جان کے لالے پڑ جائیں تو اس صورت میں جائز ہے ورنہ نہیں۔ یہی شریعت کا مقصود ہے۔

67- **ٹانک وائن:** فصل پہلی ص 126 خلاصہ اعتراض:

خط حضرت مرزا صاحب بنام حکیم محمد حسن صاحب "اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے آپ اشیاء خوردنی خود خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہئے۔ اس کا لحاظ رہے" (بحوالہ خطوط امام بنام غلام ص 5)

ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دکان سے ڈاکٹر عزیز احمد کی معرفت معلوم کی گئی۔ جواب ملا: ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے" (بحوالہ سودائے مرزا ص 39 حاشیہ حکیم محمد علی صاحب پرنسپل طبیہ کالج امرتسر)

جو خط برنی صاحب نے نقل کیا ہے اس میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ ٹانک وائن اپنے استعمال کے لئے منگوا رہے ہیں خطوط امام بنام غلام میں چند ایسے نسخہ جات بھی دیئے گئے ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے بعض خدام کی بیماریوں میں تجویز فرمائے (ص 8) اس خط کے ساتھ ملحق خط میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے گھر میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی ولادت کا ذکر فرما کر بعض دوائیں طلب فرمائیں ممکن ہے ٹانک وائن بھی زچہ کے لئے منگوائی ہو اور پھر حضرت صاحب ادویات منگوا کر رکھ چھوڑا کرتے تھے تاکہ بوقت ضرورت نادار بیماروں کے کام آئیں۔ لیکن برنی صاحب کو ان امور سے کیا غرض' انہوں نے تو بس یہ دیکھا کہ مخالف ٹانک وائن کی خرید پر اعتراضات کرتے تھے اس لئے انہوں نے بھی اس اعتراض کو کتاب کی زینت بنا دیا۔

ایک احمدی دوست نے جب پلومر کی دکان پر یہ سوال کیا کہ :

"کیا اسے (یعنی ٹانک وائن کو۔ ناقل) نشہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے؟

مینیجر صاحب نے جواب دیا کہ نہیں۔ چنانچہ کیش میمو پر جو ہمارے پاس محفوظ ہے انہوں نے صاف الفاظ میں لکھ دیا کہ

"ٹانک وائن نشہ کے طور پر استعمال نہیں کی جاتی"۔

مذکورہ بالا شہادت سے پلومر کے ہاں کی ٹانک وائن کی حقیقت صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے اور ہماری جدید تعلیم یافتہ نوجوان محقق برنی صاحب کے شاہد ڈاکٹر عزیز احمد کی تحقیقات کا پتہ بھی لگ جاتا ہے کہ وہ کس نگاہ سے دیکھے جانے کے لائق ہے۔" (ہمارا مذہب 413 از جناب مولانا علی محمد صاحب اجمیری ایڈیشن اول دسمبر 1934ء)

برنی صاحب کی نظر سے یقیناً یہ شہادت بھی گذری ہے اس لئے کہ وہ اپنے ایڈیشن ہفتم میں اس کتاب کے جواب پر کہیں کہیں تنقید بھی کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ انہیں اصل حقائق سے غرض نہیں محض بزعم خویش "سربستہ رازوں" سے پردہ اٹھانا ہے اس لئے وہ خواہ مخواہ یہ دردسری کیوں مول لیں اور ان کے قارئین میں اتنا وقت کہاں کسی کے پاس ہو گا جو ایسے امور کی تحقیق کے لئے وقت نکال سکے۔ بس ایک ہی بات کو دہرائے جانا کافی ہے چاہے وہ صحیح ہو یا غلط۔ پروپیگنڈا کا موجودہ اصول یہی ہے۔

علاوہ ازیں کسی متعصب ڈاکٹر کی رائے پر بھروسہ کرنے کی بجائے آپ علم اجزاء و خواص الادویہ کی کتاب سے ٹانک وائن سے متعلق ذیل کی عبارت پڑھ لیتے تو اچھا تھا :

"Restorative after child's birth, prophylactic against malarial fevers, anaemia anorexia"

(Materia Medica of Pharmaceutical Combinations and Specialities (p. 197)

یعنی ٹانک وائن بچہ کی ولادت کے بعد زچہ کی بحالی طاقت کے لئے مفید ہے نیز ملیریا کے زہر کو زائل کرنے اور کمی خون اور بھوک نہ لگنے کے لئے بھی مفید ہے۔

68- ٹانک وائن کا فتویٰ: فصل پہلی ص 127 خلاصہ اعتراض :

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے ایک مضمون سے اپنے مطلب کا ایک اقتباس دیا ہے کہ اگر حضرت صاحب نے ٹانک وائن جو ایک دوا ہے بالفرض محال اپنے لئے بھی منگوائی ہو تو اس میں کیا ہرج ہو گیا اور کیا قباحت لازم آگئی وغیرہ (بحوالہ پیغام صلح 4 مارچ 1935ء)

اس سلسلہ میں بہتر ہے کہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے بیان کا پورا حصہ قارئین کے سامنے رکھ دیا جائے۔ فرماتے ہیں:

"اس اعتراض پر سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ بدگمانی اور تعصب کا برا ہو۔ یہ انسان سے عقل اور فہم کا کل مادہ سلب کرلیتا ہے۔ اول تو ٹانک وائن شراب نہیں اور اگر ہوتی بھی تو کیا کہیں اس میں حضرت صاحب نے یہ لکھا ہے کہ ٹانک وائن میں خود پیؤں گا۔ کیا ہم جو بازار سے چیزیں خریدتے ہیں یا کسی دوست سے خرید کرواتے ہیں۔ تو وہ سب ہمیشہ ہم خود ہی استعمال کرتے ہیں۔ یا بہت سی چیزیں اپنے خاندان کے دوسرے افراد کے استعمال کے لئے بھی خریدی جاتی ہیں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ خاندان میں کوئی فرد بیمار ہو۔ یا لمبی بیماری سے اٹھا ہو اور ضعف و نقاہت کے دور کرنے کے لئے آپ نے اس کے لئے ٹانک وائن تجویز کی ہو۔ اور لاہور سے منگوائی ہو۔ یاد رہے کہ حضرت مرزا صاحب طبیب حاذق بھی تھے۔ اور غریبوں کا علاج مفت کیا کرتے تھے۔ اپنے پاس سے دوا بھی دیا کرتے تھے۔ پس کیا یہ ممکن نہیں کہ ٹانک وائن کسی مریض کے لئے منگائی ہو۔ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمتہ تو کثرت سے لوگو کو ٹانک وائن تپ دق کے مریضوں اور کمزور بیماروں کے لئے تجویز کیا کرتے ہیں اور منگواتے ہیں۔ اور مریضوں کو پلاتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ڈاکٹر لوگ نمونیا اور مختلف خطرناک امراض میں برانڈی اور رم تک استعمال کرواتے ہیں۔ اور وہ **من اضطر غیر باغ و لا عاد** کے ماتحت جائز سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ مریض کی حالت اضطراری ہوتی ہے۔ اور اضطراری حالت میں جب خنزیر کا گوشت تک حلال ہو جاتا ہے۔ تو ایک مریض کے لئے شراب بطور دوا کے کیوں جائز نہ ہو۔ کیا سنکھیا کھانا شرعاً حرام ہے؟ تو پھر کیوں مختلف اطبا امراض میں **سنکھیئے** کا

استعمال کرواتے ہیں۔ اسی لئے کہ اضطراری حالت میں ان چیزوں کا جواز شریعت کے مطابق ہے پس ان حالات میں اگر حضرت مرزا صاحب برانڈی اور رم کا استعمال بھی اپنے مریضوں کو کرواتے یا خود بھی مرض کی حالت میں کر لیتے تو وہ خلاف شریعت نہ تھا۔ چہ جائیکہ ٹانک وائن جو ایک دوا ہے۔ اگر اپنے خاندان کے کسی ممبر یا کسی دوسرے دوست کے لئے جو کسی لمبے مرض سے اٹھا ہو اور کمزور ہو یا بالفرض محال خود اپنے لئے بھی منگوائی اور استعمال بھی کی ہو تو اس میں ہرج کیا ہو گیا۔ آپ کو ضعف کے دورے اس قدر شدید پڑتے تھے کہ ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے۔ نبض ڈوب جاتی تھی۔ خود میں نے آپ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے نبض کا پتہ نہیں ملتا تھا۔ تو اطبا یا ڈاکٹروں کے مشورہ سے اگر آپ نے ٹانک وائن کا استعمال اندریں حالات کبھی کیا ہو تو عین مطابق شریعت ہے۔ جب حالت یہ تھی کہ آپ تمام تمام دن تصنیفات کے کام میں لگے رہتے تھے۔ راتوں کو عبادت کرتے تھے۔ بڑھاپا بھی تھا - ضعف بھی پڑتا تھا۔ تو اندریں حالات اگر ٹانک وائن بطور علاج کبھی استعمال بھی کی ہو تو کیا قباحت لازم آگئی؟ کسی ضعف اور نقاہت کی حالت میں ٹانک وائن کا استعمال عین علاج اور مطابق شریعت ہے۔ ٹانک وائن کے استعمال کو شراب خوری قرار دینا محض ایک شرارت ہے۔ اس طرح تو سارا انگریزی دواخانہ شراب خانہ کہلائے گا۔ کون سا ٹنکچر اور کون سا لائیکور اور لیکوئیڈ ایکسٹریکٹ ہے جس میں اسپرٹ نہیں پڑتی جو شراب کا اصل جوہر ہے۔ بات یہ ہے کہ بعض دوائیں تو پانی میں حل ہو جاتی ہیں اور اکثر دوائیں جو پانی میں حل نہیں ہوتیں وہ الکحل میں حل ہوتی ہیں۔ الکحل میں حل کرنے سے فائدہ بھی ہوتا ہے کہ دوا میں تعفن نہیں پیدا ہوتا۔ پانی میں حل کرنے سے جلد یا بدیر تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ادویات کو الکحل میں حل کر کے رکھا جاتا ہے تاکہ وہ کماحقہ حل ہو جائیں اور خراب بھی نہ ہوں۔ الکحل کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ بعض اسپرٹ کہلاتی ہیں اور بعض وائن۔ ادویات زیادہ تر اسپرٹ میں حل ہوتی ہیں۔ مثلاً اسپرٹ ایمونیا ایرمیٹک - اسپرٹ کیمفر وغیرہ وغیرہ اور تمام قسم کے ٹنکچر لائیکور اور لائیکوئٹر ایکسٹریکٹ وغیرہ۔ لیکن بعض ادویہ وائن میں بھی حل کی جاتی ہیں۔ مثلاً وائینم اپیکاک۔ وائینم کالچی سائی وغیرہ۔ یہ لاطینی نام ہیں۔ انگریزی میں یہ اپیکاک وائن اور کالچی کم وائن

کہلاتی ہیں یہ ادویات کھانسی اور وجع مفاصل میں بہت عام استعمال میں آتی ہیں۔ اسپرٹ اور وائن میں حل شدہ یہ انگریزی ادویات ہزارہا مسلمان جن میں علماء بھی شامل ہیں ان کی بوتلوں کی بوتلیں پی جاتے ہیں۔ لیکن کبھی کوئی نہیں کہتا کہ یہ شراب پی رہے ہیں۔ یہی حال ٹانک وائن کا ہے۔ اس میں بعض چیزیں مثلاً فولاد اور کونین اور بعض دفعہ مچھلی کا تیل (کاڈلیور آئیل) چونے کے مرکبات میگنیز وغیرہ حل کی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور عام طور پر لمبے امراض سے اٹھے ہوئے مریضوں کو ان کی طاقت کو بحال کرنے کے لئے استعمال کرائی جاتی ہیں۔ مگر کبھی ان مریضوں کو کوئی شرابی نہیں کہتا اور نہ ایسا کہنا درست ہو سکتا ہے۔ پھر حضرت مرزا صاحب نے ٹانک وائن اگر مریضوں کے لئے خرید کروائی۔ یا خود بھی بالفرض محال ان حالات میں استعمال کی ہو' جب آپ کو ضعف کے دورے پڑتے تھے۔ تو کیا اس کا نام دوا اور علاج ہو گا یا شراب خوری ہو گی۔ ٹانک وائن شراب نہیں دوا ہے۔ اور ضرورت کے وقت اس کے استعمال کر لینے پر آوازے کسنا انصاف نہیں ظلم اور شرارت ہے۔

خط کو پڑھو۔ اس میں فقط ٹانک وائن کی ایک بوتل خریدنے کا حکم ہے اس میں کہیں اپنے استعمال کرنے کا ذکر نہیں۔ بہت سے پرانے احباب جانتے ہوں گے کہ حضرت صاحب بہت سی ادویات غرباء میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ ان ہی میں ٹانک وائن بھی تھی۔ غریب لوگ اتنی گراں قیمت دوا خرید نہیں سکتے تھے۔ اس لئے آپ قیمتی دوائیں خود خرید کر ان میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میری ایک رشتہ دار خاتون بیمار ہو گئیں اور ضعف و نقاہت زیادہ ہو گئی۔ تو میرے عرض کرنے پر نہ صرف دعا کی بلکہ ان کے لئے یہی ٹانک وائن تجویز کی۔ چونکہ قادیان میں کوئی دواخانہ نہ تھا۔ اس لئے ٹانک وائن بھی خود اپنے پاس سے عنایت فرمائی جو اسی امر کے لئے رکھی ہوئی تھی کہ مریضوں کے کام آئے۔

یہ ہے کہانی ٹانک وائن کی جس پر بغلیں بجائی جاتی ہیں اور کوئی خدا کا خوف نہیں کیا جاتا جب فقط اعتراض کرنا ہی اصل مقصود ہو تو پھر نہ خدا یاد رہتا ہے نہ موت یاد رہ جاتی ہے اور نہ اعمال کی باز پرس کی پروا باقی رہ جاتی ہے۔" (کشف الظنون عن المراق و الجنون مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ص 83 - 86)

69- گھر کا بھیدی: فصل پہلی ص 127 خلاصہ اعتراض:

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ایک تقریر کے حوالے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ میرزا شیر علی صاحب جو حضرت مرزا صاحب کے نسبتی بھائی تھے اور مرزا فضل احمد صاحب کے خسر تھے وہ لمبی تسبیح لے کر راستے میں بیٹھ جاتے اور نئے آدمیوں کو پاس بلا کر بٹھا لیتے اور حضرت مرزا صاحب کے خلاف ورغلاتے کہ یہ سب ایک دکان ہے جو لوٹنے کو کھولی گئی ہے۔ وغیرہ

اس میں قابل تعجب بات کون سی ہے خدا کے جتنے بھی مامور آئے ہیں۔ ان کے مخالف کوئی آسمان سے تو نہیں ٹپک پڑتے۔ یہی اپنی قوم قبیلہ اور خاندان کے لوگ ہوتے ہیں صداقت سے دشمنی انہیں عدل و انصاف کے تمام تقاضوں سے محروم کر دیتی ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں کہیں صدیقیت کا نمونہ ہے اور کہیں فاروقیت کا لیکن وہیں ابوجہل اور ابو لہب ایسے بھی شقی القلب ہیں جو گمراہی کے لہب و شعلوں میں جلتے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

حسنؓ ز بصرہ، بلال از حبش، لہب از روم
زخاک مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی ست

زاد المعاد میں ہے:

"اور ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے رہتا اور کہتا خبردار اس شخص کی اطاعت نہ کرنا یہ صابی اور کذاب ہے چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شدت سے انکار کر دیتے اور آپؐ کو ایذائیں دیتے اور کہتے کہ تیرا خاندان اور قبیلہ تجھے خوب جانتا ہے (یعنی گھر کا بھیدی ہے۔ ناقل) (اس لئے) انہوں نے تیری اتباع نہیں کی اور آپؐ انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے چلے جاتے اور کہتے اے اللہ اگر تو چاہتا تو یہ ایسے نہ ہوتے۔" (زادالمعاد علامہ ابن قیم ترجمہ اردو حصہ دوم ص 109 - 110)

سچ تو یہ ہے کہ ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں

شاہیں کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور
(اقبال)

70- توجیہات: فصل پہلی ص 128 خلاصہ اعتراض:

حضرت مرزا صاحب کے خطوط

(1) دو روز سے میں نے اس شخص کے لئے توجہ کرنا شروع کیا تھا۔ مگر افسوس اس عرصہ میں میرے گھر کے لوگ یک دفعہ سخت علیل ہو گئے جس کی وجہ سے مجھے ان کی طرف توجہ کرنی پڑی کل ارادہ ہے کہ ان کو مسہل دوں بعد ان کی صحت کے پھر توجہ میں مصروف ہوں۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر2)

(2) یہ عقد ہمت اور توجہ شمشیر تیز سے بھی زیادہ اثر رکھتی ہے۔ میری رائے میں نبیوں کی تمام کامیابی کا بڑا موجب یہی توجہ باطنی تھی۔ (ایضاً)

(3) میری طبیعت آپ کے بعد پھر بیمار ہو گئی ابھی ریزش کا نہایت زور ہے دماغ بہت ضعیف ہو گیا ہے آپ کے دوست ٹھاکر رام کے لئے ایک دن بھی توجہ کرنے کے لئے مجھے نہیں ملا۔ (ایضاً)

جہاں تک حضرت صاحب کی خود صحت و بیماری کا تعلق ہے اس پر قبل ازیں مفصل تبصرہ ہو چکا ہے (ملاحظہ ہو اعتراضات نمبر39، 40، 41، 53، 54، 55، 56 وغیرہ وغیرہ)

یہاں برقی صاحب نے توجہ کرنے کو بھی نشانہ ہدف بنایا ہے۔ حضرت صاحب کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس لفظ کو مسلسل دعا سے اللہ تعالیٰ کے فیوض طلب کرنے کے معنوں میں استعمال فرماتے ہیں۔ انبیاء کی توجہ باطنی یا قوت قدسی جس سے انسانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اس کا انحصار انہیں دعاؤں پر تھا۔ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے دلوں میں وہ جوش عشق الٰہی پیدا ہوا اور توجہ قدسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تاثیر ان کے دلوں میں ظاہر ہوئی کہ انہوں نے خدا کی راہ میں بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹائے" (حقیقۃ الوحی ص 98 حاشیہ)

''اس نبیؐ کی پیروی کے بعد (یہ صحابہ - ناقل) ایسے خدا کی طرف کھینچے گئے کہ گویا خدا ان کے اندر سکونت پذیر ہو گیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ وہی توجہ اس پاک نبیؐ کی تھی جو ان لوگوں کو سفلی زندگی پر ایک پاک زندگی کی طرف لے آئی اور جو لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اس کا سبب تلوار نہیں تھی بلکہ وہ اس تیرہ سال کی آہ و زاری اور دعا اور تضرع کا اثر تھا جو مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے ------ یہ آنحضرت کی دلی سوزش کی تاثیر تھی۔ ہر ایک قوم توحید سے دور اور مہجور ہو گئی مگر اسلام میں چشمہ توحید جاری رہا۔ یہ عام برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا نتیجہ تھا ---- پہلے نبیوں کی امت میں جو اس درجہ کی صلاح اور تقویٰ پیدا نہ ہوئی اس کی یہی وجہ تھی کہ اس درجہ کی توجہ اور دل سوزی امت کے لئے ان نبیوں میں نہیں تھی۔ (حقیقتہ الوحی ص 99 - 100 حاشیہ)

''پھر وہ نبی بوجہ اس کے کہ ہمدردی بنی نوع کا اس کے دل میں کمال درجہ پر جوش ہوتا ہے اپنی روحانی توجہات اور تضرع اور انکسار سے یہ چاہتا ہے کہ وہ خدا جو اس پر ظاہر ہوا ہے دوسرے لوگ بھی اس کو شناخت کریں اور نجات پاویں ---- اگر وہ پاک نبیؐ اس قدر دعا اور تضرع اور ابتہال سے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ نہ کرتا ---- تو خدا کا چہرہ دنیا پر ہرگز ظاہر نہ ہوتا۔'' (حقیقتہ الوحی ص 114)

اس قسم کے بہت سے اقتباسات پیش کئے جا سکتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت مرزا صاحب توجہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد سنت انبیاء کی پیروی میں تضرع، انکسار اور ابتہال سے خدا تعالیٰ کی جناب میں دعائیں کرنا ہے۔ اور دعا میں تاثیر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان خدا تعالیٰ کے حضور عاجزی سے گڑگڑائے اور جب تک انسان اپنے آپ کو اس مجاہدہ میں نہ ڈالے اس کی دعا خدا کے افضال کھینچنے میں ناکام رہتی ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ برنی صاحب بار بار ایسے اقتباسات درج کتاب کرتے ہیں جن میں انسانی حوائج ضروریہ کا ذکر ہو اور اسی طریق سے قارئین کی بشاشت

طبع کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب ایک بچہ اپنے گھر میں فطری حوائج سے فارغ ہو تو اس پر کسی کو ہنسی نہیں آتی لیکن اگر سٹیج پر فلم میں یا ٹیلی ویژن پر اس منظر کو دیکھا جائے تو لوگ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں۔ بس اسی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے برنی صاحب اور دیگر مخالفین سلسلہ احمدیہ ان امور کا ذکر موقعہ بے موقعہ کرتے رہتے ہیں۔ اس عنوان کے ماتحت بھی برنی صاحب نے ایک فقرہ درج کیا ہے (اور عین ممکن ہے کہ اس غرض کے لئے ہی سارا اقتباس چنا گیا ہو) کہ میرے گھر کے لوگ یک دفعہ سخت علیل ہو گئے۔ اور کل ارادہ ہے کہ ان کو مسہل دوں۔"

تمسخر اور تضحیک برطرف۔ کیا کسی مرض کا مسہل سے علاج کرنا شرعی طور پر منع ہے؟ نبی کریم صلعم کا ارشاد ملاحظہ ہو:

جامع ترمذی سنن ابن ماجہ میں حضرت اسماء بنت عمیس سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کس دوا سے جلاب (تلیین) لیتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: شبرم سے۔ آپ نے فرمایا یہ گرم اور تیز ہے۔ پھر فرمایا سنا کا جلاب لیا کرو اور فرمایا اگر موت سے شفاء ہوتی تو سنا ہی سے ہوتی"۔

(زادالمعاد علامہ حافظ ابن قیم اردو ترجمہ حصہ سوم ص 273)

اطبا کا تو ذکر ہی کیا لیجئے مسہل سے علاج کرنا خود رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے ثابت ہو گیا۔ انسان جب کسی کی مخالفت کرے تو اسے کم از کم انصاف کا دامن تو ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔ لیکن جب تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ لی جائے تو اس کا کیا علاج؟

72- نماز: فصل پہلی ص 129 خلاصہ اعتراض:

کوئی صاحب حاجی ریاض الدین احمد وحشت دل کا علاج کرانے کے لئے اور سیر سپاٹے کی غرض سے پنجاب گئے وہاں قادیان میں حضرت مرزا صاحب سے جا ملے۔ نماز کے وقت حکیم نور الدین صاحب نے محراب مسجد میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور مرزا صاحب اپنے حجرے میں ہی کھڑے ہو گئے۔ نماز کی ایک رکعت ہوئی تھی کہ کیا دیکھتے ہیں مرزا صاحب نیت توڑ کر گھر کے اندر چلے گئے۔ حاجی صاحب سخت حیران کہ کیا افتاد پیش

آئی ہے ----- بعد نماز حاضرین مسجد سے یہ واقعہ بیان کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے مرزا صاحب پر نماز میں جب وحی نازل ہوتی ہے تو آپ بیتاب ہو کے اندر چلے جاتے ہیں۔" (رسالہ دلگداز لکھنو بابت ماہ مارچ 1916ء)

حاجی صاحب کے بیان کے مطابق یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ ایسا ہوتا ہی رہتا تھا کہ جب وحی نازل ہوتی آپ بے تاب ہو کر اندر چلے جاتے ہیں۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ اس عام مشاہدہ کے لئے برنی صاحب کو صرف ایک "سیر سپاٹے" کے شوقین بزرگ کی روایت ہاتھ آئی ویسے بھی **خبر الواحد لا یفید العلم** خبر واحد مفید یقین نہیں ہے۔ یہ واقعہ ایسا عام ہوتا تو اس کے اور بھی بہت سے گواہ ہونے چاہئیں صرف ایک "وحشت دل" کے مریض کی بات کہیں لکھی دیکھ پائی اور برنی صاحب نے اسے فوراً اپنی کتاب کی زینت بنا دیا۔

ایک خط میں حضرت صاحب نے خود ایک بار تحریر فرمایا تھا:

"مدت ہوئی نماز تکلیف سے بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔ بعض وقت درمیان میں توڑنی پڑتی ہے" (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر3 ص 88 قادیانی مذہب ص 111)

کسی عذر کی بناء پر حضرت مرزا صاحب نے ترک جماعت کو ضروری سمجھا تو اس پر اعتراض کیسا؟

73- زنانی نماز: فصل پہلی ص 130 خلاصہ اعتراض:

حضرت مرزا صاحب کسی تکلیف کی وجہ سے مسجد نہ جا سکتے تھے تو اندر عورتوں میں نماز باجماعت پڑھاتے۔ حضرت مرزا صاحب کی اہلیہ صف میں نہیں کھڑی ہوتی تھیں بلکہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ کھڑی ہوتی تھیں۔ (تقریر مفتی محمد صادق صاحب الفضل 17 جنوری 1925ء)

حضرت مرزا صاحب اپنی عمر کے آخری سالوں میں جب دوران سر وغیرہ تکالیف کے سبب مغرب، عشاء اور فجر گھر پر ہی پڑھنے لگے۔ تو حضور گھر میں عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھایا کرتے تھے ----- میں نے بڑی کثرت سے حضور کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ مجھے

اچھی طرح یاد ہے کہ میں حضور کے دائیں طرف کھڑا ہوتا تھا اور مستورات پیچھے ہوتی تھیں۔ (روایت میر محمد اسحاق صاحب مندرجہ الفضل 4 نومبر 1936ء)

ان دو اقتباسات کو درج کرکے برنی صاحب بیک وقت قارئین کی توجہ تین باتوں کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں:-

1... حضرت مرزا صاحب نے مسجد کو چھوڑ کر گھر کے اندر نماز باجماعت شروع کر دی تھی۔
2... آپ کی اہلیہ صف میں نہیں کھڑی ہوتی تھیں۔ بلکہ آپ کے ساتھ کھڑی ہوتی تھیں۔
3... دوسرے اقتباس میں میر محمد اسحاق صاحب کی روایت پر سب مستورات پیچھے ہوتی تھیں۔ وہ حضور کے دائیں طرف کھڑے ہوتے تھے۔ (یعنی دونوں روایتوں میں تضاد ہے)

شریعت نے تو عام و خاص مجبوریوں کی بناء پر ترک جماعت کی رخصت عام عطا کی ہوئی ہے اگر حضرت مرزا صاحب کسی شرعی عذر کی بناء پر مسجد نہیں جا سکے اور گھر میں باجماعت نماز ادا کرتے رہے تو اس میں کون سی قباحت ہے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں نماز ادا نہیں کیا کرتے تھے؟ اور کیا حضرت عائشہؓ اور دیگر ازواج مطہراتؓ آپؐ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوا کرتی تھیں؟ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب باش ہوتے تو ان کا بچھونا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی جائے نماز کے سامنے ہی (بچھتا تھا)۔ آنحضرت صلعم نماز پڑھا کرتے تھے (اور یہ سامنے ہوتی تھیں) (سیر الصحابیات از مولانا سعید انصاری طبع دوم ص 48 بحوالہ مسند 322 ج 6)
اسی طرح کیا دوسرے صحابہؓ اپنے گھروں میں بوقت ضرورت اپنے اہل و عیال کے ساتھ نماز باجماعت نہیں پڑھا کرتے تھے؟ کیا برنی صاحب ان سب کے لئے "زنانی نماز" کی سرخیاں جمائیں گے؟

مفتی محمد صادق صاحب کی روایت کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی اہلیہ حضرت صاحب کے ساتھ کھڑی ہوا کرتی تھیں۔ ممکن ہے کہ جگہ کی قلت کے باعث کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہو اور مفتی صاحب تک کسی نے یہ بات پہنچا دی ہو۔ لیکن میر محمد اسحاق صاحب جو خود اپنی عینی شہادت پیش کرتے ہیں وہ زیادہ قابل قبول ہے رہا ان روایتوں میں

اختلاف کا سوال۔ راویوں کے اختلاف کو حل کرنے کے لئے محدثین نے جو اصول وضع کئے ہیں ان ہی کی روشنی میں اس مسئلہ کو بھی حل کر لیا جائے۔ ہم تفصیلات میں جانے لگے تو بات طویل ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی **نزھتہ النظر شرح نخبتہ الفکر** ملاحظہ ہو۔

74- اسٹیشن کی سیر: فصل پہلی ص 130 خلاصہ اعتراض:

ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب اپنی بیوی کے ساتھ پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ چونکہ اور لوگ بھی موجود تھے مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں (بحوالہ سیرت المہدی حصہ اول مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب ص 49)

اس واقعہ کے متعلق ایک دوسری روایت ہے:

"حضرت اقدس نے ان تمام ناجائز پردہ کی قیود کو اٹھایا جو ہندو راجپوتوں کے زیر اثر مسلمانوں میں رواج پا گئی تھیں۔ آپ کی اجازت سے حضرت بیوی صاحبہ باہر سیر کو تشریف لے جاتیں کبھی آپ کے ساتھ اور اکثر دیگر مستورات کے ساتھ (اس کے بعد مندرجہ بالا واقعہ کا ذکر ہے - ناقل) ---- مولوی نور الدین صاحب فرمانے لگے جو کچھ حضرت صاحب کر رہے ہیں ٹھیک کر رہے ہیں میں کہتا نہیں آپ کہہ دیکھیں آخر مولوی عبدالکریم صاحب رہ نہ سکے اور اٹھ کر حضرت کی خدمت میں گئے ---- حضرت صاحب نے فرمایا "میں محمد رسول اللہ صلعم سے بڑھ کر کسی کی عزت نہیں سمجھتا جب آپؐ کی اور آپؐ کے صحابہ کی بیٹیاں جنگوں میں بھی شامل ہوتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتیں اور مرہم پٹی کرتی تھیں تو میں ان سے زیادہ اپنی عزت و شرافت نہیں سمجھتا۔ بلکہ ان کی پیروی ہمارے لئے باعث عزت و شرف ہے۔" (مجدد اعظم حصہ دوم مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ص 1274)

75- مرزا صاحب کا نسب نامہ: فصل پہلی ص 131 خلاصہ اعتراض:

حضرت مرزا صاحب نے کتاب البریہ ص 34 حاشیہ میں تحریر فرمایا کہ ہماری قوم مغل برلاس ہے۔ عسل مصفی ص 129 مولفہ مرزا خدا بخش میں بھی لکھا ہے کہ آپ قوم کے مغل گوت کے برلاس کہلاتے تھے اربعین نمبر 2 ص 17 حاشیہ میں حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں آپ کا خاندان فارسی خاندان ہے سو اس پر ہم پورے یقین سے ایمان لاتے ہیں کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کسی دوسرے کو ہرگز معلوم نہیں"

"ہاں میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی کے اور کوئی ثبوت نہیں۔"
(تحفہ گولڑویہ ص 29)

اس پیشگوئی کو شیخ محی الدین ابن عربی نے بھی اپنی کتاب نصوص میں لکھا ہے کہ وہ صینی الاصل ہو گا ----- اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے خاندان میں ترک خون ملا ہو گا ----- اکثر مائیں اور دادیاں ہماری مغلیہ خاندان سے ہیں اور وہ صینی الاصل ہیں یعنی چین کی رہنے والیاں۔ (حقیقت الوحی ص 200 متن و حاشیہ)

اپنے خیال میں مرزا صاحب ضروری سمجھتے تھے کہ مختلف پیشگوئیاں اپنے اوپر منطبق کریں اور اس سعی لاحاصل میں انہیں جس درجہ تاویلات کو طول دینا پڑا وہ کافی سبق آموز ہے۔

اس سے پیشتر کہ ہم حضرت مرزا صاحب کے حسب نسب نامے پر بحث کریں۔ نسب ناموں کے متعلق سیرالانصار کے مصنف مولوی سعید صاحب انصاری کی ایک رائے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ انصار کے نسب ناموں کے متعلق فرماتے ہیں:

"مورخین عرب کسی قبیلہ کے نسب ثابت کرنے میں عموماً دو چیزوں سے مدد لیتے ہیں۔

1- نسابین کی روایت
2- شعرائے قبیلہ کے اشعار

اور دونوں چیزیں تنہا قابل اعتماد نہیں۔ نسابین کی روایتیں اس درجہ لغو اور مہمل

ہوتی ہیں کہ ان پر مشکل سے یقین آتا ہے۔ پرانے نسب نامے اٹھا کر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ تمام عالم آبائے تورات کے اندر سمٹ آیا ہے مثلاً منوچہر حضرت اسحاق کا پڑپوتا ہے (ابن ایثر 115 و 116 ج 1) صنہاجہ 'کتامہ سبا کی اولاد ہیں۔ ہند' یونان' ترک جو خود نہایت قدیم قومیں ہیں سام' حام اور یافث کی اولاد ہیں۔ قحطان بن عابر (یہودیوں کے نزدیک) حام کی اولاد ہے **وغیر ذلک** یمن کے تبع **الحارث الرائش** کے نسب نامہ میں اس درجہ اختلاف ہے کہ دو مورخ بھی ایک رائے سے متفق نہیں۔ یہاں تک کہ طبری نے ایک جگہ اس کو سباء اصغر کی اولاد بتایا ہے لیکن دوسری جگہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس پر قائم نہیں۔ **وقس علی هذا**

اشعار عرب پر بے شک اعتماد ہو سکتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کے بھی صحیح ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے ---- اس کے علاوہ عرب میں بہت سے ایسے خاندان بھی تھے جن کے نسب نامے گڈ مڈ ہو گئے۔ (سیرالانصار حصہ اول ص 3 - 4 از مولوی سعید صاحب انصاری در مطبع معارف اعظم گڑھ)

حضرت مرزا صاحب نے درست فرمایا تھا کہ "خاندانوں کی حقیقت جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کسی دوسرے کو ہرگز معلوم نہیں"

بظاہر حضرت مرزا صاحب کا مغلیہ خاندان سے تعلق تھا لیکن الہام الٰہی کے بعد انہوں نے اپنی رائے اس بارے میں تبدیل فرمالی۔ آپ کی قوم مغل برلاس کے نام سے مشہور تھی جہاں تک لفظ مغل کا تعلق ہے اس کے متعلق لکھا ہے کہ شاہان مغلیہ کے زمانے میں یہ عام طور پر قاعدہ تھا کہ جو شخص درہ خیبر کے راستہ ہندوستان میں داخل ہوتا خواہ افغان ہو یا فارسی یا کسی اور قوم کے ساتھ تعلق رکھتا ہو مغل ہی کہلاتا تھا۔

India under Mohammadan Rule by Stanley Lane Poole,

(Mediaeval

publisher, T. Fishe, Unwin Limited London, 15th edition, 1926)

(بحوالہ احمدیہ پاکٹ بک ص 624)

پھر لکھا ہے لفظ مغل ہندوستان کے کالے باشندوں کو ایشیا کے دوسرے باشندوں

سے ممیّز کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ مختلف حملہ آور یا حکمران مسلمان، ترک افغان پٹھان اور مغل کچھ اس طرح مل جل گئے کہ سب کو بلا امتیاز مغل کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ہر گورے آدمی کو جو وسط ایشیا سے آتا تھا مغل کہا جانے لگا۔ (ایضاً)

اس کے لئے ضروری نہیں کہ کسی شخص کا "مغل کہلانا اس کے فارسی الاصل ہونے کے خلاف ہو۔ میرزا کا لفظ ایرانی ہے یہ امیرزا سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں امیرزادہ۔ میرزا کے لفظ کو اپنے نام کے ساتھ اعزازی طور پر استعمال کرنے والے خالص ایرانی لوگ تھے۔

دوسرا تاریخی ثبوت آپ کے فارسی الاصل ہونے کا یہ ہے کہ ایردم جی برلاس قوم برلاس کا مورث اعلیٰ ہے اس کے نام میں جی کا لفظ خالص ایرانی ہے۔ سہراب جی، رستم جی، بہرام جی یہ سب فارسیوں، ایرانیوں کے نام ہیں۔ تاتاریوں کے نام "جی" کے ساتھ قطعاً نہیں ہوتے۔ حاجی برلاس حضرت مرزا صاحب کا مورث اعلیٰ تیمور کا حقیقی چچا تھا۔

حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا:

"عرصہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے باپ دادا فارسی الاصل ہیں اور وہ تمام الہامات میں نے ان ہی دنوں براہین احمدیہ کے حصہ دوم میں درج کر دیئے تھے" (کتاب البریہ ص 134 حاشیہ)

ایک انصاف پسند انسان کے لئے یہ بات کس قدر ازدیاد ایمان کا موجب ہے کہ وہی سچ ہوا جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ پر انکشاف فرمایا تھا گو حضرت صاحب کے پاس الہام الٰہی کے سوا کوئی اور ثبوت نہیں تھا لیکن بعد کی تحقیقات نے الہام الٰہی ہی کی تصدیق کی۔

ویسے آپ کے دعویٰ سے قبل بندوبست سال 1865ء میں قادیان کے مالکان کے شجرہ نسب کے ساتھ حاشیہ میں بعنوان "قصہ قادیان کی آبادی اور وجہ تسمیہ" لکھا ہے:

"مورث اعلیٰ ہم مالکان دیہہ نے بعہد شاہان سلف (ملک فارس) سے بطریق نوکری ---- آکر---- اس جنگل افتادہ میں گاؤں آباد کیا۔"

اور اس کے نیچے مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرزا غلام جیلانی صاحب و مرزا غلام محی الدین و غیرھم کے دستخط ہیں۔ پس یہ سرکاری کاغذات کا اندراج حضرت صاحب کے

دعویٰ سے سالہا سال قبل کا حضرت صاحب کا فارسی الاصل ہونے کا یقینی ثبوت ہے۔"
(احمدیہ پاکٹ بک ص 625)

باقی رہی صینی الاصل والی پیشگوئی تو اس کے متعلق حضرت صاحب نے خود ہی تشریح کی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے خاندان میں ترک خون ملا ہوا ہو گا۔"

"آپ کی قوم برلاس تو فارسی الاصل تھی مگرچونکہ آپ کے جدامجد قراچار کی شادی چغتائی خاں کی لڑکی سے ہوئی تھی اس لئے ترکی، چینی خاندان کی آمیزش آپ کے خاندان میں ہو گئی" (مجدد اعظم حصہ اول ص 9) (مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے مجدد اعظم حصہ اول ص 1 تا 10)

بقول برنی صاحب واقعی یہ مسئلہ بہت سبق آموز ہے۔ الہام الٰہی نے دعویٰ سے پیشتر ہی حضرت صاحب پر اس معاملہ کی حقیقت کھول دی تھی جس کا ذکر گذشتہ پیشگوئیوں میں پایا جاتا تھا۔ اور آپ کی زندگی کے بعد تاریخی تحقیقات نے الہام الٰہی کے صحیح ہونے پر مہر ثبت کر دی۔

75- (الف) ہیضہ کا فیصلہ: فصل اول ص 132 خلاصہ اعتراض:

(الف) حضرت مرزا صاحب کے اشتہار "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" کے ایک حصہ کا اقتباس دیا گیا ہے کہ انہوں نے مولوی صاحب کے نام لکھا تھا کہ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو میں آپ کی زندگی ہی میں ہلاک ہو جاؤں گا کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی ----- اگر میں مفتری نہیں تو سنت اللہ کے مطابق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ آپ پر میری زندگی پر وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔

(ب) آگے چل کر برنی صاحب لکھتے ہیں:

اس اشتہار کی اشاعت کے ہفتہ عشرہ کے بعد 25 اپریل 1907ء کو اخبار بدر میں لکھا گیا۔ "ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔"

(الف) اشتہار آخری فیصلہ میں جس سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا کا ذکر ہے اس کا تعلق مباہلہ سے ہے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے قبل ازیں مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق لکھا تھا:

"اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔" (اعجاز احمدی ص 36)

ورنہ جھوٹے کا سچے کی زندگی میں مرنا کوئی سنت اللہ نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے خود اس کی وضاحت اپنی تحریروں اور تقریروں میں بارہا کی ہے۔ اس "آخری فیصلہ" والے اشتہار کے چھ ماہ بعد فرماتے ہیں:

"یہ بات کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کیا آنحضرت صلعم کے سب اعداء ان کی زندگی میں ہی ہلاک ہو گئے تھے بلکہ ہزاروں اعداء آپؐ کی وفات کے بعد زندہ رہے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے۔" (اخبار الحکم 10 اکتوبر 1907ء)

دیکھنا یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس آخری فیصلہ کے متعلق کیا ارشاد فرمایا تھا۔

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔" (اخبار اہلحدیث امرتسر 26 اپریل 1907ء ص 5-6)

"آنحضرت صلعم باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال فرما گئے اور مسیلمہ باوجود جھوٹا ہونے کے صادق کے پیچھے مرا۔" (مرقع قادیانی اگست 1907ء)

"خدا تعالیٰ جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تا کہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔"

(ریمارک از نائب ایڈیٹر اہل حدیث 31 جولائی 1908ء)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس نوٹ کی تصدیق فرمائی اور لکھا:

"میں اس کو تو صحیح جانتا ہوں" (ایضاً)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ "آخری فیصلہ" کا اعلان مباہلہ کا اعلان تھا اور اس صورت میں سنت اللہ کے مطابق مکذبین کی سزا یہ ہوتی ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ لیکن جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس تجویز کو نامنظور کر دیا بلکہ دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کے لمبی عمر پانے کا ذکر کیا تو اس صورت میں جس قسم کا فیصلہ انہوں نے چاہا تھا وہی انہیں پیش آیا۔ (اس کے متعلق تفصیل سے گفتگو دوسرے مقام پر ہو گی) برنی صاحب نے یک طرفہ بیان پر اکتفاء کیا تا کہ اصل معاملہ قارئین کی نظر سے پوشیدہ رہے۔

(ب) اس موقعہ پر برنی صاحب نے یہ بھی ہوشیاری کی ہے کہ اخبار بدر کی 25 اپریل 1907ء کی اشاعت سے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے اور برنی صاحب لکھتے ہیں کہ اعلان "آخری فیصلہ" کی اشاعت کے ہفتہ عشرہ بعد یہ الفاظ لکھے گئے تھے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ "آخری فیصلہ" 15 اپریل 1907ء کو رقم کیا گیا اور اخبار بدر کے مندرجہ بالا الفاظ 14 اپریل 1907ء کے ہیں۔ اور یہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے "آخری فیصلہ" سے قبل کی تحریروں سے متعلق ہیں۔ اگر ان الفاظ کو بطور دلیل 15 اپریل والے "آخری فیصلہ" کے متعلق بھی سمجھ لیا جائے تو ان کا صرف مطلب یہ ہو گا کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب بالمقابل دعا کرتے تو یہ دعا قبول ہو جاتی اور اس طرح سنت اللہ مکذبین کے متعلق پوری ہو جاتی۔

باقی برنی صاحب نے اس مقام میں جو استدلال کیا ہے اس کے متعلق تبصرہ اگلے اعتراضات کے ضمن میں ملاحظہ ہو۔

اب فصل اول کے آخری چند اعتراضات پر تبصرہ ہو گا جو برنی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی وفات کے متعلق کئے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی شخص کی وفات آسانی سے ہو جائے اور جان کنی کے وقت اسے شدت و اضطراب کے مرحلوں سے گذرنا نہ پڑے تو اس شخص کے نیک ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ اور نیکی اور تقویٰ کا یہی معیار ہے تو جو لوگ یک لخت ہارٹ فیل ہونے سے مرجائیں یا جنہیں ڈاکٹر بے ہوشی کا ٹیکہ لگا کر اس دنیا سے رخصت کر دیں یا جو زہریلی گیس یا شراب افیون یا کسی اور زہریلی اور نشیلی شے کے اثر سے بے ہوش ہو کر راہی عدم ہو جائیں ان کے نیک اور خدا کا برگزیدہ ہونے میں کسی اور ثبوت کی کیا ضرورت ہے!! خیر یہ امر تو بر سبیل تذکرہ تھا۔ جب ہم تاریخ اسلام کے واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں کچھ اور ہی صورت حال نظر آتی ہے۔ شہیدان اسلام میں سے سب سے اول شہادت حضرت سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ کو نصیب ہوئی ان کی تکلیف دہ موت ان کی نیکی اور تقویٰ کے منافی نہیں۔

"ایک دن کفار نے ان کو دھوپ میں لٹا دیا تھا اسی حالت میں رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو فرمایا "صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے" لیکن ابو جہل کو اس پر بھی تسکین نہ ہوئی اور اس نے برچھی مار کر ان کو شہید کر دیا۔" (اسوہ صحابہ حصہ اول مصنفہ عبدالسلام ندوی ص 27 طبع دوم)

یہی حال حضرت سعد بن معاذؓ کا ہے ان کے متعلق حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ:

"سعدؓ کو خندق کے دن ہفت اندام میں زخم ہوا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خیمہ لگا دیا تاکہ نزدیک سے اس کی بیمار پرسی کریں۔ اور مسجد میں بنی غفار کا خیمہ تھا تو ان کو صرف خون نے جو ان کی طرف بہہ رہا تھا گھبراہٹ میں ڈالا اور انہوں نے کہا کہ اے خیمہ والو یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہماری طرف آتا ہے تو معلوم ہوا کہ سعدؓ کے زخم سے خون بہہ رہا ہے اور وہ اسی سے فوت ہوئے۔ (الصحیح البخاری کتاب لصلوۃ حدیث نمبر325)

اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مصنف سیر الانصار لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلعم نے خود زخم کو داغا جس سے خون رک گیا لیکن اس کے عوض ہاتھ پھول گیا۔ ایک دن زخم پھٹا اور اس زور سے خون جاری ہوا کہ مسجد سے گزر کر بنی غفار کے خیمہ تک پہنچا لوگوں کو بڑی تشویش ہوئی پوچھا کہ کیا معاملہ ہے جواب ملا کہ منہ کا زخم پھٹ گیا۔

آنحضرت صلعم کو اطلاع ہوئی تو گھبرا اٹھے اور کپڑا گھسیٹتے ہوئے مسجد آئے۔ دیکھا تو حضرت سعدؓ کا انتقال ہو چکا ہے۔ نعش کو اپنے آغوش میں لے کر بیٹھے۔ خون برابر بہہ رہا تھا لوگ آ کر جمع ہونا شروع ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ آئے اور نعش کو دیکھ کر ایک چیخ ماری کہ ہائے ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "ایسا نہ کہو" حضرت عمرؓ نے رو کر کہا **انا للہ و انا الیہ راجعون** خیمہ میں کہرام پڑا تھا۔" (سیر الانصار حصہ دوم مصنفہ مولوی سعید صاحب انصاری ص 15 در مطبع معارف اعظم گڑھ)

برنی صاحب جیسا کوئی مخالف ہوتا تو اس واقعہ پر موت کی ہلچل کی سرخی جماتے۔ خود حضرت ابوبکرؓ نے پندرہ دن تک مسلسل شدت بخار میں مبتلا رہ کر وفات پائی (ملاحظہ ہو خلفائے راشدین جلد اول مصنفہ مولانا حاجی معین الدین صاحب ندوی ص 39 طبع ثانی)

یہ تو خیر صحابہؓ کا حال تھا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

ما رایت احدا اشد علیہ الوجع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کی بیماری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت ہو۔" (الصحیح بخاری کتاب المرضی۔ باب شدت المرض)

اس کے ساتھ ہی بخاری میں لکھا ہے:

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الاول فالاول

لوگوں میں شدت کی مصیبت والے انبیاء ہیں پھر جو (مرتبہ میں) اول پھر جو اول ہے **(ایضاً)**

اسوہ صحابہؓ میں حضرتؐ نبی اکرم صلعم کی وفات کی کچھ اور تفصیلات بھی درج ہیں

ملاحظہ ہوں:

ماتم رسول: رسول اللہ صلعم کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو جو محبت تھی اس کا اثر آپ کی زندگی میں جن طریقوں سے ظاہر ہوتا تھا۔ اس کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ لیکن آپؐ کی وفات کے بعد اس محبت کا اظہار صرف گریہ و بکا' آہ و فریاد اور نالہ و شیون کے ذریعے سے ہو سکتا تھا اور صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے ماتم میں یہ درد انگیز صدائیں اس زور سے بلند کیں کہ مدینہ بلکہ کل عرب کے درودیوار ہل گئے۔ آپؐ پر موت کے آثار بتدریج طاری ہوئے جمعرات کے دن مرض میں اشتداد پیدا ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو جب یہ دن یاد آتا تھا تو کہتے تھے۔" جمعرات کا دن - جمعرات کا کون سا دن؟ وہ جس میں آپؐ کے مرض میں ترقی ہوئی نزع کا وقت قریب آیا تو غشی طاری ہوئی' حضرت فاطمہؓ نے یہ حالت دیکھی تو بے اختیار چیخ اٹھیں "**واکرب اباہ**" ہائے باپ کی تکلیفیں" آپ کا وصال ہوا تو یہ الفاظ کہہ کر آپ روئیں **یاابتاہ اجاب ربا دعاہ' یاابتاہ من جنتہ الفردوس ماواہ' یاابتاہ الی جبرئیل نعاہ**

"لوگ آپؐ کو دفن کر کے آئے تو انہوں نے حضرت انسؓ سے نہایت درد انگیز لہجے میں پوچھا کیوں انسؓ! کیا رسول اللہ پر خاک ڈالنا تم کو گوارا تھا؟"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد مجھے کسی کا مرض الموت نہیں کھلتا۔

یہ تو اہل بیت کی حالت تھی' اہل بیت کے علاوہ اور تمام صحابہؓ کا حلقہ ماتم مسجد نبوی میں قائم تھا' اور حضرت عمرؓ لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ ابھی آپؐ کا وصال ہی نہیں ہو سکتا' حضرت ابوبکرؓ نے آکر یہ حالت دیکھی تو کسی سے بات چیت نہیں کی' سیدھے آپؐ کی لاش مبارک تک چلے گئے۔ منہ کھول کر آپؐ کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور روئے' وہاں سے نکل کر لوگوں کو سمجھایا تو سب کو آپؐ کی موت کا یقین آیا (بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ)

ایک شخص صحابہؓ کے قلق و اضطراب کا یہ عالم دیکھ کر مدینہ سے عمان آیا تو لوگوں کو آپؐ کے وصال کی خبر دی اور کہا میں مدینہ کے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ

ان کے سینے دیگچی کی طرح ابال کھا رہے ہیں (اصابتہ تذکرہ) حضرت عبداللہ بن ابی لیلیٰؓ انصاریؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ کے وصال کے وقت میں بچہ تھا۔ لوگ اپنے سروں اور کپڑوں پر خاک ڈال رہے تھے اور میں ان کے گریہ و بکا کو دیکھ کر روتا تھا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن ابی لیلیؓ) (بحوالہ اسوۂ صحابہ حصہ اول از عبدالسلام ندوی در مطبع معارف شہر اعظم گڈھ طبع دوم 1351ھ ص 187 - 188)

ان تمہیدی اشارات کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مصنف ''قادیانی مذہب'' نے حضرت مرزا صاحب کی آخری بیماری کے متعلق اس قسم کے عنوانات قائم کئے ہیں۔ ''ایک سخت بیماری'' ''موت کی کی ہلچل'' ''مرض الموت'' ''وقت اخیر'' وغیرہ اور حسب عادت اور حسب منشاء احمدیہ لٹریچر سے اقتباسات پیش کئے ہیں۔ اگر وہ تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے تو شاید وہ اس سلسلہ میں ذرا محتاط ہو کر تاریخ احمدیت کے ''اسرار نہانی'' کو منظر عام پر لاتے۔

ان کے پیش کردہ اقتباسات بہ تفصیل تبصرہ ملاحظہ ہوں:

76- مرزا صاحب کی وفات: فصل پہلی ص 133 خلاصہ اقتباس:

حضرت مرزا صاحب کی وفات کے متعلق ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کا ایک اعلان ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت صاحب کی اسہال کی دیرینہ بیماری کا وفات سے دو تین روز پہلے بھی حملہ ہو چکا تھا۔ 25 مئی کی شام کو حضرت صاحب سارا دن لیکچر ''پیغام صلح'' لکھنے میں مصروف رہے اور شام کو سیر کے لئے تشریف لے گئے واپسی پر حضور کو پھر اس بیماری کا دورہ شروع ہو گیا۔ ادویات دی گئیں لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا جب تکلیف بڑھ گئی تو ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب، مولانا نور الدین، خواجہ کمال الدین اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبان کو بلایا اور مرزا یعقوب بیگ صاحب کو پاس بلا کر کہا مجھے سخت اسہال کا دورہ ہو گیا ہے آپ کوئی دوا تجویز کریں۔ علاج شروع کیا گیا حالات نازک ہو گئی تھی اس لئے ہم پاس ہی ٹھہرے رہے۔ دوسرے دن 26 مئی 1908ء کو سوا دس بجے حضرت مرزا صاحب فوت ہو گئے۔

ویسے حضرت مرزا صاحب کو جب بھی تکلیف ہوتی دماغی محنت کی کثرت کے بعد شروع ہوتی تھی وفات کے ایک روز قبل اگر آپ کے صبح سے شام تک کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کے اوقات کی مصروفیت کا اندازہ ہو گا۔ ان کا زیادہ حصہ لیکچر لکھنے میں صرف ہوا۔ لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ علیحدہ جاری رہا۔ ظہر کے وقت ایک سرحدی شخص کا آکر شوخی سے کلام کرنے کا ذکر اخبار بدر میں ہے نماز عصر کے بعد چند سناتن دھرم ہندو مستورات ملنے کے لئے آئیں جو آپ سے نصائح سننے کی مشتاق تھیں۔ حضرت صاحب نے ان کو توحید کا وعظ کیا اور شرک اور بت پرستی سے بچنے کی ہدایت فرمائی اور دعا بھی سکھائی اور دعا کرنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ شام کو جب آپ سیر کے لئے تشریف لے گئے تو چہرہ اداس تھا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور آج اداس نظر آتے ہیں۔ فرمانے لگے:

"میری حالت اس ماں کی طرح ہے جس کا بچہ ابھی چھوٹا ہو اور وہ اسے چھوڑ کر رخصت ہو رہی ہو۔"

یہ اپنی وفات کی طرف صریح اشارہ تھا اور بچہ جسے چھوڑ کر یہ روحانی ماں جا رہی تھی وہ جماعت تھی (مجدد اعظم حصہ دوم ص 1204 - 1205) ویسے تو وفات کے وقت کا حقیقی علم خدا تعالیٰ کی ذات ہی کو تھا لیکن آثار اور قرائن سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ حضرت صاحب اب جلد ہی دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں اور جب بیماری کے ضعف سے آپ کا سر چارپائی سے جا ٹکرایا تو ان کی اہلیہ کے منہ سے گھبرا کر نکلا:

"اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے؟"

تو حضرت صاحب نے فرمایا:

"وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا"

(بحوالہ سیرت المہدی ص 109 منقول قادیانی مذہب فصل پہلی ص 137)

دراصل حضرت صاحب اپنی اہلیہ محترمہ کو اس خدائی امتحان کے قبول کرنے کے لئے قبل ازیں ہی تیار کر چکے تھے اور اس کی طرف اس فقرہ میں اشارہ تھا "وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا"۔ 26 اپریل کو قادیان سے چلتے ہوئے آپ کو یہ الہام ہوا تھا:

"مباش ایمن از بازی روزگار"

اور لاہور پہنچ کر یہ الہام ہوا:

"مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار"

یعنی عمرِ فانی پر بھروسہ مت کر۔

9 مئی کو یہ الہام ہوا: **"الرحیل ثم الرحیل ان اللہ یحمل کل حمیل"**

یعنی کوچ کا وقت آگیا اللہ سب بوجھوں کو اٹھا لے گا۔

وفات سے چھ روز قبل دوبارہ الہام ہوا۔ **"الرحیل ثم الرحیل الموت قریب"**

کوچ کا وقت آن پہنچا۔ موت اب قریب ہے۔

حضرت صاحب کوچ کے لئے بالکل تیار تھے لیکن جماعت کے خدام اور خاندان کے افراد کو جب اس صدمہ کا سامنا کرنا پڑا تو فطری تقاضا کے تحت انہیں حضرت صاحب کی اس قدر جلد جدائی کا یقین نہیں آتا تھا۔ اس لئے بعض رسالوں میں اسے ناگہانی واقعہ قرار دیا گیا اور بعض جگہ لوگوں کو اس خبر کی صداقت پر یقین نہ آیا جسے برنی صاحب نے اگلے اقتباس میں نشانہ ہدف بنایا ہے:

جب حضرت صاحب نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے فرمایا تھا کہ

"آپ کوئی دوا تجویز کریں"

تو اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا:

"حقیقت میں تو دوا آسمان پر ہے - آپ دوا بھی کریں اور دعا بھی" (مجدد اعظم حصہ دوم ص 1209)

دیگر تفصیلات آگے ملاحظہ ہوں۔

77- ایک سخت بیماری: فصل پہلی ص 134 خلاصہ اقتباسات:

رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد 13 نمبر 6 ص 231 کے ایک مضمون کا اقتباس کہ حضرت صاحب کی وفات ناگہانی ہوئی سارا دن پیغام صلح لکھنے میں مصروف رہے اور شام کو حسب معمول سیر کے لئے تشریف لے گئے رات کو وہ ایک سخت بیماری میں (یعنی دست اور قے للمولف برنی) مبتلا ہو گئے صبح آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی وفات کی خبر احمدی جماعت کے لئے بالکل ناگہانی تھی چنانچہ جس جگہ خبر پہنچی لوگوں کو اس کی صداقت پر

اعتبار نہ آیا۔

اخبار الحکم کا اقتباس:

جب آپ 26 اپریل 1908ء کو لاہور تشریف لے گئے اس وقت آپ پر وحی ہوئی تھی جو آپ کی وفات پر دلالت کرتی ہے مباش ایمن ازبازی روزگار۔ (الحکم خاص نمبر جلد 37 نمبر 18-19 مورخہ 28 مئی 1934ء)

دو اقتباس ریویو آف ریلیجز سے اور لے لئے گئے ہیں جن میں قریباً وہی مضمون ہے جو اوپر پہلے اقتباس میں درج ہے۔

نمبر 76 میں جو اعلان ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا اس میں حضرت صاحب کی اسہال کی بیماری کا ذکر تھا۔ برنی صاحب نے جب تک اس ایک بات کو دس دفعہ مختلف حوالوں کے پیرایہ میں دہرا نہیں لیا انہیں اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ اگر کہیں اسہال کا لفظ بیماری کے ساتھ استعمال نہیں ہوا۔ وہاں خود قوسین میں بار بار اس کا اعادہ کرتے رہے۔

حضرت مرزا صاحب آخر انسان تھے۔ گو وہ خدمت دین کے لئے مامور تھے اور اس کام میں ان کے شب و روز گذرتے تھے۔ لیکن انسان کی جسمانی صحت کے جو اٹل قانون ہوتے ہیں ان کی زد سے کوئی انسان نہیں بچ سکتا چاہے وہ نبی ہو یا ولی۔ حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں نقص صحت کے بہت سے مرحلے آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بخیر و عافیت گزار دیئے۔ اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے کہ ذیابیطس کی شدید تکلیف کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی بصارت کو ضائع ہونے سے بچایا بلکہ آخر عمر تک ان کو چشمہ کا محتاج نہیں کیا۔ لیکن جس بیماری سے ان کا انتقال ہوا اس کے متعلق ان کو بتلا دیا گیا تھا کہ یہ پورے طور پر دور نہیں ہو گی بیچ بیچ میں افاقہ ہو جاتا تھا لیکن پھر بیماری لوٹ آتی تھی۔ جب تک خدا نے چاہا اس بیماری کی ہلاکت آفرینی سے آپ کو محفوظ رکھا لیکن جب آپ کا وقت آگیا تو پھر کوئی دوا دارو کام نہ آسکا۔ **کل من علیھا فان**

77- **موت کی ہلچل:** فصل پہلی ص 135 قاضی محمد اکمل صاحب کے مضمون کا

ایک اقتباس:

یوم وصال کی صبح کو گو علالت کی خبر مل چکی تھی مگر یہ معلوم نہ تھا کہ یہ صبح ہمارے لئے شام فراق بننے والی ہے۔ مجھے سماچار پریس میں بھیج دیا گیا۔ لیکن میں اپنے قلب میں کچھ اس طرح اضطراب پاتا کہ نہیں سمجھتا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا۔ بجائے بارہ بجے کے سوا نو بجے ہی واپس چلا آیا۔ آتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ سراسیمہ پریشان اور حیران پھر رہے ہیں۔ ایک دو سے پوچھا مگر کچھ جواب نہیں ملا (شاید ہیضہ کے آثار میں گومگو کا عالم ہو - للمولف برنی) آخر معلوم ہوا کہ حضور اس وقت نازک حالت میں ہیں۔ (گویا نزع کی عام صورت نہیں للمولف برنی) تھوڑی دیر بعد انگریز ڈاکٹر آیا مگر آتے ہی چلا گیا (آخر تک موت کی خاص صورت ظاہر ہے۔ للمولف برنی) اور ادھر ایک دوست کو **اناللہ وانا الیہ راجعون** پڑھتے سن لیا۔ کلیجہ پکڑے دل مسوس کر رہ گیا۔" (اخبار الحکم خاص نمبر جلد 37 نمبر 18 - 19 / 21 - 28 مئی 1934ء)

اگر اس اقتباس میں سے برنی صاحب کی جا بجا "قلم کی شوخیوں" اور مہذب یا غیر مہذب ظرافتوں کو علیحدہ کر دیا جائے تو اس کے ہل چل والے اقتباس میں ایسی کون سی بات ہے جو قابل اعتراض ہے۔ جب انسان کا کوئی عزیز دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس طرح کی ہلچل اس ماحول میں پیدا ہو جاتی ہے حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات کا حال ابتداء میں درج ہو چکا ہے۔ تعجب ہے برنی صاحب کو اس ساری ہلچل میں اور بہت سی باتیں نظر نہ آئیں۔ نظر آئیں بھی تو انہیں درج فرما کر اس "جاسوسی کے ناول کی طرح بے حد دلچسپ اور دلفریب" کتاب کی "عظمت" کو داغدار کیوں کرتے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ایک بیان ملاحظہ ہو:

"بعد میں ڈاکٹر سدرلینڈ پرنسپل میڈیکل کالج لاہور کو بھی جو بہت مشہور ڈاکٹر تھا بلایا گیا۔ لیکن موت کا کوئی علاج نہیں۔ حافظ فضل احمد پاس سورۃ یٰسین پڑھتے رہے اور آخر 26 مئی 1908ء کو مطابق 24 ماہ ربیع الثانی 1326ھ بروز منگل بوقت سوا دس بجے صبح احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب اس جہان فانی سے رحلت

فرما گئے اور اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون آخری وقت میں حضرت اقدس کی زبان پر صرف یہی کلمات تھے۔ ''اے میرے پیارے اللہ۔ اے میرے پیارے' اے میرے پیارے۔ اے میرے پیارے اللہ''۔ یہی الفاظ بڑی محبت بھرے لہجے میں آپ کہتے رہے۔ جب فجر کی نماز کی اذان کان میں پڑی تو پوچھا کیا صبح کا وقت ہو گیا۔ پھر باوجود سخت ناطاقتی اور کمزوری کے آپ نے نماز کی نیت باندھ لی اور نماز ادا کی۔ یہاں تک کہ آپ اپنے اس پیارے کو جا ملے جس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے آپ رات دن کوشاں تھے۔

حضرت اقدس کی زوجہ محترمہ کا صبر جمیل: حضرت اقدس کی زوجہ محترمہ نے اس وقت صبر جمیل کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ جس سے حضرت اقدس کی قوت قدسی کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت کی بیماری کے دوران میں آپ برابر چارپائی کے پاس برقعہ اوڑھے بیٹھی رہیں اور دعا کرتی رہیں۔ اور کبھی کبھی سجدہ میں گر جاتیں اور بار بار یہی کہتی تھیں کہ اے حی و قیوم خدا۔ اے میرے پیارے خدا۔ اے قادر مطلق خدا۔ اے مردوں کے زندہ کرنے والے خدا تو ہماری مدد کر۔ اے وحدہ لا شریک خدا میرے گناہوں کو بخش' میں گنہگار ہوں۔ اے میرے مولا میری زندگی بھی ان کو دے دے میری زندگی کس کام کی یہ تو دین کی خدمت کرتے ہیں۔

بار بار آپ کی زبان پر یہی کلمات تھے۔ اور آخر جب حالت بالکل نازک ہو گئی تو فرمایا کہ: ''اے میرے پیارے خدا یہ تو ہمیں چھوڑتے ہیں مگر تو نہ ہمیں چھوڑیو۔'' حضرت اقدس کی وفات پر آپ نے کسی قسم کا جزع فزع نہیں فرمایا۔ اور جب دیگر مستورات نے رونا شروع کیا تو آپ نے جھڑک دیا کہ میرے تو وہ خاوند تھے جب میں نہیں روتی تو تم رونے والی کون ہو'' غرضیکہ صبرو استقلال کا نہایت اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا۔

خدام کا صبر جمیل: ایسے سخت صدمہ کے وقت میں نہ صرف آپ کے خاندان کے لوگوں کو بلکہ تمام خدام کو اللہ تعالیٰ نے بڑا صبر عطا فرمایا۔ کوئی جزع فزع نہیں کی گئی کسی

کے منہ سے کوئی شکوہ کا یا بے صبری کا کلمہ نہیں نکلا۔ ایسے مصائب کے وقت میں جو صبر کا نمونہ خود حضرت اقدس دکھایا کرتے تھے وہی آپ کے خدام نے دکھایا۔ بلکہ سب کے سب ایسے نازک موقعہ پر تجہیز و تکفین کے کاموں میں نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ لگ گئے۔ یہاں تک کہ لاہور کے مخالفین آتے تو حیران ہو کر واپس چلے جاتے تھے اور یقین نہ کرتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ کیونکہ ان کو چیخیں مار کر روتا ہوا اور آہ و بکا میں مصروف کوئی نہ دکھائی دیتا تھا۔" (مجدد اعظم حصہ دوم مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ص 1209 - 1210)۔

بعض اشد مخالفین کا سفلہ پن: لاہور میں بعض اشد مخالفوں نے اس موقعہ پر جس کمینہ پن کا نمونہ دکھایا اس کی نظیر شاید بہت کم ملے گی۔ حضرت اقدس کی وفات کی خبر مشہور ہوتے ہی ان لوگوں نے ایک ہڑبونگ مچا دی اور بڑی تعداد میں آوازے کسے اور نعرے لگاتے ہوئے حملہ کر کے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر آنے لگے ----- تمام دن خوشی سے دیوانے ہو ہو کر عجب عجب خفیف الحرکاتی کا مظاہرہ کرتے رہے جس کا ذکر کرنا یہاں فضول ہے۔ ان کے مولوی اور پیر ان سب باتوں کو دیکھتے اور خوش ہوتے اور خلاف تقویٰ اور تزیل شان اسلام حرکات قبیحہ سے بالکل نہ روکتے بلکہ در پردہ اکساتے۔ یہاں تک کہ جب حضرت اقدس کا جنازہ لے کر احمدی جماعت سٹیشن کو روانہ ہوئی تو ان بازاری لوگوں نے اپنے میں سے ایک شخص کا منہ کالا کر کے اسے ایک چارپائی پر لٹا کر جنازہ اٹھایا اور آگے آگے وہ فرضی جنازہ اور پیچھے پیچھے یہ لوگ ہائے ہائے مرزا ہائے مرزا کے نعرے لگاتے اور مصنوعی ماتم کرتے سٹیشن کی طرف چل پڑے۔ ظاہر ہے کہ ایسے رنج و غم کے موقعہ پر تمسخر' یہ استہزا اور کمینہ پن کا مظاہرہ کس قدر مزید رنج و غم کا موجب ہوا ہو گا۔ لیکن احمدی جماعت کے افراد نے بڑے صبر سے کام لیا ---- بلکہ یہ قبیح حرکت ان کے ازدیاد ایمان کا موجب بنی کہ اگر مسلمانوں کی حالت ایسی ناگفتہ بہ نہ ہو گئی ہوتی تو کسی مصلح کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ پھر ان مخالفین نے ریلوے کے حکام کو خفیہ طور پر یہ جھوٹی رپورٹ دی کہ مرزا غلام احمد ہیضہ سے مر گیا ہے اور ہیضہ چونکہ متعدی مرض ہے اس لئے ایسے آدمی کی نعش جو کسی متعدی مرض سے فوت ہوا ہو

بذریعہ ریل دوسری جگہ نہیں جا سکتی --- چنانچہ جب جنازہ سٹیشن پر پہنچا تو ریلوے افسروں نے اعتراض کیا کہ چونکہ سنا گیا ہے کہ مرزا صاحب ہیضہ سے فوت ہوئے ہیں اس لئے جب تک ڈاکٹری سرٹیفکیٹ اس خبر کی تردید میں پیش نہ کیا جائے ہم جنازہ کو ریل میں لے جانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب نے اسی وقت ڈاکٹر سید رلینڈ کا سرٹیفکیٹ نکال کر پیش کر دیا اس پر ریلوے افسروں نے اجازت دے دی۔" (ایضاً ص 1212-1211)

78- **مرض الموت :** فصل پہلی ص 136 سیرت المہدی حصہ اول ص 7 سے صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی روایت بیان کی گئی ہے۔

مضمون وہی ہے جو 76 - 77 میں بیان ہو چکا ہے تبصرہ کے لئے گزشتہ اعتراضات دیکھے جائیں۔

79- **وقت آخر:** فصل اول ص 136 - 137 خلاصہ اقتباس:

حضرت مرزا صاحب کی اہلیہ محترمہ کی روایت بہ اختصار کہ حضرت مرزا صاحب کو تکلیف کھانا کھاتے وقت شروع ہوئی تھی اس کے بعد آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے۔ لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوتی رہی اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا اور بعد میں آپ کو ایک اسہال کے ساتھ قے بھی آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ اس پر گھبرا کر میں نے کہا "اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے۔"

تو آپ نے کہا کہ وہی جو میں کہا کرتا تھا۔ (بحوالہ سیرت المہدی ص 109) میر ناصر نواب صاحب کی روایت کہ حضرت صاحب کو وبائی ہیضہ ہو گیا تھا۔

برنی صاحب نے اس حوالہ کو اس لئے درج کیا ہے کہ اس میں اسہال کے ساتھ قے کرنے کا ذکر ہے اور ان کے نزدیک اسہال کے ساتھ قے ہو تو یہ ہیضہ کی علامت ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آ چکا ہے۔ حضرت صاحب کو اسہال صفراوی کی تکلیف ہو جایا کرتی تھی جس میں علاوہ دست کے بعض اوقات قے بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسہال صفراوی کی بحث میں طب کی کتب میں لکھا ہے:

اسباب مرض: گرم ممالک اور گرم موسم۔

علامات مرض: مریض کو قے اور دست آنے لگ جاتے ہیں۔" (مخزن الحکمت ایڈیشن پنجم جلد دوم ص 1683 بحوالہ ہمارا مذہب مصنفہ مولوی علی احمد صاحب اجمیری۔

اسی طرح The Prescriber میں بھی اسہال (ڈائریا) کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں بعض اوقات دستوں کے ساتھ قے بھی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ (بحوالہ ہمارا مذہب ص 364)

ڈائریا اور ہیضہ کے دستوں میں ایک مابہ الامتیاز یہ ہے کہ ہیضہ کے دست پیچھ کی طرح سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ مگر ڈائریا کے دست سفید رنگ کے نہیں ہوتے اور حضرت مرزا صاحب کو جو دست آتے تھے ان کے متعلق یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ سفید تھے۔ پس آپ کے مرض کی صحیح تشخیص جیسا کہ ڈاکٹروں نے کی تھی اسہال ہے نہ کہ ہیضہ۔" (ہمارا مذہب ص 364)

خود حضرت مرزا صاحب نے یہی فرمایا تھا جیسا کہ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے اعلان میں درج ہے کہ "مجھے سخت اسہال کا دورہ ہو گیا ہے" جن دنوں حضرت صاحب لاہور میں مقیم تھے لاہور میں ہیضہ کا نام و نشان نہ تھا نہ آپ کی وفات سے قبل ہیضہ کا کوئی کیس ہوا نہ آپ کی وفات کے بعد' ہیضہ کے مریض سے جس قسم کا پرہیز کیا جاتا ہے اس کا کوئی نمونہ اس وقت دیکھنے میں نہیں آیا۔ اطباء حضرت صاحب کے خاندان کے افراد اور جماعت کے دوسرے دوست آتے جاتے تھے اور حضرت صاحب کی خدمت میں مصروف رہے ان میں سے کسی پر ہیضہ کا حملہ نہ ہوا نہ کسی نے حضرت صاحب کی وفات کے بعد ہیضہ کا ٹیکہ لگوایا آخر اور جو چھوٹے چھوٹے امور حضرت صاحب کی وفات کے متعلق اخبارات و رسائل میں محفوظ ہو گئے کیا ان میں سے کہیں اس قسم کا ذکر بھی پایا جاتا ہے کہ لوگوں نے ہیضے کے ٹیکے لگوانے شروع کر دیئے ہوں اور تو اور خواجہ کمال

الدین صاحب نے وہ بستر جس پر حضرت صاحب کی وفات ہوئی تھی لپیٹ کر محفوظ کر لیا اور خواجہ نذیر احمد صاحب فرزند خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے راقم سطور ہذا سے ایک بار لاہور میں ذکر کیا (جن دنوں وہ احمدیہ بلڈنگس رہا کرتے تھے) کہ یہ بستر اب تک ان کے پاس محفوظ ہے۔ کیا ہیضہ کے مریض کے کپڑوں سے یہی سلوک ہوتا ہے۔ ڈاکٹری مشورہ کے مطابق تو ان کے قریب بھی نہیں پھٹکنا چاہئے نہ یہ کہ انہیں لپیٹ کر اپنے گھر میں رکھ لیا جائے۔ آخر خواجہ کمال الدین صاحب کو اپنے بیوی بچوں کی صحت و عافیت کا فکر نہ تھا کہ ہیضہ کے جراثیم سے بھرے ہوئے کپڑے اپنے گھر میں لے گئے۔ اگر انہیں یہ خیال نہیں ہوا تھا تو ان کے ڈاکٹر دوستوں میں سے مرزا یعقوب بیگ صاحب سید محمد حسین شاہ صاحب تھے۔ وہی انہیں سمجھاتے کہ یہ کیا بیوقوفی کرنے لگے ہو۔ اگر تمہیں یہ بستر لے جانا ہی ہے تو کم از کم اسے اچھی طرح سے Disinfect ہی کرا لو جس مکان میں حضرت صاحب فوت ہوئے اسے بھی پوری طرح سے ڈس انفیکٹ کرنے کا اہتمام ہونا چاہئے تھا اور کفن دفن میں شریک ہونے والوں کو تو مزید احتیاط برتنی چاہئے تھی۔ آخر ایک محلہ میں ہیضہ کا مریض فوت ہو جائے تو کیا کیا احتیاطی تدابیر عمل میں نہیں لائی جاتیں۔ لیکن یہاں تو کوئی ایسا ہنگامہ برپا نہ ہوا تمام کام خاموشی اور سکون سے انجام پائے۔ یہ واقعاتی شہادت ---- Circumstantial evidence ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ حضرت صاحب کی وفات ہیضہ سے نہیں ہوئی۔ باقی میر ناصر نواب صاحب کی روایت وہ بھی تیس سال بعد حیات ناصر سے پیش کی گئی ہے۔ اس میں انہیں یقیناً ذہول ہو گیا ہے اس لئے جو بات حضرت مرزا صاحب نے مرزا یعقوب بیگ صاحب سے کہی تھی کہ مجھے سخت اسہال کا دورہ ہو گیا ہے یقیناً وہی میر ناصر صاحب سے بھی کہی ہو گی۔

خود جماعت احمدیہ ربوہ کے دوست اس روایت کو درست تسلیم نہیں کرتے۔ مصنف تحقیق عارفانہ لکھتے ہیں:

"ہمیں یہ روایت مسلم نہیں کیونکہ یہ واقعات کے صریح خلاف ہے۔ حضرت اقدس نے ہرگز وبائی ہیضہ سے وفات نہیں پائی بلکہ آپ نے اسہال کی پرانی بیماری ہی کے حملہ

سے وفات پائی ہے نہ کہ ہیضہ سے۔" (تحقیق عارفانہ ص341 مصنفہ قاضی محمد نذیر مطبوعہ ربوہ 1964ء)

80- **(الف) نعوذ باللہ :** فصل پہلی ص 138 چوہدری محمد اسماعیل صاحب کا اخبار پیغام صلح سے ایک مضمون کا اقتباس درج ہے جس میں خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات سے متعلق ایک قادیانی بزرگ نے کسی بے بنیاد قول کا ذکر ہے نیز یہ کہ حضرت صاحب کے مخالفین بھی اس قسم کی باتیں حضرت صاحب کی وفات کے متعلق کرتے ہیں۔

چوہدری صاحب تو اس قادیانی "بزرگ" کی اور مخالفین کی باتوں کو بے اصل قرار دیتے ہیں اور برنی صاحب اسے اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں اگر مخالفین کی باتوں کو ہی قابل اعتناء سمجھنا ہے تو برنی صاحب اور ان کے ہمنوا ذرا ان مخالفین اسلام کے اقوال کو بھی ملاحظہ کریں جو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور وفات کے متعلق اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ ان دو کتب کو ہی دیکھنا کافی ہو گا ورنہ اس فہرست میں اور ناموں کا بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے:

1- The Call of the Minaret by Kenneth Cragg

Publisher Osford University Press, 1956 p. - 187

2- A Conribution to the Islamic Civilisation

by Von Kramer, p. 188

82- **عبرت :** فصل پہلی ص 139 گذشتہ اعتراضات کے سلسلہ میں اس پر بحث ہو چکی ہے۔

پیغام احمدیت: فصل دوسری کے جوابات

مولف کی ہوشیاری ایک ہی حوالہ کو تقسیم کر کے مختلف سرخیوں کے ماتحت اپنی مطلب براری کے لئے پیش کرنا:

امید ہے اب تک قارئین مولف ”قادیانی مذہب“ کے انداز بیان سے کماحقہ' واقف ہو چکے ہوں گے۔ اس کتاب کے ہر باب میں مصنف نے نت نئے گل کھلائے ہیں۔ اس فصل کا بیشتر حصہ مسائل نبوت پر مشتمل ہے حوالہ جات کی ترتیب میں اس امر کا خاص خیال رکھا ہے کہ حقائق مسخ ہو جائیں۔ لیکن حوالہ جات کی بھرمار سے پڑھنے والے پر یہ اثر پڑے کہ مصنف نے بڑی جان ماری سے یہ سب مضمون تیار کیا ہے - اب ان کے عنوانات یا اعتراضات پر علیحدہ علیحدہ تبصرہ ملاحظہ ہو۔

نبوت کی تمہید

1- نبی رسول: فصل دوسری ص 142

”انبیاء اس لئے آتے ہیں تاکہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام کو لا دیں۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم ص 32)

جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوئی ہے نیز خلق اللہ کو وہ کلام سناوے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہوں۔ (آئینہ کمالات اسلام ص 344 / 26 فروری 1893ء)

یہی حوالہ جات بالترتیب اخبار الحکم 10 جون 1903ء اور اخبار الحکم 15 جون 1903ء

میں بھی شائع ہو چکے ہیں معلوم ہوا کہ برنی صاحب نے ---- دعویٰ نبوت میں تدریجی دور کا آغاز ہی غلط حوالہ جات سے کیا ہے۔ جو بات آپ نے دور اول میں کہی وہی دور آخر میں بیان فرمائی نہ حضرت مرزا صاحب نیا دین لائے نہ انہوں نے نیا قبلہ مقرر کیا نہ کسی حکم کو منسوخ کیا۔ نہ نئی امت بنائی نہ نئی کتاب ان پر نازل ہوئی۔ ان کی بعثت کی غرض تو تجدید و اشاعت دین تھی اگر کوئی شخص اس کے علاوہ کوئی بات ان کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کے مفتری ہونے میں شک نہیں۔

2- ختم نبوت پر ایمان و اصرار: فصل دوم ص 142 - 146

برنی صاحب نے ختم نبوت پر ایمان و اصرار کے سلسلہ میں انیس حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ ان میں سے نو حوالہ جات میں اس امر کا بصراحت ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد وحی نبوت و رسالت بہ پیرایہ جبرئیل منقطع ہو چکی۔ (ملاحظہ ہوں حوالہ جات نمبر1 - 3 - 4 - 5 - 6 - 7 - 9 - 12 - 18)- اس کے مقابل پر حضرت مرزا صاحب ہمیشہ یہی فرماتے رہے ہیں کہ ان کی وحی ولایت و محدثیت کی وحی ہے۔ صاحب انصاف پسند کے لئے تو یہ امر ہی کافی ہے کہ جو شخص وحی نبوت کے حصول کا انکار اور وحی ولایت کے حصول کا اقرار کرتا ہے وہ نبوت کا مدعی کیسے ہو سکتا ہے لیکن برنی صاحب اتنی سی بات تسلیم کر لیتے تو پھر احمدیت کے خلاف انسائیکلوپیڈیا کیسے تیار ہوتا۔

مصنف "قادیانی مذہب" کی چالاکی: اس فصل میں آپ نے اپنی علمی تحقیق کا ایک اور کرشمہ بھی دکھایا ہے۔ ان کی تالیف کا مقصد یہ بھی ہے کہ وہ قارئین کو اس امر کا یقین دلائیں کہ ایک دور میں حضرت مرزا صاحب کو ختم نبوت پر ایمان و اصرار تھا اور وہ اپنے آپ کو اولیاء کے گروہ کا فرد قرار دیتے تھے اس کے بعد ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ڈرتے ڈرتے ترقی کی۔ جب کسی نے ٹوکا تو فوراً معذرت پیش کر دی یا دستکش ہو گئے۔ اسی طرح محدثیت سے نبوت تک ترقی کی اور ایک وقت آیا کہ نبوت کے ولولے میں جان پڑ گئی اور انہوں نے کھلم کھلا اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ (ق م - ص 153)

قارئین کو خیال ہو گا کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت تک اس ترقی کا برنی صاحب نے بڑی محنت شاقہ سے سراغ لگایا ہو گا لیکن ۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جس نے ذرا غور سے بھی حضرت مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ حقیقت بہت جلد منکشف ہو جائے گی کہ برنی صاحب کو حقائق سے واسطہ نہیں بلکہ اپنے نظریات سے ہے اور ان کی مسلسل یہی کوشش ہے کہ حقائق ان کے نظریات کے تابع ہو جائیں۔ آئینہ کمالات اسلام' ازالہ اوہام اور حمامتہ البشریٰ سے جو جو حوالہ جات ان کو ختم نبوت پر ایمان و اصرار کے سلسلہ میں ملے انہوں نے اعتراضات نمبر2 کے تحت درج کر دیئے (ق م - ص 142) لیکن انہی کتب سے دیگر حوالہ جات انہوں نے اعتراض نمبر5 "محدثیت سے نبوت تک ترقی" کے سلسلہ میں پیش کر دیئے (ق م-ص 149) تاکہ دونوں طرف کا حساب برابر رہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں کسے اتنی فرصت ہے کہ وہ دیکھتا پھرے کہ ابھی تو اس کتاب سے ختم نبوت کی حمایت میں حوالہ جات پیش ہو رہے تھے اور اب دوسرے عنوان کے ماتحت اسی کتاب سے اپنی نبوت تک ترقی یا اپنی نبوت کی تشکیل (ق م ص 165) کے سلسلے میں حوالے پیش کرنے شروع کر دیئے۔ جب ضرورت محسوس ہوئی دو چار صفحات میں سے چن چن کر عبارتیں اپنے حسب منشاء جدھر چاہیں "لڑھکا" دیں اور اعلان کر دیا کہ لیجئے جناب حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں تضاد و ابہام و التباس کا ثبوت مل گیا۔

چالاکی پر چالاکی: برنی صاحب کی علمی تحقیق کی کرشمہ سازیاں یہیں ختم نہیں ہو جاتیں۔ بعض اوقات وہ ایک ہی عبارت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے مختلف موقعوں پر استعمال کرتے ہیں۔ قارئین کو جنہیں جدید تعلیم یافتہ محض پروفیسر محمد الیاس برنی سے کچھ حسن ظنی ہے اس بات کا شائد جلد یقین نہ آئے۔ لیکن واقعات کی شہادت کو کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے۔ برنی صاحب بحث تو اس امر سے کر رہے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب بتدریج ولایت و محدثیت سے نبوت کے نام اور مقام تک پہنچے لیکن اس کے ثبوت کے لئے انہوں نے انجام آتھم ص 27 حاشیہ (22 جنوری 1897ء) کی ایک ہی عبارت کو دو

حصوں میں تقسیم کر کے مختلف عنوانات کے ماتحت درج فرمایا ہے۔ اول حصے کو ختم نبوت پر ایمان و اصرار کے سلسلے میں (ق م - ص 145)' دوسرے حصے کو "ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی" کے سلسلے میں (ق م - ص 148) اور پھر اسی دوسرے حصے کو "نبوت سے معذرت" کے سلسلے میں (ق م - ص 152) پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ختم نبوت پر ایمان و اصرار (ق م - ص 145) : "کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت **ولکن رسول اللہ و خاتم النبین** کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں" (انجام آتھم ص 27 حاشیہ 22 جنوری 1897ء)

اور اس کے ساتھ ہی ملحقہ عبارت کو وہ دوسرے عنوان کے تحت پیش کرتے ہیں۔

ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی: (ق م - ص 148)

"صاحب انصاف کو یاد رکھنا چاہے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے۔" (انجام آتھم ص 27 حاشیہ - 22 جنوری 1897ء)

اور جب نبوت سے معذرت کا سوال پیش ہوا تو پھر یہی حوالہ "صاحب انصاف کو یاد رکھنا چاہئے ---- " الخ دوبارہ درج فرما دیا (ق م - ص 152)

مطلب یہ ہے کہ ایک ہی صفحہ پر بڑی شدومد سے نبوت سے انکار بھی ہے اور اسی صفحہ میں نبوت کے نام تک ترقی بھی ہے اور پھر اسی صفحہ بلکہ انہیں الفاظ میں نبوت سے معذرت بھی ہے۔

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

اور پھر مولف اپنی کتاب کے متعلق اس پر نازاں ہیں کہ

"جدید تعلیم یافتہ طبقوں نے اس کی قدر کی۔ مذہبی مباحث کے پیش نظر اس کو

نفسیاتی تحقیق کا ایک علمی کارنامہ شمار کیا۔": (تمہید چہارم ص 21)

واقعی: ایسے "علمی کارنامے" اور "علمی محاسبہ" کی مذہبی مباحث میں اس سے پیشتر مثال نہیں ملتی۔ لیجئے ہم اس اقتباس کو تفصیل سے درج کئے دیتے ہیں تاکہ قارئین کو خود معلوم ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب کا صاف اور صریح عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا اور آپ نے کبھی اور کسی وقت بھی حقیقی طور پر نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور یہ کہ غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا مستلزم کفر نہیں اور یہ کہ نبی اللہ کا لفظ جو آنے والے مسیح کے متعلق استعمال ہوا ہے وہ صرف مجازی معنوں کی رو سے استعمال ہوا ہے۔ جو صوفیا کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمہ الہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔ یہی مسلک حضرت مرزا صاحب کا 1901ء سے پہلے تھا اور یہی 1901ء کے بعد۔ باقی "صاحب انصاف پسند" اگر حضرت مرزا صاحب کے الفاظ کو یاد نہ رکھیں یا اس کی غلط تشریحات کرنا شروع کر دیں تو اس میں ان کے اپنے فہم کا قصور ہے نہ کہ حضرت مرزا صاحب کے اقوال کا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

لیجئے مکمل حوالہ ملاحظہ ہو:

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہو قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت **و لکن رسول اللہ و خاتم النبین** کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت' رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات و مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو میں

بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (ایسے لفظ نہ اب سے بلکہ سولہ برس سے میرے الہامات میں درج ہیں چنانچہ براہین احمدیہ میں ایسے کئی مخاطبات الہیہ میری نسبت پاؤ گے) وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں۔ اور اصل حقیقت جس کی میں **علی روس الاشہاد** گواہی دیتا ہوں یہی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔ **ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علی وجہ الحقیقتہ والافتراء وترک القران واحکام الشریعت الغراء وفھو کافر کذاب** غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہے وہ ملحد بے دین ہے۔ غالبا ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نیا عذر پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کرے گا ----- لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے بعض اوقات خدا تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبویؐ سے نبی اللہ نکلا ہے وہ ان ہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمہ الہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔" (انجام آتھم حاشیہ ص 27 - 28 / 22 جنوری 1897ء)۔

اس عبارت میں حضرت مرزا صاحب نے واضح کر دیا کہ الفاظ نبی اور رسول بعض اولیاء امت کی نسبت بطور مجاز اور استعارہ استعمال ہوئے ہیں لیکن حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ یہی بات آپ نے مواہب الرحمان اور حقیقتؔ الوحی میں بھی تحریر فرمائی۔ اس لئے بتدریج ترقی یا ناسخ و منسوخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

برنی صاحب اور ان کے ہم نواؤں کو حضرت مرزا صاحب کی بات کا یقین نہیں آتا تو

اپنے علماء کی بات پر ہی کان دھریں۔ تفسیر مظہری میں آیہ شریفہ **فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول** (سورہ 72 آیت 26 - 27) کے سلسلہ میں لکھا ہے:

"رسول کا لفظ عام ہے۔ انسان ہو یا فرشتہ دونوں اس میں داخل ہیں لفظ رسول انبیاء کو بھی شامل ہے۔ تمام انبیاء تبلیغ احکام کے لئے خدا ہی کے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں۔ صرف ایسے نبی کو رسول کہنا جس کو جدید شریعت اور کتاب دے کر بھیجا گیا ہو محض اصطلاح ہے (باعتبار حقیقت و عفت ہر نبی رسول ہوتا ہے) بعض علماء کا قول ہے کہ بطور عموم مجاز اولیاء کو بھی لفظ رسول شامل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ احمد' ترمذی' ابو داؤد' ابن ماجہ' دارمی بروایت کثیر بن قیسؓ و ابن البخاری انسؓ و ابن عدی بروایت علیؓ"

تفسیر مظہری: تالیف علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی تشریحی ترجمہ معہ ضروری اضافات مولانا سید عبدالدائم الجلالی ناشر ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی طبع اول جنوری 1961ء)

3- **ختم نبوت کے منافی:** فصل دوسری ص 146 خلاصہ اقتباس:

"جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے ------ تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلعم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔"

(ازالہ اوہام ص 577 - 3 ستمبر 1891ء)

درست ہے۔ یہی مرزا صاحب کا اعتقاد آخر عمر تک رہا ہے اور یہی ہمارا اعتقاد ہے۔ برنی صاحب اس حوالہ کے آخری حصہ کو ص 143 پر بھی درج کر چکے ہیں اور وحی نبوت کے انقطاع کے سلسلہ میں آٹھ اور حوالے بھی پیش کر چکے ہیں۔ ختم نبوت کا منافی تو درحقیقت یہ عقیدہ ہے کہ ایک اسرائیلی نبی کا بعد از نبی کریم صلعم آسمان سے نازل ہونا مان لیا جائے اور اگر انہیں نبوت سے معزول کر کے بحیثیت مجدد کے اتارا جائے تو بھلا خدا نے ایک مجدد کے کام کے لئے ہزار سال تک ایک نبی کو کیوں زندہ رکھا؟ نبی کا فوت

ہو جانا سنت الٰہی اس کے زمانے کا ختم ہو جانا بھی سنت الٰہی لیکن اس کا نبوت سے معزول ہو جانا یہ کون سی سنت ہے؟ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آرامی زبان بولتے تھے جب آئیں گے تو فصیح و بلیغ عربی میں کلام کریں گے۔ قرآن و حدیث و فقہ کے علوم پر حاوی ہوں گے (ایسا نہیں تو پھر مسلمانوں کو مسئلہ مسائل کیسے سمجھائیں گے) اب یہ علوم یا تو بذریعہ اکتساب حاصل کریں گے اور زمین پر اتر کر پہلے ان کی تحصیل میں مشغول ہوں گے یا اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی یہ سب علوم نزول سے پہلے ہی ان کو سکھا دے گا۔ غرض جس رنگ میں بھی اس مسئلہ پر غور کیا جائے گا سنت الٰہی میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ملے بھی کیسے جب ایسا عقیدہ ہی باطل ہے نہ کوئی شخص آسمان پر گیا نہ آسمان سے اترے گا۔ عیسائیوں میں سے بھی بہت سے لوگ میناروں پر چڑھ کر مسیح کی آمد ثانی کا انتظار کرتے رہے ہیں مسلمان بھی آسمان کی طرف نظریں اٹھائے دیکھتے رہیں وہاں سے کوئی بھی اترتا ہوا نظر نہیں آئے گا۔ جب نبوت ختم ہو گئی تو پھر کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

3- **(الف) شوکت اور کسر شان:** فصل دوسری ص 146

اخبار الحکم سے ایک ڈائری کا حوالہ:

''ہمارے نبی کریمؐ کو جو آپؐ کے بعد کسی دوسرے کو نبی نہ کہلانے سے شوکت ہے اور حضرت موسیٰ کے بعد اور لوگوں کے بھی نبی کہلانے سے ان کی کسر شان ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ بھی ایک نبی تھے اور ان کے بعد ہزاروں اور بھی نبی آئے تو ان کی نبوت کی خصوصیت اور عظمت کوئی نہیں ثابت ہوتی، برعکس اس کے آنحضرت صلعم کی ایک عظمت اور آپؐ کی نبوت کا پاس اور ادب کیا گیا ہے کہ آپؐ کے بعد کسی دوسرے کو اس نام سے کسی طرح بھی شریک نہ کیا گیا۔ (اخبار الحکم ص 8، 17 اپریل 1903ء)

یہ حوالہ حضرت مرزا صاحب کی نہ 1901ء سے پہلے کی تحریروں کے خلاف ہے نہ بعد کی اس لئے اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ خیال رہے کہ یہ ڈائری کا حوالہ ہے اور ڈائری کے حوالہ جات اسی صورت میں قابل قبول ہوتے ہیں کہ آپ کی محکم

تحریروں سے متعارض نہ ہوں۔

3- (ب) بنی اسرائیل کا خاتم الانبیاء: فصل دوسری ص 147

1- "خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو بھی اسرائیل میں مبعوث فرمایا اور ان کو بنی اسرائیل کا خاتم الانبیاء بنایا۔" (خطبہ الہامیہ ص 43 / 17 اکتوبر 1903ء)

○# 2- "خدا کے غضب نے عیسیٰ مسیح کو اسرائیلی نبوت کے لئے آخری اینٹ کر دیا۔" (اشتہار واجب اظہار ص 3)

ان دو حوالہ جات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خاتم الانبیاء کی اصطلاح سے مراد آخری نبی کے ہیں چونکہ بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا اس لئے وہی اس سلسلہ کے آخری نبی تھے۔ اسی حقیقت کو حضرت مرزا صاحب نے ایک اور کتاب میں بیان فرمایا ہے:

"سلسلہ موسویہ کے خلیفوں میں حضرت عیسیٰ خاتم الانبیاء ہے" (تحفہ گولڑویہ ص 39)

"تیرھواں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جو موسیٰ کی قوم کا خاتم الانبیاء ہے۔" (ایضاً)

اگر برنی صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے خاتم الانبیاء کے لفظ استعمال کرنے پر معترض ہیں تو ان کی بجائے سلسلہ موسویہ کے آخری نبی کے الفاظ درج فرمالیں یہی متن کا اصل مفہوم ہے اگر انہیں خواہ مخواہ اعتراض کا ہی شوق ہے تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں۔

4- ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک: فصل دوسری ص 147 خلاصہ اقتباسات:

1- "وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے ---- غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں

صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔" (اشتہار)

2- "اور خدا کلام اور خطاب کرتا ہے اس امت کے ولیوں کے ساتھ اور ان کو انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے مگر وہ حقیقت میں نبی نہیں ہوتے کیونکہ قرآن نے شریعت کی تمام حاجتوں کو مکمل کر دیا ہے۔ (مواہب الرحمان ص 66 / 14 جنوری 1903ء)

3- "میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں" (جنگ مقدس ص 67 مئی جون 1893ء)

4- "یہ عاجز نہ نبی ہے نہ رسول صرف اپنے نبی معصوم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ خادم اور پیرو ہے۔" (اخبار الحکم 24 جون 1901ء)

5- "صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں ہے۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔" (انجام آتھم ص 27 حاشیہ' 22 جنوری 1892ء)

6- "نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا --- مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا رسول کے لفظ سے یاد کرے۔" (سراج منیر ص 2-3 / 24 مارچ 1897ء)

برنی صاحب ثابت تو یہ کرنے بیٹھے تھے کہ ولایت کے مقام سے حضرت صاحب نے نبوت کے نام تک ترقی کر لی ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ 1891ء میں بھی انہوں نے یہی کہا تھا کہ وحی نبوت بند ہے (ازالہ اوہام ص 577 ق م - ص 146) اور مندرجہ بالا اقتباس نمبر1 میں 1895ء میں بھی یہی تحریر فرمایا کہ ان کی وحی نبوت کی وحی نہیں بلکہ وحی ولایت ہے اور 1903ء میں بھی (اقتباس نمبر2) میں لکھا کہ خدا اس امت کے اولیاء کے ساتھ خطاب کرتا ہے۔ اگر برنی صاحب کو اس امر پر اعتراض ہے کہ مواهب الرحمٰن کے حوالہ میں اولیاء کو انبیاء کا رنگ دیا جانا بھی لکھا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں جس کی بناء پر ولایت سے نبوت کے نام تک ترقی کا الزام تراشا جائے۔ حضرت مرزا صاحب تو اس سے بہت

قبل فرما چکے ہیں:

"غرض محدثیت دونوں رنگوں سے (یعنی امتیت اور نبوت کے رنگوں سے۔ ناقل) رنگین ہوتی ہے (ازالہ اوہام ص 533 مورخہ 2 ستمبر 1891ء)۔

بغیر سوچ سمجھے حوالے درج کئے جانا: برنی صاحب کو حقائق سے غرض نہیں اپنے ایک مفروضہ کی تائید کرنا ہے۔ بغیر سوچ سمجھے حوالے درج کئے جاتے ہیں اتنا غور کرنے کی فرصت انہیں نہیں ملتی کہ جو بات کہہ رہے ہیں اس کی حضرت مرزا صاحب کی عبارات سے تصدیق بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اس امر پر تو پہلے بحث ہو چکی کہ ایک ہی حوالہ کو وہ تقسیم کر کے مختلف عنوانوں کے ماتحت پیش کرتے ہیں۔ نمبر 5 پر انجام آتھم کا حوالہ انہوں نے دوبارہ پیش کیا ہے آگے چل کر نبوت سے معذرت کے سلسلہ میں بھی اسی حوالہ سے کام لیا ہے اور تعجب ہے کہ نبوت کے دعوی کے سلسلہ میں بھی اسی حوالہ کو پیش کر دیا گیا۔

چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

اس کے بعد تیسری فصل (ق م - ص 165) میں مواہب الرحمن ص 66 کا حوالہ "ولایت سے نبوت کے نام تک ترقی" میں پیش کیا ہے۔

اس کے بعد تیسری فصل (ق م - ص 165) میں مواہب الرحمن ص 69 کا حوالہ "ختم نبوت کی تاویل اپنی نبوت کی تشکیل" کے سلسلہ میں پیش کیا ہے۔ جس کی بحث آگے آئے گی۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

5- محدثیت سے نبوت تک ترقی: فصل دوسری ص 149 اقتباسات:

1- "ہمارے سید رسول صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں" (شہادت القرآن ص 28 / 22 دسمبر 1893ء)

2- "میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تا کہ دین

مصطفیٰ کی تجدید کروں۔" (آئینہ کمالات اسلام ص 383 / 26 فروری 1893ء)

3- "میں نے ہر گز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی ---- میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے۔" (حمامتہ البشریٰ ص 79 / 27 جولائی 1903ء) (1894ء)

4- "لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا اور کہہ دیا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا قول قطعاً جھوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ نہیں اور نہ اس کی کوئی اصل ہے ---- ہاں میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوۃ۔ بالفعل نہیں۔ تو محدث بالقوۃ نبی ہے۔ اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا تو وہ بھی نبی ہو جاتا۔" (حمامتہ البشریٰ ص 81)

5- نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے (حضرت مرزا صاحب نے فرمایا محدثیت کا دعویٰ خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔ جو دعویٰ خدا کے حکم سے کیا گیا ہو اس میں بھلا تبدیلی کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے اسی حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ محدثیت کو دوسرے لفظوں میں مجازی نبوت بھی کہتے ہیں۔ اور مجازی نبوت سے حضرت مرزا صاحب نے کبھی انکار نہیں کیا لیکن یہ حقیقی نبوت نہیں **سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز و لا علی وجہ الحقیقتہ** میرا نام خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا ہے مجاز کے طریق پر نہ علیٰ وجہ الحقیقت (حقیقتہ الوحی الاستفتا ضمیمہ ص 64 - 15 مئی 1907ء) اسلامی اصطلاح میں محدث کسے کہتے ہیں اس کی تشریح اگلے دو حوالوں میں آتی ہے ازالہ اوہام ص 769 توضیح مرام ص 18) "اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ تو محدثیت ---- کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آ گیا۔" (ازالہ اوہام ص 421 - 422 / 3 ستمبر 1881ء)

6- "محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔

امتی وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہؐ اور مشکوۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے۔ محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بہ طور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے اور محدث کے لئے ضرور ہے کہ وہ کسی نبی کا مثیل ہو۔

اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی نام پاوے جو اس نبی کا نام ہے (ازالہ اوہام ص 569- 3 ستمبر1891ء)

7- "ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تیئں بہ آواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ اور نبوت کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔" (توضیح مرام ص 18/ 22 جنوری 1891ء)

8- "یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔ اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ **ولکن ان یصطلح**" (حقیقۃ الوحی تتمہ ص 68 / 15 مئی 1907ء)

برنی صاحب کی علمی کارگزاری: پیشتر اس کے کہ ہم مندرجہ بالا حوالہ جات پر اظہار خیال کریں برنی صاحب کے عنوان "محدثیت سے نبوت تک ترقی" کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں:

ترقی کی ابتداء آپ نے شہادت القرآن سے کی ہے جو 1893ء کی کتاب ہے۔ ترقی کے زینے طے کرتے ہوئے آپ نے ازالہ اوہام کے حوالہ جات دینے شروع کر دیئے جس کا سن اشاعت 3 ستمبر 1891ء ہے یعنی شہادت القرآن سے دو سال قبل کا ہے۔ پھر برنی صاحب نے مزید جو ترقی کی تو ایک دوسری کتاب توضیح مرام سے حوالہ درج فرما دیا جس کی تاریخ اشاعت 24 جنوری 1891ء یعنی ازالہ اوہام سے بھی چھ ماہ پیشتر کی ہے یا تو برنی صاحب کو علم نہیں کہ ان کتب کا سن اشاعت کیا ہے یا دانستہ لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں شاید اسی غرض سے انہوں نے کتب کے نام کے ساتھ تاریخ اشاعت دینے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ ہمیں تو اس "علمی محاسبہ" اور مولف کی "محنت شاقہ" اور "وسیع مطالعہ" کی کارگذاریاں دیکھ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ احمدیت کے کیسے کیسے "اسرار کو ایک جدید طرز پر طشت از بام کیا گیا ہے" (تمہید چہارم ص 23) بعد میں نہ جانے برنی صاحب کو کیا خیال آ گیا ایک حوالہ حقیقت الوحی کا پیش کر دیا جو 15 مئی 1907ء کو شائع ہوئی تھی لیکن مقصد پھر بھی حاصل نہیں ہوا۔ اس حوالہ سے بھی یہی ثابت ہوا کہ حضرت مرزا صاحب جس امر کا اظہار اس سے قبل فرما چکے تھے اسی کا اعادہ انہوں نے حقیقتہ الوحی میں کیا ہے۔ محدثیت کا دعویٰ اسلامی اصطلاح کی رو سے ہے اور حقیقتہ الوحی تتمہ ص 68 میں نبوت کے لفظ کا استعمال لغوی اصطلاح کی رو سے ہے۔ ان دونوں باتوں میں تناقض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت مرزا صاحب کی تمام کتب میں یہ دونوں لفظ ان ہی دو مختلف اعتباروں سے استعمال کئے گئے ہیں اگر یہ بات مخالفین سلسلہ احمدیہ سمجھ لیں تو انہیں حضرت مرزا صاحب کی عبارتوں میں ایک تسلسل اور تطبیق نظر آ جائے گی۔ اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو:

توضیح مرام ص 18 (ق م - ص 150) میں حضرت مرزا صاحب نے محدث کے لئے

جزئی نبی کی اصطلاح اختیار فرمائی ہے یہ ایسی نبوت ہے جو فنا فی الرسول کے مقام تک پہنچ کر انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ دور دوم یعنی 1901ء کے بعد میں آپ نے اس مفہوم کو ذیل کے الفاظ میں بیان کیا ہے:

''اور جو شخص دعویٰ نبوت کرتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہے اور جو کچھ پایا اسی کے فیضان سے پایا اور وہ ایک پھل ہے اس کے باغ سے اور ایک قطرہ ہے اس کی بارش سے اور ہلکا سایہ اس کی روشنی سے۔سو وہ لعنتی ہے اور خدا کی لعنت اس پر اور اس کے انصار پر اور اس کے پیروؤں پر اور اس کے مددگاروں پر۔ ہمارے لئے بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی پیغمبر آسمان کے نیچے نہیں۔'' (مواہب الرحمٰن ص 69 / 14 جنوری 1903ء)۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جزئی نبوت کے الفاظ 1901ء کے بعد ترک کر دیئے تھے۔ اگر کسی کے ذہن میں الفاظ پرستی کی دھن نہ سوار ہو تو باغ میں سے ایک پھل باغ کا جزو نہیں تو اور کیا ہے؟ بارش کا قطرہ بارش کا جزو نہیں تو اور کیا ہے۔ ہلکا سایہ اس روشنی کا اس روشنی کا جزو نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ وہی نبوت ہے جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے جسے دوسرے لفظوں میں محدثیت کہتے ہیں یہ نبوت تامہ کاملہ نہیں اس لئے کہ

''ہمارے لئے بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی پیغمبر آسمان کے نیچے نہیں''۔

اگر حضرت مرزا صاحب نے ایک دفعہ بھی اپنے آپ کو ''کامل نبی'' کہا ہوتا یا اپنے آپ کو نبوت تامہ کاملہ کا قائل قرار دیا ہوتا تو اس بات میں کچھ وزن ہوتا کہ آپ نے پہلے دور میں کچھ اور بات کہی تھی بعد میں کچھ اور کہنے لگ گئے تھے۔ لیکن آپ تو یہی فرماتے رہے کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ ہاں کامل امتی اور ظلی طور پر نبی یا ایک پہلو سے نبی کہلا سکتا ہوں اور اس ایک پہلو سے نبی ہونے کی وضاحت وہ بار بار اپنی تحریروں میں کر چکے ہیں کہ اس سے —— اصطلاحی طور پر محدث مراد ہے۔

اس لحاظ سے آپ کی زندگی کا ایک ہی دور ہے۔ جو اول سے آخر تک ایک ہی رہا۔ توضیح مرام میں آپ نے فرمایا تھا:

''نبوت تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہوتی ہے منقطع ہو چکی لیکن وہ نبوت جس میں

سوائے مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہے وہ کبھی منقطع نہیں ہو گی" (ص 20) (یہ حوالہ برنی صاحب نے درج نہیں کیا شاید اس لئے کہ اس سے ان کے نظریہ تدریج و ارتقاء پر بڑی کاری زد پڑتی ہے۔)

اپنی ایک آخری کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

"قران شریف مکالمہ مخاطبہ الہیہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے **یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ** یعنی خدا جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے اور فرماتا ہے **لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا** یعنی مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں گو شریعت ختم ہو گئی کیونکہ عمر دنیا ختم ہونے کو ہے پس خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے۔" (چشمہ معرفت حاشیہ ص 180 / 15 مئی 1908ء)

"اسی مبشرات والی نبوت کا ذکر توضیح مرام ص 20 میں تھا جس کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

"وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں"

اور اسی نبوت کا ذکر آپ نے چشمہ معرفت ص 181 میں آگے چل کر فرمایا ہے:

"نبوت صرف آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی اور الہام ہو اور ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئی ہے صرف مبشرات یعنی پیشگوئیاں باقی ہیں"۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نہ یہاں اس حوالہ میں اور نہ ہی توضیح مرام اور نہ ہی حقیقتہ الوحی تتمہ (ص 68) کے اقتباسات میں نبوت سے مراد حقیقی نبوت ہے اس لئے کہ اس کا دعویٰ تو حضرت مرزا صاحب نے کبھی کیا ہی نہیں۔ یہ مبشرات والی نبوت ہے جس کا ذکر آپ کی ابتدائی تحریروں میں ملتا ہے اور آخری تحریروں میں بھی۔ نیز آپ کی تحریروں سے یہ امر واضح ہے کہ کہ اگر ابتداء میں آپ نے اپنے آپ کو مجازاً نبی کہا تو آخر میں بھی مجازاً نبی کہا۔ اگر ابتداء میں حقیقی نبوت سے انکار کیا تو آخر میں بھی حقیقی نبوت سے انکار کیا اگر ابتداء میں اپنی وحی کو وحی ولایت کہا تو آخر میں بھی اپنی وحی کو وحی ولایت کہا۔ بھلا جسے وحی ولایت کا دعویٰ ہو وہ نبوت کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے۔

اب حقیقتہ الوحی تتمہ ص 68 کے الفاظ کو دیکھئے:

"آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ **و لکل ان یصطلح۔**"

برنی صاحب اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں حضرت مرزا صاحب نے بحکم الٰہی اپنے کثیر مکالمہ و مخاطبہ کا نام نبوت رکھا ہے اقتباس کا آغاز تو ان الفاظ سے ہوتا ہے:

"یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت کس قدر حق سے خروج ہے"

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چند سطروں کے بعد انہوں نے خود ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا ہو۔ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو بغور پڑھا ہے ان کے لئے اس انکار و اقرار میں کوئی تضاد نہیں۔ یہی بات ہے جو وہ ہمیشہ سے کہتے چلے آئے ہیں حقیقی نبوت و رسالت کا انہیں انکار ہے لیکن نبوت کے لفظ کا استعمال ظلی' مجازی' بروزی اور لغوی معنوں کی رو سے وہ جائز سمجھتے ہیں۔

اس بات کو آگے جا کر آپ نے حقیقتہ الوحی میں اور تفصیل سے بیان کر دیا ہے ملاحظہ ہو ترجمہ:

"اور یہ ایک ظلی امر ہے اور میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں دیکھتا او رجو کچھ میں نے پایا اس مقدس نفس سے ہی پایا اور میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص پر جو اس امر سے اوپر کچھ ارادہ کرے یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے یا اپنی گردن کو اس نبی کی اطاعت کی رسی سے باہر نکالے۔ اور تحقیق ہمارے رسول خاتم النبین ؐ ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ہمارے رسول مصطفیؐ کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور ان کے بعد سوائے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے کچھ باقی نہیں ---- اور میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ علی وجہ الحقیقتہ۔" (حقیقتہ الوحی الاستفتاء ضمیمہ ص 64 / 15 مئی 1907ء) اس حوالے میں آپ نے خود ہی کثرت مکالمہ و مخاطبہ اور نبی کا نام رکھنے کی تشریح کر دی۔ حقیقت الوحی تتمہ ص 68 کے حوالہ

میں اگر اجمال تھا اس مقام پر اس اجمال کی تشریح کر دی ہے اور یہی بات علم الٰہی کی رو سے وہ اس سے دس سال قبل فرما چکے ہیں:

"عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر استعمال کرے۔ کیا قرآن میں سے **فقالوا انا الیکم مرسلون** بھی یاد نہیں رہا --- بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے" (سراج منیر ص 3 / 24 مارچ 1897ء)

خدا تعالیٰ کے کلام اور اصطلاح میں (اور اسی طرح انبیاء اور اولیاء کے کلام و اصطلاح میں) جس طرح الفاظ کا استعمال حقیقی طور پر ہوتا ہے اسی طرح مجاز اور استعارہ کے طور پر بھی ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف انہوں نے بارہا توجہ دلائی ہے۔ مثلاً ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے ---- اے نادانو! بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنی مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندے کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں **و لکل ان یصطلح** سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔ خدا ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔" (سراج منیر ص 2 / 24 مارچ

1897ء)

اس حوالے میں تو صاف ذکر ہے کہ خدا کی اصطلاح میں اور حضرت مرزا صاحب کے کلام میں نبی اور رسول کے الفاظ اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ مجازی معنوں کی رو سے استعمال ہوئے ہیں گو یہ حوالہ 1901ء سے قبل کا ہے لیکن حقیقتہ الوحی الاستفتاء ضمیمہ ص 64 (1907ء) پر بھی ان ہی مجازی معنوں کی رو سے نبی کے لفظ کے استعمال کو جائز قرار دیا اور یہی مضمون دوسری کتب میں بھی بیان ہو چکا ——

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

6- **نبی اللہ :** فصل دوسری ص 151

''مسیح موعود جو آنے والا ہے اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہو گا یعنی خدا تعالیٰ سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے۔ بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے۔ جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہؐ سے نور حاصل کرتی ہے سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔''
(ازالہ اوہام ص 701 / 3 ستمبر 1893ء)

برنی صاحب کے علمی محاسبہ کی شان: قربان جایئے اس ''علمی محاسبہ'' اور ''علمی تحقیق'' کے۔ حضرت مرزا صاحب تو یہ فرما رہے ہیں کہ حدیث میں جو آنے والے مسیح کے متعلق ''نبی اللہ'' کے الفاظ ہیں اس سے مراد ایسے محدث کے ہیں جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہؐ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اس کی نبوت سے قطعاً قطعاً نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں ہے بلکہ ایسی نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے اور برنی صاحب اس اقتباس کا عنوان رکھیں ''نبی اللہ'' اس سے گذشتہ عنوان تھا ''محدثیت سے نبوت تک ترقی'' (ص 149) اس لئے موضوع کی مناسبت سے اگلا عنوان نبی اللہ ہی موزوں ہو سکتا تھا۔ لیکن جو اقتباس پیش کیا ہے اس میں تو محدثیت سے نبوت تک ترقی کا ذکر نہیں بلکہ نبوت سے مراد محدثیت لی گئی ہے۔ سچ ہے برنی صاحب نے جو کام اپنی طرف سے کیا ہے وہ سرخیاں قائم کرنے میں کیا ہے سرخیاں قائم کرتے کرتے قافیہ ملے نہ ملے بیچارے تیلی کو بوجھوں

تلے تو ضرور مار دیتے ہیں۔ بات تو پھر بنتی جب برنی صاحب حضرت اقدس کی تحریروں میں سے ایک حوالہ ہاں صرف ایک حوالہ ہی ایسا پیش کر دیتے جس میں انہوں نے اپنی نبوت کو نبوت تامہ کاملہ قرار دیا ہو۔

لیجئے اس سلسلہ میں ایک دو حوالہ جات ازالہ اوہام کے اور پڑھ لیجئے تاکہ بحث کا پورا رخ آپ کے سامنے آجائے بعد کی فصلوں میں بھی مسئلہ نبوت کو سمجھنے کے لئے ان کی ضرورت پڑے گی۔

امتی نبی محدث ہوتا ہے اور حقیقی طور پر نبوت تامہ نہیں رکھتا: "ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے بلکہ خبر دی گئی ہے کہ اے امتی لوگو! وہ تم میں سے ہی ہو گا اور تمہارا امام ہو گا۔ اور نہ صرف قولی طور پر اس کا امتی ہونا ظاہر کیا۔ بلکہ فعلی طور پر دکھلا دیا کہ وہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ و قال الرسولؐ کا پیرو ہو گا۔ اور حل مغلقات و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا۔ اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔ اب تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہو گا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا ہے اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی رکھا" (ازالہ اوہام ص 513، 532)

محدث کامل طور پر امتی اور ایک وجہ سے نبی ہوتا ہے: "صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے **بکلی ممتنع ہے۔**

اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ **وماارسلنامن رسول الالیطاع باذن اللہ** یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ وہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی' امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے۔ اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔ اور محدث کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نبی کا مثیل ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی نام پاوے جو اس نبی کا نام ہو۔" (ازالہ اوہام ص 569)

رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے: اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہو گا۔ تو وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے اور نیز خاتم النبین ہونا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تجدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلینؐ کے وجود ہی میں داخل ہے جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔"
(ازالہ اوہام ص 575)

محدث ایک وجہ سے نبی ہوتا ہے مگر ایسا نبی جو نبوت محمدیہؐ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے: "اور مسلم میں اس بارہ میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونے کی حالت میں آئے گا۔ اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی امتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو۔ تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ محدث من وجہ نبی ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدیہؐ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اپنی طرف سے براہ راست نہیں بلکہ اپنے نبی کے طفیل سے علم پاتا

ہے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ 239 میں ایک الہام اس عاجز کا درج ہے۔" (ازالہ اوہام ص 586)۔

7- **استعارہ اور مجاز:** فصل دوسری ص 151

اس سلسلہ میں مکتوبات احمدیہ سے ایک خط کا اقتباس دیا گیا ہے مضمون کی اہمیت کے پیش نظر ہم سارا خط درج ذیل کرتے ہیں ضمنی سرخیاں ہماری اپنی قائم کی ہوئی ہیں۔

الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ سے مراد حقیقی نبی اور رسول نہیں۔ دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی:

"محبی" عزیزی اخویم!

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا' حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے کہ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے جیسا کہ یہ الہام ہوا **ھو الذی ارسل رسولہ' بالھدی و دین الحق** اور جیسا کہ الہام ہوا **جری اللہ فی حلل الانبیاء** اور جیسا کہ یہ الہام ہوا "دنیا میں ایک نبی آیا' مگر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔" ایسے ہی بہت سے الہام ہیں جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے۔ لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت و رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے' بلکہ رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے علم پا کر پیش گوئی کرنے والا' یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں' اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ولکن رسول اللہ و خاتم النبین** اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔

جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے۔"

نبی اور رسول کے الفاظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں: "جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں' نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بناویں۔ ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہئے اور اسلام سے محبت سچی رکھنی چاہئے۔ ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں۔"

اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے معنی: "مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہئے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔

اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کی تعریف بیان کی گئی ہے اس کی رو سے آپ نے کبھی بھی اپنے آپ کو نبی اور رسول نہیں کہا۔ یہ خیال کہ 1901ء کے بعد آپ نے اس تعریف میں تبدیلی کرلی یہ بھی سرتاپا غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت حضرت مرزا صاحب کی تحریروں میں نہیں ملتا۔ نبی اور رسول کے الفاظ محض استعارہ اور مجاز کے رنگ میں

استعمال ہوئے تھے جس کا ذکر آپ کی تحریروں میں اول سے آخر تک ہے اسی لئے آپ نے ہمیشہ اپنی طرف دعویٰ نبوت کے انتساب کو افترا قرار دیا ہے۔

ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ نہیں: "سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ فیض و برکات پاتے ہیں اور قرآن کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے' ورنہ وہی خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہو گا اگر ہم اسلام کے خادم نہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے زیادہ خیریت' والسلام۔ (مرزا غلام احمد مورخہ 17 اگست 1899ء)"

8- **نبوت سے معذرت:** فصل دوسری ص 152 اقتباس:

"صاحب انصاف کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت بھی حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔" (انجام آتھم ص 27 حاشیہ)

انجام آتھم ص 27 حاشیہ کی یہ عبارت جو 22 جنوری 1897ء کی تصنیف ہے اس سے قبل برنی صاحب "ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی" (ق م۔ ص 148) میں درج کر چکے ہیں۔ شاید ان سے بھول ہو گئی ہو اب اسی حوالہ کو نبوت سے معذرت کے سلسلہ میں پیش کر رہے ہیں۔ دونوں میں سے ایک بات ہی ممکن ہے۔ یا تو اس حوالہ میں "نبوت کے نام تک ترقی" کے آثار پائے جاتے ہیں۔ یا "نبوت سے معذرت" کا

یہاں ذکر ہے۔

لطیفے پر لطیفہ: اگلے اعتراض کا عنوان ہے "راضی نامہ" اور اس عبارت کی تاریخ اشاعت ہے 3 فروری 1892ء- اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ نبوت کی معذرت تو کی حضرت مرزا صاحب نے 22 جنوری 1897ء کو اور راضی نامہ پانچ سال قبل ہی کر لیا تھا۔ العجب ثم العجب!!

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

9- **راضی نامہ:** فصل دوسری ص 152 اقتباس:

"جو مباحثہ لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے درمیان چند روز سے بابت مسئلہ نبوت مندرجہ کتب مرزا صاحب کے ہو رہا تھا۔ آج مولوی صاحب کی طرف سے تیسرا پرچہ جواب الجواب کے جواب میں لکھا جا رہا تھا۔ اثنائے تحریر میں مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل بیان کرنے پر جلسہ عام میں فیصلہ ہو گیا۔ جو عبارت درج ذیل ہے۔ المرقوم 3 فروری 1892ء مطابق 3 رجب 1309ھ

العبد برکت علی وکیل چیف کورٹ پنجاب

العبد محی الدین المعروف صوفی۔ خاکسار رحیم بخش العبد العبد فضل الدین رحیم اللہ - ابو یوسف محمد مبارک علی العبد حبیب اللہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین اما بعد تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔ یا کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے ص 137 میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ

اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق گذرتے ہیں۔ تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں جس حالت میں ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ' خوب جانتا ہے' اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان من قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منکم احد فعمر** (صحیح بخاری جلد اول صفحہ 521 پارہ 14 باب مناقب عمرؓ) تو پھر مجھے اپنے تمام مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرما لیں۔" راقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی مولف رسالہ توضیح مرام' ازالہ اوہام 3 فروری 1892ء۔

برنی صاحب کی کتاب میں اس حوالہ کے سلسلہ میں کچھ کتابت کی غلطیاں رہ گئی تھیں وہ ہم نے درست کر دی ہیں۔ بلکہ پورا حوالہ ہی درج کر دیا ہے۔ حوالہ واضح ہے اس لئے تبصرے کی ضرورت نہیں۔

بات نبوت کی ہو رہی تھی۔ برنی صاحب نے درمیان میں مہدی اور مسیح موعود کا ذکر چھیڑ دیا اور خلط مبحث کی خاطر جس میں پروفیسر الیاس برنی کو کمال حاصل ہے۔ انہوں نے مسیح موعود اور مثیل مسیح کی اصطلاحات میں اپنے آپ کو الجھا کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بیانات اس سلسلہ میں متضاد ہیں۔ لیکن آخر ثابت یہی ہوا کہ قصور برنی صاحب کے فہم و نظر کا ہے حضرت مرزا صاحب کے بیانات کا نہیں۔ اب برنی صاحب کے ارشادات اور ان پر ہمارا تبصرہ ملاحظہ ہو:

10- کئی مہدی: فصل دوسری ص 153

"رسول کریم صلعم کی پیشگوئیوں سے پتہ چلتا ہے ----- کہ کئی مہدی ہوں گے ان مہدیوں میں سے ایک مہدی تو خود حضرت مرزا صاحب ہیں اور آئندہ بھی کئی مہدی ہوں گے" (مکالمہ جناب میاں محمود احمد صاحب مندرجہ اخبار الفضل 27 فروری 1927ء)

مہدی کا لفظ اپنے اندر وسعت رکھتا ہے اور ہر ایک ہدایت یافتہ شخص پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ خلفائے راشدین کو بھی مہدی کہا گیا ہے۔ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں وہب بن منبہ کا قول نقل کیا ہے: **ان کان فی هذه الامة مهدی فهو عمر بن عبدالعزیز**

یعنی اس امت میں اگر کوئی مہدی ہوا ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہے۔

اسی وسعت کے لحاظ سے اگر بعض علامات ایک شخص میں پوری ہو جائیں بعض دوسرے میں تو وہ سب مہدی کہلا سکتے ہیں۔ بعض احادیث کے الفاظ بظاہر عبداللہ بن زبیر پر بھی صادق آتے ہیں۔ جس میں عرب پر سات یا نو سال حکومت کا ذکر ہے لیکن مسیح موعود کے زمانہ میں جس مہدی کے آنے کا ذکر ہے وہ پیشگوئی حضرت مرزا صاحب کے وجود میں پوری ہوئی۔

بخاری اور مسلم نے آنے والے مصلح کا نام عیسیٰ ہی ذکر کیا ہے مہدی کا ذکر وہاں موجود نہیں۔ صحاح کی دیگر کتب نے عیسیٰ اور مہدی دونوں کا ذکر کیا ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث **لا مهدی الا عیسیٰ** نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ جس خونی مہدی کے آنے کی توقع مسلمانوں کو ہے وہ خیال خام ہے۔ حضرت مرزا صاحب تحفہ گولڑویہ میں فرماتے ہیں:

"ایسا گماں کہ مہدی خونی بھی آئے گا اور کافروں کے قتل سے دین کو بڑھائے گا اے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں بہتان ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں۔"

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

11۔ **مسیح موعود کی اہمیت:** فصل دوسری ص 154

(الف) "اول تو یہ جاننا چاہئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو ہمارے ایمانیات کی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا۔"
(ازالہ اوہام ص 140)

اس حوالہ سے مراد یہ ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ جزو ایمان نہیں یعنی دین اسلام کے رکنوں میں سے کوئی رکن نہیں۔ ارکان اسلام پانچ ہیں کلمہ شہادت صلوۃ صوم زکوۃ اور حج اور واقعی ان ارکان میں یہ عقیدہ شامل نہیں۔ "حقیقت اسلام" سے مراد بھی یہی ارکان اسلام کی حقیقت ہے۔ ہاں یہ منجملہ اور پیشگوئیوں کے ایک پیشگوئی ہے اور اس حیثیت سے اس کی اپنی عظمت اور شان ہے اور جب ظہور مسیح کی پیشگوئی پوری ہو گئی تو پھر سلامتی کی راہ یہی ہے کہ اسے قبول کر لیا جائے اور اس مسیح کی جماعت میں شامل ہو کر اسلام کی خدمت میں اپنی زندگی کے اوقات گذارے جائیں۔

اسی عنوان کے ماتحت برنی صاحب نے دوسرا حوالہ جو پیش کیا ہے درج ذیل ہے:

(ب) "اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہئے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہو گا اور عام مسلمان کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہو گا اور اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ظاہر کرے گا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔" (توضیح مرام ص 19)

بخاری میں بھی مسیح کی آمد ثانی کی نسبت یہی لکھا ہے! **"و امامکم منکم"** اور وہ تمہارا امام تم میں سے ہو گا (کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم) جس کی طرف حضرت

مرزا صاحب ہماری توجہ مبذول کرا رہے ہیں۔ حضرت صاحب کو شریعت فرقانی کی پابندی اور اس کی تجدید ہی کا دعویٰ تھا اس کے علاوہ جو کوئی اور امران کی طرف منسوب کرتا ہے وہ مفتری ہے۔

12- **مثیل مسیح بننے پر قناعت:** فصل دوسری ص 154 خلاصہ اقتباسات:

1- ''اور مصنف کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں'' (اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول ص 15 / 1883ء)۔

2- ''اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت متشابہ واقع ہوئی ہے۔'' (براہین احمدیہ ص 499 حاشیہ در حاشیہ نمبر3)۔

3- ''مجھے ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں --- بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے۔'' (اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد 2 ص 21)۔

4- ''اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں ---- میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں --- میں مثیل مسیح ہوں۔'' (ازالہ اوہام ص 190 / 1893ء)

5- ''میں اسی الہام کی بناء پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں مجھے اس بات سے انکار بھی نہیں کہ میرے سوا کوئی اور مثیل مسیح بھی آنے والا بھی ہو۔'' (اشتہار مورخہ 11 فروری 1891ء بحوالہ تبلیغ رسالت جلد اول)

6- ''بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ بھی آوے'' (ازالہ اوہام ص 296 / 1893ء)

7- ''ہاں اس زمانہ کے لئے میں مثیل مسیح ہوں اور دوسرے کی انتظار بے سود ہے۔'' ازالہ اوہام ص 199)

برنی صاحب کا ادعاء ان حوالوں کے پیش کرنے سے یہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت

مرزا صاحب صرف مثیل مسیح بننے پر قانع تھے اور اپنے آپ کو مسیح موعود نہیں سمجھتے تھے۔ (''جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص 190) پھر آگے چل کر انہوں نے اپنے آپ کو کھلم کھلا مسیح موعود لکھنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ اسی فصل کے اعتراضات نمبر15 - 16 اور 17 کے مندرجہ اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے:

''تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں۔'' (کشتی نوح ص 47 ق م۔ ص 157)

''ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔'' (ازالہ اوہام ص 683 ق م۔ ص 159)

''اس امت کے مسیح موعود کے لئے ایک اور مشابہت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔'' (لیکچر سیالکوٹ ص 17 ق م - ص 159)

برنی صاحب حوالہ پر حوالہ درج کرتے چلے جاتے ہیں لیکن اس امر کا خیال نہیں رکھتے کہ یہ حوالے ان کے مفید مطلب بھی ہیں یا نہیں۔ ازالہ اوہام کا حوالہ انہوں نے نمبر12 میں پیش کیا تھا کہ

''کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں''

لیکن اسی حوالہ میں آگے چل کر حضرت اقدس کی یہ تشریح موجود ہے کہ:

''میں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں (ق م - ص 155)

معلوم ہوا کہ یہاں مسیح موعود سے مراد اصالتاً'' مسیح ابن مریم نہیں جو امت اسرائیلیہ کا مسیح موعود ہے نہ کہ امت محمدیہ کا اور جہاں حضرت مرزا صاحب اپنے لئے مسیح موعود کے لفظ استعمال کرتے ہیں (خود ازالہ اوہام ص 139 پر اس کا ثبوت موجود ہے '' مسیح موعود سے مراد یہی عاجز ہے۔'') وہاں مراد امت محمدیہ کا مسیح موعود ہے برنی صاحب کی قلم سے خود ہی لیکچر سیالکوٹ ص 17 کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

''اس امت کے مسیح موعود کے لئے ----- الخ'' یعنی امت محمدیہ کے مسیح موعود کے لئے۔

امت اسرائیلیہ اور امت محمدیہؐ کے مسیح: ایک مسیح تو وہ تھا جسے مسیح اسرائیلی یا مسیح ابن مریم یا امت اسرائیل کا مسیح موعود کہا گیا۔ وہ خدا کا پاک و مطہر نبی تھا جو اپنے مشن کی تکمیل کے بعد طبعی موت پا کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ لیکن دوسرا مسیح وہ ہے جو امت محمدیہ کا مسیح ہے جسے مثیل مسیح یا مثیل ابن مریم کے نام سے پکارا گیا ہے یا جو شدت مماثلت کی وجہ سے استعارۃً ابن مریم کہلایا یہ دونوں مسیح اپنی اپنی امت کے مسیح موعود ہیں لیکن دو علیحدہ وجود ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں:

''اسلام میں اگرچہ ہزارہا ولی اور اہل اللہ گذرے ہیں مگر ان میں کوئی موعود نہ تھا لیکن وہ جو مسیح کے نام پر آنے والا تھا وہ موعود تھا۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے کوئی نبی موعود نہ تھا۔ صرف مسیح موعود تھا۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص 29 / 16 اکتوبر 1903ء)

اس ایک فقرہ میں انہوں نے اس امر کی وضاحت کر دی کہ اسلام میں جو ہزارہا اولیاء اللہ گذرے ہیں ان ہی اولیاء میں سے زمانہ آخر میں ایک موعود ولی مسیح کے نام پر (یعنی مسیح موعود) آنے والا تھا۔ جو اولیاء امت کے گروہ کا ایک فرد تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے جو انبیاء گذرے تھے ان کے گروہ کا ایک فرد مسیح موعود تھا۔ حضرت مرزا صاحب پھر تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام موسوی شریعت کا مسیح موعود ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ ص 36)

''سچے مسیح موعود کے لئے جس کا حضرت عیسیٰ کو دعویٰ ہے ملاکی نبی کی کتاب کی رو سے یہ ضروری تھا کہ اس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا۔'' (چشمہ مسیحی ص 31)

یہاں بھی مراد امت اسرائیلیہ کا مسیح موعود ہے۔ برنی صاحب کو مسیح موعود کی اصطلاح سے دھوکا لگ رہا ہے جو دونوں شخصیتوں کے لئے استعمال ہو رہی ہے اور انہیں حضرت صاحب کے اقوال میں تضاد نظر آ رہا ہے۔ اگر ذرا غور سے اور تعصب سے خالی ہو کر حضرت صاحب کی تحریروں کو پڑھا جائے تو معلوم ہو گا کہ جب حضرت صاحب اپنے لئے ''مسیح موعود'' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو ان سے مراد ان کی امت محمدیہ کے مسیح موعود کے ہیں اور جب اپنے مسیح موعود ہونے کا انکار کرتے ہیں تو متن کو مدنظر رکھتے

ہوئے اس سے مراد امت اسرا ئیلیہ کے مسیح موعود ہونے سے انکار کے ہیں۔ ازالہ اوہام ص 190 کی عبارت سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے لیکن جب برنی صاحب نے یہ مقصد سامنے رکھ لیا ہو کہ حضرت صاحب کی تحریروں میں تضاد اور ابہام ثابت کیا جائے تو ان کی علمی تحقیق و تنقید کے نتائج بھی ان کے حسب منشاء اسی مقصد کے تابع ہوں گے۔

لیجئے ہم حضرت مرزا صاحب کے آخری زمانہ کی تحریروں میں سے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں اپنے آپ کو مثیل عیسیٰ کہا گیا ہے فرماتے ہیں:

"امت محمدیہ کے آخری زمانہ میں بھی اس امت سے مسیح موعود ظاہر ہو گا ------ یہ بات جائے اعتراض نہیں کہ آنے والا مسیح اگر اس امت میں سے تھا تو اس کا نام احادیث میں عیسیٰ کیوں رکھا گیا۔ کیونکہ عادت اللہ اسی طرح واقع ہے کہ بعض کو بعض کا نام دیا جاتا ہے جیسا کہ ابوجہل کا نام فرعون اور حضرت نوح کا نام آدم ثانی رکھا گیا اور یوحنا کا نام ایلیا رکھا گیا --- (ص 12 - 13) غرض موسوی اور محمدی مماثلت کو پورا کرنے کے لئے ایسے مسیح موعود کی ضرورت تھی جو ان تمام لوازم کے ساتھ ظاہر ہوتا جیسا کہ سلسلہ اسلامیہ مثیل موسیٰ سے شروع ہوا ایسا ہی وہ سلسلہ مثیل عیسیٰ پر ختم ہو جائے۔" (ص 14)
(لیکچر سیالکوٹ ص 12 - 14 / 4 نومبر 1904ء)

معلوم ہوا کہ مثیل عیسیٰ یا مثیل مسیح کی جو اصطلاح حضرت مرزا صاحب کی ابتدائی تحریروں میں پائی جاتی ہے وہ آخری دور کی تحریروں میں بھی موجود ہے اس لئے برنی صاحب کا اس سلسلہ میں تضاد کا الزام بے بنیاد ہے۔

برنی صاحب نے تو زرکثیر کے صرف اور محنت شاقہ سے یہ معلومات حاصل کر لیں اور ان معلومات کی تلاش میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں ایک اور مخالف احمدیت نے ایک دو ماہ کے سرسری مطالعہ سے یہ بات معلوم کر لی کہ برنی صاحب کا موقف غلط ہے۔ فرماتے ہیں:

"فتح اسلام اور ازالہ اوہام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے مثیل مسیح اور مسیح موعود دونوں لفظ مترادف ہیں اور مرزا صاحب ان دونوں کو ان کتابوں میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ خود توضیح مرام کے ص 2 پر لکھتے ہیں "اس نزول سے مراد درحقیقت

مسیح ابن مریم کا نزول نہیں ہے بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جس کا مصداق حسب اعلام و الہام الٰہی یہی عاجز ہے" (قادیانیت ص 66 حاشیہ از سید ابوالحسن ندوی ناشر مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بار دوم 1944ء)

اگر کوئی صاحب اس خوش اعتقادی میں مبتلا ہیں کہ ان کا مسیح موعود یا مسیح ابن مریم آسمان سے اس جسم عنصری کے ساتھ نازل ہو گا تو وہ یاد رکھیں کہ وہ اور ان کی نسلیں اور ان کی نسلوں کی نسلیں کسی کو آسمان سے اترتا ہوا نہیں دیکھیں گی۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"یہ بھی میری ایک پیشگوئی ہے جس کی سچائی پر ایک مخالف اپنے مرنے کے وقت گواہ ہو گا۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 197)

سلسلہ کلام کو ختم کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ آخری دو حوالہ جات (نمبر 5 و نمبر 6) میں حضرت مرزا صاحب نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ انبیاء کے مثیل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں۔ اسی مضمون کو آپ نے ایک غلطی کے ازالہ میں ایک اور رنگ میں بھی بیان فرمایا ہے جہاں افضل الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جانے کا ذکر ہے۔ اسی طرح دوسرے لوگوں کا مثیل مسیح بن کر آنا ممکن ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے اس امر کی تصریح بھی کر دی ہے کہ:

"اس زمانہ کے لئے میں مثیل مسیح ہوں اور دوسرے کا انتظار بے سود ہے" (ازالہ اوہام ص 199، ق م۔ ص 156)

جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰؑ کے تیرہ سو سال بعد امت اسرائیلیہ میں ظاہر ہوئے اسی طرح مثیل موسیٰ حضرت نبی کریم صلعم کے تیرہ سو سال کے بعد امت محمدیہ کا مسیح ظاہر ہوا۔ اس خصوصی وعدہ کے مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں عام وعدہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے) کے مطابق اور مثیل مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔

15- **بھید کھل گیا:** فصل دوسری ص 157 خلاصہ اعتراض:

”جب وقت آگیا ---- تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں“ (کشتی نوح ص 47) ”اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی ---- اور یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنے والا تھا۔“ (کشتی نوح ص 48) ”مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔“ (کشتی نوح ص 46)

مسیح موعود اور آنے والے عیسیٰ بن مریم کے متعلق اعتراض نمبر 12 کے ماتحت مفصل بحث ہو چکی ہے کہ آنے والا عیسیٰ بن مریم درحقیقت مثیل عیسیٰ ہے نہ کہ وہ عیسیٰ جو کہ اسرائیلی نبی تھا۔ روحانی حمل کا ذکر برنی صاحب نے چھٹی فصل نمبر19 ص 300 میں تفصیل سے کیا اس پر تبصرہ بھی اسی مقام پر ملاحظہ کیا جائے۔ (نمبر15 میں اخبار الفضل 9 جولائی 1938ء) سے بھی ایک حوالہ پیش کیا ہے جس میں ذکر ہے حضرت صاحب نے لکھا کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر زندہ ماننا شرک ہے اور براہین احمدیہ میں خود یہ عقیدہ بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے اس وقت یہ خیال ظاہر کیا تھا جب قرآن کریم اور الہام الٰہی سے وضاحت نہیں ہوئی تھی شرک کے مرتکب وہ ہیں جو اس وضاحت کے بعد ایسا کرتے ہیں۔ چونکہ برنی صاحب نے اس مضمون کو آگے چل کر پھر دہرایا ہے اس لئے وہیں اس پر مزید بحث ہو گی (دیکھو فصل تیسری اعتراض نمبر23)

16- **دعویٰ کی دلیل:** فصل دوسری ص 158 خلاصہ اعتراض:

”مسیح موعود کا ظہور۔ چودھویں صدی سے پہلے یا سر پر ہو گا۔ اس وقت بجز اس عاجز کے کوئی شخص دعویدار اس منصب کا نہیں ہوا (ازالہ اوہام ص 683 - 685)

”آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبویؐ کے نبی اللہ نکلا ہے وہ ان ہی مجازی معنوں کی رو سے ہے۔ جو صوفیاء کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟“ (انجام آتھم حاشیہ ص 28)

اعتراض نمبر12 کے سلسلہ میں اس موضوع پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ انجام آتھم (1897ء) کے حوالہ میں تو حدیث میں آنے والے مسیح کے لئے جو نبی اللہ کا لفظ آیا ہے حضرت صاحب نے اس کی وضاحت کی ہے کہ وہ مجازی معنوں کی رو سے ہے۔ ورنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کیسے آ سکتا ہے۔ ازالہ اوہام (1891ء) میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے ---- اس کو اگر مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آ گیا۔" (ازالہ اوہام ص 421)۔

اپنی ایک اور تصنیف میں فرماتے ہیں:

"وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے" (سراج منیر ص 3، مارچ 1897ء)

پھر اپنی ایک آخری کتاب میں فرماتے ہیں:

"میرا نام اللہ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ علی وجہ الحقیقت۔" (حقیقۃ الوحی الاستفتاء ضمیمہ ص 64 مئی 1907ء)

مثیل مسیح ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں: معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب نے ابتداء سے آخر تک نبی کے لفظ کے استعمال کو مجازی معنوں کی رو سے جائز سمجھا جو صوفیاء کرام کی کتابوں میں مسلم اور معمولی محاورہ مکالمات الہیہ کا ہے اصل دعویٰ آپ کا اصطلاحی طور پر محدثیت کا یعنی ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ ہونے ہی کا ہے۔ مثیل مسیح یا مسیح موعود ہونے کے دعویٰ میں کوئی اصلی فضیلت نہیں۔ انہوں نے خود اس بات کی تشریح کر دی ہے:

"اور یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہم کلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح ہو اور خواہ مثیل موسیٰ ہو یہ تمام نام

اس کے حق میں جائز ہیں۔ مثیل مسیح ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے" (آئینہ کمالات اسلام ص 340 فروری 1893ء)

نبوت کی بحث اس سے قبل بھی ہو چکی ہے اور آئندہ بھی جب حسب موقعہ اس مضمون کا ذکر آئے گا۔ ان مقامات کو حسب ضرورت دیکھ لیا جائے۔

17- **مشابہت:** فصل دوسری ص 159

اس عنوان کے تحت برنی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی چار کتابوں سے آپ کی مسیح ابن مریم سے مماثلت و مشابہت کے اقوال درج کئے ہیں۔ مشابہت اور مماثلت کے تو اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔ خود ازالہ اوہام میں اس مضمون کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہو گئے۔ اگر وہ فوت ہو چکے ہیں جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے تو اس صورت میں احادیث جن میں ان کی آمد ثانی کا ذکر ہے تو اس کی وہی تشریح قابل قبول ہے جسے اس زمانہ کے امام نے پیش کیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان تمام احادیث کا انکار کر دیجئے اور ان کے ساتھ متعلقہ امور جو ہیں ان کا بھی انکار کرنا ہو گا اور جب ان احادیث کا انکار ہو گیا جن کی روایت درجن بھر سے زائد واسطوں سے لی گئی ہے تو ان احادیث کا کیا بنے گا جن کی روایت تین چار واسطوں سے ہم تک پہنچی ہے۔ جیسے نماز روزہ حج زکوۃ سے متعلق حدیثیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو احمدیت کی مخالفت میں ہر قدم اٹھانے کو تیار ہیں۔ لیکن ابھی تک مسلمان علماء کا کثیر طبقہ ان احادیث کو اباطیل کا ذخیرہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔

حضرت مرزا صاحب پر دعویٰ نبوت کا غلط الزام: پروفیسر برنی صاحب نے اپنی دوسری فصل میں نبوت کی تمہید اٹھائی تھی بعد میں وہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کو زیر بحث لے آئے جس پر تبصرہ گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ اب انہوں نے ایک اور عنوان سے نبوت کی بحث کو چھیڑا ہے یعنی "مسیحیت کے پردے میں نبوت" برنی صاحب حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے اس قسم کے اقتباسات چن چن کر پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہو کہ آپ اپنی زندگی کے ایک دور میں اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے۔ ختم نبوت پر ایمان رکھتے تھے لیکن پھر رفتہ رفتہ ولایت کے مقام سے نبوت کے مقام تک ترقی کی اور محدثیت اور مسیحیت کے پردے میں نبوت کا دعویٰ کیا گیا۔ اسی مضمون کو برنی صاحب نے کتاب "قادیانی مذہب" کی تمہید اول میں بھی بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"قادیانی مذہب کا ایک بڑا اصول ہے جس سے عام تو کیا خاص لوگ بھی بے خبر ہیں وہ یہ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مذہبی زندگی کے دو دور ہیں۔ پہلے دور میں تو وہ انکسار جتاتے ہیں۔ خوب خوش اعتقاد اور عقیدتمند نظر آتے ہیں۔ انبیاء اولیاء سب کو اپنا بڑا مانتے ہیں۔ سب کی عظمت کرتے ہیں اتباع کا دم بھرتے ہیں (ق م - ص 6) ------ لیکن دوسرے دور کی حالت بالکل برعکس ہے ----- دونوں حالتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔" (ص 8)

اس کے بعد برنی صاحب نے جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی کتب کے حوالہ جات پیش کئے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے 1901ء یا 1902ء میں اپنے عقیدے میں تبدیلی کی۔ (القول الفصل ص 34 حقیقت النبوت ص 121 جس سے معلوم ہوا کہ برنی صاحب جناب مرزا محمود احمد صاحب کے اس غلط مفروضہ کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا ایک دور 1901ء سے پہلے کا تھا اور دوسرا 1901ء کے بعد کا۔ دوسری فصل میں اس مفروضہ کی مزید تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مرزا قادیانی صاحب ڈرتے ڈرتے نبوت کی طرف ہاتھ بڑھا رہے تھے جب کوئی ٹوکتا تو فوراً دستکش ہو جاتے تھے۔ گویا نبوت سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ اس ترکیب سے ابتدائی زمانہ گزار دیا۔ اور جوں جوں ہم خیال معتقد پیدا ہوتے گئے نبوت کے ولولے میں

جان پڑتی گئی۔ حتیٰ کہ 1901ء میں ایک رسالہ (غلطی کا ازالہ) لکھ کر نبوت کا اعلان کر دیا۔ اگرچہ پھر بھی گرفت کے خوف سے معذرت کی گنجائش رکھی۔ اس کے بعد جب لوگوں کو سہار ہو گئی تو دعویٰ اس درجہ بڑھا کہ مرزا قادیانی صاحب کی نبوت کے الہامات و آثار ہزار نبی بنانے کے واسطے کافی ہو گئے" (ق م - ص 153) ۔ ("ہزار نبی بنانے" کے متعلق بحث فصل تیسری ص 182 اعتراض 14 کے تحت ملاحظہ ہو۔)

پیشتر اس کے ہم حضرت صاحب کے دور اول اور دوم کے اقتباسات اور اعتقادات اور اس پر برنی صاحب کی علمی تحقیقات کا جائزہ لیں۔ عیسائی مصنّفین کے چند حوالہ جات قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں جن میں انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی کے دو دور قرار دے کر آپؐ کی حیات طیبہ پر تنقید کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"پہلے محمدؐ اپنے الہام اور وحی کے متعلق شبہات میں تھے کہ رحمانی ہے یا شیطانی۔ اور اس شک میں خود کشی کرنے اور اپنے آپ کو ہلاک کرنے پر آمادہ ہو جاتے مگر بعد میں یقین ہوا۔" (سر ولیم میور لائف آف محمد ص 44 - 46 - مطبوعہ 1894ء)

"ابتداء" محمدؐ صرف پہلی کتب توریت و انجیل وغیرہ کی تصدیق پر انحصار کرتے تھے۔ بعد میں ان کو خیال آنے لگا کہ وہ خود نبی ہیں اس واسطے وہ خود احکام جاری کرنے لگے۔"

(ایضاً ص 145)

"محمدؐ کی زندگی اور اخلاق کے مختلف مدارج ہیں پہلے یہودیوں کا بہت ذکر کرتے تھے۔ عیسائیوں سے بھی اظہار محبت کرتے تھے۔ مگر جب طاقت بڑھ گئی تو ہر دو کے مخالف ہو گئے" (ایضاً ص 315)

"محمدؐ کو ایک بات پر قرار نہ تھا متضاد حالات میں رہتے تھے کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔"

(ایضاً ص 506)

"محمد شروع میں یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف میلان رکھتے تھے۔ مگر آخر میں ہر دو کے مخالف ہو گئے اور ان کے خلاف جنگ جائز قرار دی۔" (دیباچہ ترجمہ قرآن انگریزی از پامر ص 47 مطبوعہ 1900ء)

برنی صاحب کی الجھنیں: حقیقت یہ ہے کہ جس طرح عیسائی مصنّفین نے خود

حضرت نبی کریم صلعم کی حیات طیبہ کے ابتدائی دور اور آخری دور کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اسی طرح برنی صاحب حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے دو دوروں کے متعلق دانستہ یا غیر دانستہ غلطی کھا رہے ہیں نہ صرف خود الجھن میں پڑ رہے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی الجھا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں برنی صاحب کی ”علمی تحقیق“ عجیب عجیب رنگ دکھا رہی ہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب انہوں نے دو دوروں کی بحث شروع کی جو 1901ء سے پہلے اور 1901ء کے بعد کے ہیں تو انہیں دور اول کے دعاوی کے ثبوت میں فقط 1901ء سے پہلے کی تحریرات پیش کرنا چاہئیں تھیں اور دور دوم کے سلسلہ میں اس سن کے بعد کی تحریریں لیکن حیرت بالائے حیرت یہ کہ برنی صاحب بات تو دور اول کی کرتے ہیں اور ثبوت میں تحریرات دور دوم (یعنی 1901ء کے بعد) کی پیش کرتے ہیں۔ اور جب دور دوم کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں بعض اقتباسات دور اول کے لے آتے ہیں۔ (تیسری فصل میں اس کی مزید کرشمہ سازیاں ملاحظہ ہوں) مطلب یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے اپنے غلط مسلک کی تائید ہو جائے چاہے ان حوالوں کی زمانی و مکانی ترتیب بالکل ہی بدلنی پڑے۔ دوسری فصل کے چند عنوانات ملاحظہ ہوں: ”ختم نبوت پر ایمان“۔ ”ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی“ ”محدثیت سے نبوت تک ترقی“ ”میسحیت کے پردہ میں نبوت۔“

قارئین کو خیال ہو گا کہ حضرت مرزا صاحب نے پہلے ختم نبوت پر ایمان کا اقرار کیا ہو گا پھر ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی کی ہو گی پھر رفتہ رفتہ محدثیت سے نبوت تک پہنچے ہوں گے اور بالآخر جب لوگوں کو سہار ہو گئی تو میسحیت کے پردے میں نبوت کا اعلان کر دیا ہو گا اور پھر صاف طور پر نبی اللہ ہونے کا دعویٰ کر دیا ہو گا۔

لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہو گا کہ حضرت مرزا صاحب نے بنیادی طور پر اپنے دعویٰ کے متعلق جس امر کا اول انکار کیا تھا اس کا آخر وقت تک انکار کیا اور جس امر کا اول اقرار کیا تھا اس کا آخر وقت تک اقرار کیا۔ جس امر سے ابتداء میں دستکش ہوئے تھے (جب کوئی ٹوکنے والا نہ تھا) آخر وقت تک اس سے دستکش رہے (جب بہت سے ٹوکنے والے پیدا ہو گئے) حقیقی نبوت و رسالت سے تو ان کے دعویٰ کو کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ نہ ابتدائی

زمانہ میں نہ درمیانی اور آخری زمانہ میں ہم خیال معتقدوں کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا نبوت کے ولولے میں جان پڑنے والی بات میں بھی کوئی جان نہیں اور رسالہ ایک غلطی کا ازالہ لکھ کر نبوت کا اعلان کرنے والا بیان بھی بے بنیاد ہے۔ اس رسالہ میں بھی وہی بات کہی جو سدا کہتے چلے آئے تھے (بحث اپنے موقعہ پر ملاحظہ ہو) برنی صاحب کے بقول حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے جو دو دور ہیں ان میں "زمین و آسمان کا فرق ہے" لیکن جب برنی صاحب سے یہ کہا گیا کہ حضرت آپ بحث تو کرنے بیٹھے ہیں دو مختلف دوروں کی لیکن یہ کیا طریق ہے کہ جب جی چاہا دور اول کے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے دور دوم کے حوالہ جات پیش کرنے شروع کر دیئے اور جب جی چاہا تو اس کے بالعکس طریق اختیار کر لیا۔ تو کس سادگی سے فرماتے ہیں:

"یہ تو تالیف کی خصوصیت اور خوبی ہے کہ جو مباحث بیسیوں کتابوں میں تھے بلا کسی معنوی اور زمانی ترتیب کے متفرق و منتشر تھے انہیں مضمون دار شکل دے کر ایک علمی شکل میں یکجا کر دیا کہ پورا خاکہ پیش نظر ہو جائے" (ق م۔ ضمیمہ دوم نمبر15 ص 897)

لیکن غور کیجئے دیکھئے تو یہ خاکہ سر تا سر برنی صاحب کا اپنا ہی تیار کیا ہوا ہے اور اس میں رنگ بھی ان کا ہی بھرا ہوا ہے، کہنے کو تو کتاب کا نام "علمی محاسبہ" رکھا ہے حقیقت میں قدم قدم پر بے علمی کا مظاہرہ ہے۔

فضائل و مراتب توہین کا باعث نہیں: برنی صاحب نے دوسری فصل میں مسیح پر فضیلت کے سوال کو بھی اٹھایا ہے اور اگلی فصلوں میں اسے توہین انبیاء قرار دے کر پے در پے اعتراض کئے ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب مکلم من اللہ مجدد صد چہار دہم مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں اور شریعت میں جو فضائل و مدارج ایسے مدعی کو حاصل ہونے چاہئیں آپ کو بھی حاصل ہیں۔ مخالفین سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا صاحب کے ان دعاوی کو تسلیم نہیں کرتے اور دوسرے وجود یا وجودوں کے آنے کے قائل ہیں۔

ان کے خیال کے مطابق جب مسیح آسمان سے نازل ہوں گے اور مہدی غائب زمین کے کسی غار سے نکل کر ان کے ساتھ شریک جہاد ہوں گے تو ان کو یہ تمام مدارج و

مراتب و فضائل حاصل ہوں گے معلوم ہوا کہ اختلاف شخصیتوں کے تعین میں ہے مدارج و مراتب میں نہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ ان مراتب کو کسی مدعی کے وجود میں تسلیم کرنا انبیاء و اولیاء کی توہین ہے غلط ہے' اگر توہین اسی کا نام ہے تو اس کا ارتکاب خود مخالفین سلسلہ احمدیہ کر رہے ہیں اور الزام ہم پر عائد کرتے ہیں۔

اگر فضیلت کے عقیدے سے توہین کا پہلو نکلتا ہے تو مسلمان تمام انبیاءؑ کی توہین کرتے ہیں اس لئے کہ وہ فضیلت نبوت محمدیہؐ کے قائل ہیں۔

اقوال کی مجموعی شہادت قابل قبول ہے: یہ امر تو خیر بر سبیل تذکرہ تھا۔ بات نبوت کی ہو رہی تھی' برنی صاحب کے نزدیک پہلے دور میں حضرت مرزا صاحب نبوت سے انکار کرتے تھے اور دوسرے دور میں ان کی حالت اس کے برعکس ہو گئی۔ اگر کسی مصنف کے خیالات و اعتقادات کا صحیح جائزہ لینا ہو تو اس کے اقوال کی مجموعی شہادت قابل قبول ہو گی۔ متشابہات کو محکمات کے تابع کیا جائے گا اور قلیل کو کثیر کے۔ جب کسی لفظ یا اصطلاح کی بار بار تشریح ہو چکی ہو تو اس کا عام عبارتوں میں لحاظ رکھا جائے گا چاہے ہر مقام پر وہ تشریح موجود ہو یا نہ ہو۔

اس سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے نبوت کے متعلق دور اول اور دور دوم کی تقسیم کو ہم نے صرف بحث کی خاطر وقتی طور پر تسلیم کیا تاکہ شاید اسی طرح ہمارے مخالف ہماری بات کو سمجھ سکیں ورنہ یہ تقسیم سراسر فرضی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا اسلامی اصطلاح میں محدث ہونے کا جو دعویٰ تھا وہ اول سے آخر تک اسی طرح قائم رہا۔

اب ہم برنی صاحب کی کتاب کی دوسری فصل کے بقایا چند اعتراضات پر تبصرہ شروع کرتے ہیں۔

18- مسیحیت کے پردہ میں نبوت: فصل دوسری ص 160

1- "مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مجھے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے۔" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ 5 نومبر 1901ء)

2- "میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہو گا۔" (تحفہ گولڑویہ ص؟ 195 یکم ستمبر 1902ء)

3- "جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے اس کا ان ہی حدیثوں سے یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی ہو گا اور امتی بھی" (حقیقتہ الوحی ص 29 - 15 مئی 1907ء)

سہولت کی غرض سے ہم نے اعتراض نمبر 18 کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں تو حضرت صاحب نے ایک بار پھر اس حقیقت کو دہرایا ہے کہ آپ کا دعویٰ مسیح موعود خدا کی طرف سے ہے اپنی ایک ابتدائی کتاب فتح اسلام ص 15 حاشیہ (22 جنوری 1891ء) میں فرماتے ہیں:

"پس خدا تعالیٰ نے ان کے لئے بھی (یعنی مسلمانوں کے لئے۔ ناقل) ایک ایمان کی تعلیم دینے والا مثیل مسیح اپنی قدرت کاملہ سے بھیج دیا۔ مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو جس کسی کے کان سننے کے ہوں سنے یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔"

اسی امر کو آپ نے تحفہ گولڑویہ میں بھی بیان فرمایا ہے جس کا حوالہ اوپر درج ہے۔ حقیقتہ الوحی سے جو حوالہ پیش کیا گیا ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ آنے والا مسیح نبی بھی ہو گا اور امتی بھی۔ لیکن اس امر کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ آنے والے مسیح کا نبی ہونا ایک وجہ یا ایک پہلو سے ہے جس کی حضرت مرزا صاحب بارہا تشریح کر چکے ہیں۔

حقیقت الوحی کے دوسرے مقامات پر اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے:

"میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں (حقیقتہ الوحی ص 15 حاشیہ)

"میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ علی وجہ الحقیقت۔" (حقیقتہ الوحی الاستفتاء ضمیمہ ص 64)

"مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی مگر ظلی نبوت جس کے معنی

ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔" (حقیقتہ الوحی ص 28)

"اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحقیق منقطع ہو گئی اور قرآن شریف کے بعد جو سب صحیفوں سے بہتر ہے اور کوئی کتاب نہیں۔ اور شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت نہیں، آنحضرت صلعم جو سب مخلوقات سے بہتر ہیں انہوں نے میرا نام نبی رکھا اور اس کی پیروی کی برکتوں میں سے یہ ایک ظلی امر ہے۔" (حقیقتہ الوحی استفتاء ضمیمہ ص 22)

معلوم ہوا کہ حقیقتہ الوحی کے ص 68 پر مسیح کے لئے جو نبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ ان ہی مجازی اور ظلی معنوں کی رو سے ہے۔ یہی امر حضرت مرزا صاحب اپنی دوسری تصنیفات میں بار بار بیان فرما چکے ہیں:

"ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے ---- سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص 532 و ص 533 ستمبر1891ء)

الغرض آنے والے مسیح کی جو حقیقت آپ نے ازالہ اوہام میں بیان فرمائی ہے جو آپ کی ابتدائی کتابوں میں سے ہے اس حقیقت کی طرف آپ نے حقیقت الوحی میں اشارہ فرمایا جو آپ کے آخری زمانہ کی تصنیف ہے۔ اگر اسی کا نام "مسیحیت کے پردے میں نبوت ہے" تو اس کا ذکر تو آغاز دعویٰ ہی میں موجود ہے، برنی صاحب خواہ مخواہ اپنے آپ کو تدریجی ارتقاء کے چکروں میں ڈال رہے ہیں اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے کہ ایک مصنف کے اقوال کی مجموعی شہادت ہی قابل قبول ہوتی ہے اور قلیل کو کثیر کے اور متشابہات کو محکمات کے تابع کیا جاتا ہے۔ لیکن جب بات نہ سمجھنے کی دھن سر پر سوار ہو اور ہر قدم پر اپنے غلط مفروضہ کی تائید مقصود ہو تو سیدھی سادی بات کا قبول کرنا بھی جوئے شیر لانے سے کم مشکل نہیں ہوتا۔ لیجئے حقیقت الوحی سے ہی دو چار مزید حوالہ جات سن لیجئے:

"سب کے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے" (ص 141)

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا تاکہ تمام قوموں کو آپؐ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرے" (حقیقتہ الوحی تتمہ ص 44)

اور آنے والے مسیح کی متعلق لکھا ہے:

"آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو کہ آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا۔" (حقیقتہ الوحی ص 193)

"وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں" (ص 194)

معلوم ہوا کہ مسیح موعود کے لئے جو امتی اور نبی کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے اس سے مراد اصطلاح اسلام میں محدثیت اور مجددیت ہی کے ہیں اگر "مسیحیت کے پردے میں نبوت" اسی کا نام ہے تو یہ ایسی نبوت ہے جو مبشرات اور محدثیت والی نبوت ہے اور ایسی نبوت پانے والے کو صرف نبی نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک ہے (الوصیت ص 10 دسمبر 1905ء) ہاں مجازی ظلی اور لغوی رنگ میں اس لفظ کا اطلاق اس پر ہو سکتا ہے لیکن یہ حقیقی نبوت نہیں۔ اگر برنی صاحب سو دفعہ بھی اس قسم کے حوالہ جات پیش کریں گے تو سو دفعہ یہی ہمارا جواب ہو گا۔

19- **امتی نبی:** فصل دوسری ص 161

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے خطبہ جمعہ سے ایک اقتباس دیا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے "اپنی کتاب میں بار بار اپنے متعلق یہ ذکر فرمایا کہ میں امتی نبی ہوں۔ یعنی آنحضرت صلعم کے نقطہ نگاہ سے میں امتی نبی ہوں مگر تم لوگوں کے نقطہ نگاہ سے میں نبی ہوں جہاں میرے اور تمہارے تعلق کا سوال آئے گا وہاں تمہیں میری حیثیت وہی تسلیم کرنی پڑے گی جو ایک نبی کی ہوتی ہے جس طرح نبی پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے اسی طرح مجھ پر ایمان لانا ضروری ہے۔" وغیرہ (الفضل یکم اگست 1940ء)

حضرت مرزا صاحب نے بار بار جب اپنے آپ کو امتی نبی کہا تو اس کی تشریح بھی کر

دی کہ:

"امتی اور رسول کا مفہوم متبائن ہوتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص 575)

"اور کہ امتی نبی محدث ہوتا ہے" (ازالہ اوہام ص 533)

"نیز ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو جاتا۔" (تریاق القلوب ص 130)

اب ہم حضرت مرزا صاحب کی بات مانیں یا ان کے صاحبزادے کی۔ اس سے قبل بھی امتی نبی پر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔

21- **نبوت و ولایت:** فصل دوسری ص 162 - ص 163)

"خاتم النبین اور لا نبی بعدی کے متعلق علمائے متقدمین و متاخرین کا مذہب بیان کرتے ہوئے حضرت محی الدین ابن عربی امام شعرانی' ملا علی قاری' سید عبدالکریم جیلانی' شاہ ولی اللہ دہلوی اور بعض دوسرے علماء کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں جن کا ماحصل صرف اس قدر ہے کہ **خاتم النبیین** اور **لا نبی بعدی** میں نبوت تشریعی کو ممتنع ٹھہرایا گیا ہے اور نبوت عامہ جس میں شریعت نہ ہو جاری قرار دی گئی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن کاش اس کے ساتھ یہ بھی بتایا جاتا کہ وہ تمام علماء نبوت عامہ اور غیر تشریعی نبوت کو ولایت سے بڑھ کر یقین نہ کرتے تھے۔ بلکہ ولایت ہی کا دوسرا نام انہوں نے نبوت عامہ یا غیر تشریعی نبوت قرار دیا تھا۔" (اخبار پیغام صلح لاہور جلد 37 - نمبر11)

یہ اقتباس اپنی تشریح آپ کر رہا ہے اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

پیغام احمدیت

پیغام احمدیت فصل ساتویں کے جوابات

قارئین نے ''قادیانی مذہب'' مولفہ پروفیسر الیاس برنی کی پہلی دو فصلوں پر تبصرہ پڑھ لیا۔ تیسری اور چوتھی فصل میں آپ نے نبوت کی بحث جاری رکھی ہے۔ اس مسئلہ پر ہماری طرف سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس لئے فی الحال ہم اسے اور دوسری فصلوں کو نظرانداز کر کے ساتویں فصل پر تبصرہ شروع کرتے ہیں۔ حسب ضرورت ان فصلوں پر تبصرہ بھی بعد میں پیش کیا جائے گا۔

1- **دوبارہ نزول: فصل ساتویں ص 344 خلاصہ**

اعتراض اخبار الفضل 18 اگست 1931ء سے ایک عبارت نقل کی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ سورۃ الحمد کا نام سبع مثانی ہے اور اس کا سبع مثانی ہونا یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کا دوبارہ نزول ہوا ایک آنحضرت صلعم پر اور دوسری بار مرزا صاحب پر۔

اس سلسلہ میں حضرت مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر بطور اصول یاد رکھنی چاہئے:

''سنو خدا کی لعنت ان پر جو دعوئی کریں کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں قرآن شریف معجزہ ہے جس کی مثل کوئی انس اور جن نہیں لا سکتا ---------- بلکہ وہ ایسی وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی بھی نہیں اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور کوئی وحی بھی ہو۔ اس لئے کہ وحی رسانی میں خدا کی تجلیات ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم الانبیاءؑ پر ہوئی ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ کبھی پیچھے ہو گی اور جو شان قرآن کی وحی کی ہے وہ اولیاء کی وحی کی شان نہیں، اگرچہ قرآن کے کلمات کی مانند

کوئی کلمہ انہیں وحی کیا جائے۔" (الھدی والتبصرۃ لمن یری ص 32 / 12 جون 1902ء)

2- قیوم العالمین کا قادیانی تخیل: فصل ساتویں ص 344

"اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھانے کے لئے تخیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہاء عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔ یہ وہی اعضا ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں عالم نام ہے جب قیوم عالم کوئی حرکت جزوی یا کلی کرے گا تو اس کی حرکت کے ساتھ اس کے اعضاء میں ایک حرکت پیدا ہو جانا ایک لازمی امر ہو گا اور وہ اپنے تمام ارادوں کو انہیں اعضاء کے ذریعہ سے ظہور میں لائے گا نہ کسی اور طرح سے۔ پس یہی ایک عام فہم مثال اس روحانی امر کی ہے جو کہا گیا ہے کہ مخلوقات کی ہر چیز خدا تعالیٰ کے ارادوں کی تابع اور اس کے مقاصد مخفیہ کو اپنے خادمانہ چہرہ میں ظاہر کر رہی ہے اور کمال درجہ کی اطاعت سے اس کے ارادوں کی راہ میں محو ہو رہی ہے۔ اور یہ اطاعت اس قسم کی ہرگز نہیں جس کی صرف حکومت اور زبردستی پر بناء ہو بلکہ ہر ایک چیز کو خدا تعالیٰ کی طرف ایک مقناطیسی کشش پائی جاتی ہے اور ہر ایک ذرہ ایسا بالطبع اس کی طرف جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک وجود کے متفرق اعضاء اس وجود کی طرف جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس درحقیقت یہی سچ ہے اور بالکل سچ کہ یہ تمام عالم اس وجود اعظم کے لئے بطور اعضاء کے واقع ہے اور اسی وجہ سے وہ قیوم العالمین کہلاتا ہے کیونکہ جیسی جان اپنے بدن کی قیوم ہوتی ہے ایسا ہی وہ تمام مخلوقات کا قیوم ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نظام عالم کا بالکل بگڑ جاتا"

(توضیح مرام ص 75 - 76)

جہاں یہ نشان موجود (-) ہے وہاں سے ہم نے عبارت پوری درج کر دی ہے تاکہ قیوم العالمین کا تصور ٹھیک طرح سے سمجھ میں آسکے اس سے قبل توضیح مرام کے ص 73 پر حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"اصل حقیقت یہ ہے کہ خدائے عز و جل کے ساتھ اس کی تمام مخلوقات اور جمیع عالموں کا جو علاقہ ہے وہ اس علاقہ سے مشابہ ہے جو جسم کو جان سے ہوتا ہے اور جیسے جسم کے تمام اعضاء روح کے ارادوں کے تابع ہوتے ہیں اور جس طرح روح جھکتی ہے اسی طرف وہ جھک جاتے ہیں یہی نسبت خدائے تعالیٰ اور اس کی مخلوقات میں پائی جاتی ہے"

مخالف کو جو اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے "عام فہم مثال" کے طور پر یہ کیوں لکھ دیا کہ تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔ وہ اس بات کو بھول رہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس اقتباس کی ابتداء ان الفاظ سے کر رہے ہیں۔

"اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھانے کے لئے تخیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایسا وجود اعظم ہے" ----- الخ

اگر قیوم العالمین کے اس تصور پر برنی صاحب کو اعتراض ہے تو خدا تعالیٰ کے اس تصور کے متعلق ان کا کیا ارشاد ہے جہاں درج ہے کہ:

انہ لیئط بہ اطیط الرحل بالراکب (سنن ابی داؤد)

"یہ آواز کرتا ہے جیسا کہ پالان آواز کرتا ہے سوار کے بیٹھنے کے وقت

پھر مسلم میں ہے:

یوم یکشف عن ساق اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی ننگی کرے گا۔"

"دوزخ چلاتا رہے گا جب تک کہ رب العزت خود اپنا پاؤں اس میں نہ رکھے۔

جو ان باتوں کا ہمارے مخالف جواب دیں وہی ہمارا جواب اس اعتراض کا سمجھ لیں۔

بات ذکر الٰہی کی چل پڑی تو اس سلسلے میں حضرت مرزا صاحب کے ایک دو اور حوالے بھی سن لیجئے:

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے

حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دل میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازار میں منادی کرا دوں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے۔ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت میں کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہو گا" (کشتی نوح)

"میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں۔" (اربعین نمبر۱)

3- **وحدت وجود:** فصل ساتویں ص 345 خلاصہ اعتراض:

"اس عاجز نے ہرچند ایک مدت دراز تک غور کی اور کتاب اللہ اور احادیث نبویؐ کو بتدبر و تفکر تمام دیکھا اور محی الدین ابن عربی وغیرہ کی تالیفات پر بھی نظر ڈالی کہ جو اس

طور کے خیالات سے بھری ہوئی ہیں اور خود خدا داد عقل کی رو سے خوب سوچا اور فکر کیا لیکن آج تک اس دعویٰ کی بنیاد پر کوئی دلیل اور صحیح حدیث ہاتھ نہیں آئی اور کسی نوع کی برہان اس کی صحت پر قائم نہیں ہوئی بلکہ اس کے ابطال پر براہین قویہ اور حجج قطعیہ قائم ہوتی ہیں جو کسی طرح اٹھ نہیں سکتیں۔" (ارشاد حضرت مرزا صاحب مندرجہ حیات احمد جلد دوم ص 95 مرتبہ یعقوب علی صاحب)

اس حوالے کے اندراج کا مقصد بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ مخالف یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ توضیح مرام ص 75 میں جو خدا کا تصور پیش کیا ہے اس سے محی الدین ابن عربی کے وحدت وجود والے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے اور مندرجہ بالا اقتباس میں اس عقیدہ کی تردید ہے۔ اگر مخالف نے توضیح مرام کو غور سے پڑھا ہوتا وہیں یہ عبارت بھی مل جاتی:

"اگرچہ میں صاحب نصوص (یعنی محی الدین ابن عربی مصنف نصوص الحکم۔ ناقل) کی طرح حضرت واجب الوجود کی نسبت یہ تو نہیں کہتا کہ **خلق الاشیاء و ھو عینھا** مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ **خلق الاشیاء و ھو کعینھا ھذا العالم کصرح ممرد من قواریر و ملاء الطاقت العظمی یجری تحتھا و یفعل ما یرید یخیل فی عیون قاصرۃ کانھا ھو یحسبون الشمس و القمر و النجوم موثرات بذاتھا و لا موثر الا ھو** (توضیح مرام ص 74-73)

یعنی میں یہ تو نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو پیدا کیا اور وہ اشیاء کا عین ہے مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ اس نے اشیاء کو پیدا کیا اور وہ عین اشیاء کی مانند ہے یہ عالم اس محل کی طرح ہے جس پر شیشے جڑے ہوئے ہیں اور طاقت عظمی کا پانی اشیاء عالم کے نیچے بہہ رہا ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے ان آنکھوں کے تخیل میں یہ آتا ہے جو حقیقت تک پہنچنے سے قاصر ہیں کہ گویا وہ اشیاء خود خدا ہی ہیں یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ سورج، چاند ستارے اپنی ذات میں موثر ہیں لیکن حقیقت یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سوا اس عالم میں کوئی اور موثر نہیں۔

حضرت صاحب نے اپنے بیان کی وضاحت کر دی۔ دونوں بیانات میں کوئی تضاد نہیں

مخالف نہ سمجھنا چاہے تو اس کا علاج نہیں۔

4- عیسیٰؑ کی حقیقت: فصل ساتویں ص 345

اس سلسلہ میں مخالف نے درجن بھر حوالہ جات مختلف کتابوں اور ڈائریوں سے اکٹھے کئے ہیں۔ حسب عادت ان کی ترتیب میں یہ ہوشیاری برتی ہے کہ سب کا مضمون قرآنی مسیح پر بھی منطبق ہو سکے چاہے حضرت مرزا صاحب کا منشاء محض انجیلی مسیح کے تعارف کا ہو جسے عیسائی خدا کا بیٹا۔ ازلی ابدی قوتوں کا مالک اور اپنے نفس کے سوا تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھنے والا مانتے ہیں' عیسائی عقیدہ کی تردید تو خود قرآن نے ان پر زور الفاظ میں کر دی ہے۔

و قالو اا تخذ الر حمان و لدا لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموا ت یتفطر ن من و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا ان دعو اللر حمن و لدا

ترجمہ: وہ یہ کہتے ہیں رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے سخت بے ہودہ بات ہے جو تم لوگ گھڑ لائے ہو۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں۔ زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں اس بات پر کہ لوگوں نے رحمان کے لئے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا رحمان کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ (سورہ 19 - مریم آیت نمبر 88 - 91)

یہی عیسیٰ پرستی کا جذبہ ہے جو کھلے کھلے طور پر عیسائیوں کے قلوب میں راسخ ہے اور مخفی طریق پر مسلمانوں کے دل و دماغ میں گھرا ہوا ہے جو حضرت مرزا صاحب دور فرمانا چاہتے ہیں۔ قرآن لاکھ اس بات کا اعلان کرے کہ یہ عقیدہ سخت بے ہودہ ہے اور اس کی شدت اتنی زیادہ ہے کہ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے لیکن عیسائیوں کو اس سے کیا غرض وہ تو اس عقیدہ سے تب ہی باز آئیں گے جب ان کی اپنی کتب مقدسہ سے ہی اس کا ابطال کیا جائے۔ جب حضرت مرزا صاحب اناجیل سے مسیح کے کردار کا آئینہ دکھاتے ہیں تا کہ مسیح کے ابن اللہ ہونے پر مزعومہ حقیقت آشکار ہو جائے تو اس پر شور برنی صاحب اور ان کے ہم نوا مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب قرآنی مسیح کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اس بات کے ثبوت کے لئے وہ حوالہ جات پیش

کرتے ہیں جو انہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب سے پیش کئے تھے۔ مزید ہوشیاری یہ برتی جاتی ہے کہ جن الفاظ سے یہ ثابت ہو کہ یہ حضرت مرزا صاحب کا اپنا اعتقاد نہیں انہیں حذف کر دیا جائے۔ اصولی طور پر تو حضرت مرزا صاحب کا ذیل کا بیان اس قسم کے تمام حوالہ جات کو صاف کر دیتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"سو ہم نے اپنے کلام میں (جن پر معترضین کو اعتراض ہے - ناقل) ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں۔" (نور القرآن حصہ دوم ص 2 تصنیف حضرت مرزا صاحب)

قارئین کو اس سے مغالطہ نہ کھانا چاہئے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں عیسیٰ علیہ السلام، مسیح - یسوع - یسوع مسیح - ابن مریم۔ مسیح ابن مریم کے الفاظ ایک ہی شخصیت کے متعلق استعمال کئے ہیں۔ متن سے اس کا پتہ چلانا مشکل نہیں کہ وہ قرآنی مسیح کا ذکر فرما رہے ہیں یا انجیلی مسیح کا۔ جب اس بات کا تعین ہو جائے تو بات سمجھنے میں دشواری نہیں ہوگی۔

احمدیت کے ایک بڑے مخالف کہا کرتے تھے کہ لوگ خواہ مخواہ اس بات پر وقت ضائع کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ بھلا وہ اس شخص کی توہین کے کیسے مرتکب ہو سکتے ہیں جس کا مثیل بننے کے وہ خود مدعی ہیں۔

حضرت مرزا صاحب اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"موسیؑ کے سلسلے میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں، سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں" (کشتی نوح ص 16)

"جس حالت میں مجھے دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مجھے مشابہت ہے تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ میں اگر نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برا کہتا تو اپنی مشابہت ان سے کیوں بتلاتا؟ کیونکہ اس سے تو میرا خود برا ہونا لازم آتا ہے" (اشتہار 28 دسمبر 1898ء حاشیہ تبلیغ رسالت جلد 7 ص 70)

ان تمہیدی اشارات کے بعد برنی صاحب کے منتخب شدہ حوالہ جات پر ہمارا تبصرہ ملاحظہ ہو:

پہلے دو حوالہ جات میں ذکر ہے کہ مسیح ابن مریم کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ اس امر کی وضاحت اوپر ہو چکی ہے۔ ان مترادف الفاظ کے استعمال سے مغالطہ نہ کھانا چاہئے۔

تیسرے اور چوتھے حوالہ جات میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کی بدزبانی کے مقابل پر جو وہ آنحضرت صلعم کی شان میں کرتے ہیں مسلمانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں سخت الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔

یہ امر درست ہے لیکن اگر الزامی جواب کی خاطر انجیلی مسیح کا خاکہ خود عیسائیوں کی کتب مقدسہ سے پیش کیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ان کی شان اور عظمت کا پاس نہیں کیا گیا ان کی وہی شان اور عظمت ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔

پانچواں اور چھٹا حوالہ جو برنی صاحب نے درج کیا ہے اس نے اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا۔ ملاحظہ ہو:

"غرض جس ابن مریم کی قرآن شریف نے ہم کو خبر دی ہے وہ اسی ازلی ابدی ہدایت کا پابند تھا جو ابتدا سے بنی آدم کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ لہٰذا اس کی نبوت کے لئے قرآنی ثبوت کافی ہے گو انجیل کی رو سے کتنے ہی شکوک شبہات ان کی نبوت کے بارہ میں پیدا ہوں۔" (نور القرآن نمبر1 تصنیف حضرت مرزا صاحب ص 33)

"غرض قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں جو ہم کسی طرح ان کو رفع نہیں کر سکتے۔ صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قبول کر لیا ہے اور بجز اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی دلیل بھی نہیں۔" (اعجاز احمدی تصنیف حضرت مرزا صاحب ص 13)

قرآنی اور انجیلی مسیح کا تصور واضح ہے جو یہودیوں کے اعتراض کا ذکر ہے وہ تو انجیلی مسیح کے متعلق ہے نہ کہ قرآنی مسیح کے متعلق۔ اس کے متعلق تو حضرت مرزا صاحب

نے ان یہودیوں کی کتب کا بھی ذکر کیا ہے جو انہوں نے مسیح کی نبوت اور پیشگوئیوں کے خلاف لکھی ہیں۔ مسیح کی نبوت تو کیا خود عیسائیوں میں مسیح کے وجود کا مسئلہ بھی اختلافی مسئلہ بنا ہوا ہے اور بہت سی کتابیں ایسی لکھی گئی ہیں جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسیح کا سرے سے کوئی وجود ہی نہ تھا۔

انجیلی مسیح کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں (یہ حوالہ برنی صاحب نے ساتویں نمبر پر درج کیا ہے)

"اور یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں اور ان کی پیش گوئیوں کے بارہ میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے سے حیران ہیں۔ بغیر اس کے کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن کریم نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل اس کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ یہ احسان قرآن کریم کا ان پر ہے کہ ان کو بھی نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا۔" (اعجاز احمدی تصنیف حضرت مرزا صاحب ص 13)

یہ بات حقیقت سے کتنی قریب ہے کہ اگر قرآن کریم نے آکر نہ صرف مسیح علیہ السلام بلکہ دوسرے انبیاء کی پوزیشن کو صاف نہ کیا ہوتا تو انبیاء کے کردار اور نبوت کی کس قدر بھیانک تصویر ہمارے دماغوں پر مسلط ہوتی۔ اگر گذشتہ انبیاء کی تعلیم مسخ نہ ہو گئی ہوتی تو پھر قرآن کریم کے آنے کی بھی کیا ضرورت تھی۔

اصطلاح علیہ السلام کے متعلق وضاحت: اس حوالہ میں یا دوسرے حوالہ جات میں عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کہ یہ اسلامی اصطلاح ہے اور اس نام سے ان کی "توہین" کی گئی ہے۔ کیا توہین کرنے والا علیہ السلام کے الفاظ بول کر توہین کرتا ہے۔ صاف عیاں ہے کہ مصنف کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت مقدس اور قابل احترام ہے باقی اعتراض اس پاک ہستی کی غلط تصویر پر ہے جو عیسائی پیش کرتے ہیں۔

آٹھواں حوالہ برنی صاحب نے حضرت مریم کے متعلق درج کیا ہے۔ اس حوالہ کو انہوں نے اعتراض نمبر 6 (مریم کی عصمت) کے تحت بھی دہرایا ہے اس لئے موضوع کی

مناسبت سے اس پر تفصیل سے بحث بھی وہیں کی گئی ہے۔
نویں، دسویں اور گیارہویں حوالہ جات میں انجیلی مسیحؑ کے نسب نامہ۔ کنچنی سے تیل ملوانا اور ان کی سخت کلامی کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں ان امور کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے لامحالہ یہ انجیلی مسیح کا ہی ذکر ہے۔ لیکن برنی صاحب نے کمال یہ کیا ہے کہ ایسا کوئی لفظ ان حوالہ جات میں درج نہیں کیا جس سے معلوم ہو سکے کہ یہاں بائبل کی روایات کا ذکر ہے اور عیسائیوں کے مقابل پر انجیلی مسلمات پیش کئے گئے ہیں اور یہ طریق بھی حضرت مرزا صاحب نے "برابر چالیس برس تک پادری صاحبان کی گالیاں سن کر اختیار کیا۔" (نور القرآن حصہ دوم ص 2)
انجام آتھم کے ضمیمہ سے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں کاش ان کے ساتھ یہ عبارت بھی درج کر دی جاتی تو مسئلہ صاف ہو جاتا:
"بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی انہوں نے ناحق ہمارے نبی کریم صلعم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں" (انجام آتھم ضمیمہ ص 8 حاشیہ)
مسیح کے نسب نامہ کے متعلق بائبل کے حوالہ جات: متی باب نمبر1 آیت 5 - یشوعا باب 2 آیات 1 - پیدائش باب 38، آیات 11، 15 - 18، 2 سیموئیل باب 11، آیات 2، 5، 27-
کنچنی سے تیل ملوانا: لوقا باب 7، آیات 37 - یوحنا باب 11 آیت 1 - 3 - سخت کلامی متی: باب 12 - آیت 39 مرقس باب 11 - آیت 14 متی باب 21 - آیت 19-

عیسیٰ کی حقیقت: فصل ساتویں صفحہ 347

(اعتراض نمبر 4 کا بارھواں حوالہ) "کیا تمہیں خبر نہیں کہ مردمی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہیں۔ ہیجڑا ہونا کوئی اچھی صفت نہیں ہے جیسے بہرا اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں۔ ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفات کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازدواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے۔" (مکتوبات احمدیہ جلد سوم مجموعہ مکتوبات حضرت مرزا صاحب ص 28)

جس مکتوب کا حوالہ دیا گیا ہے یہ پادری فتح مسیح کے نام ہے جس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

"پادری فتح مسیح فتح گڑھ ضلع گورداسپور نے ہماری طرف ایک خط نہایت گندہ بھیجا اور اس میں ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر زنا کی تہمت لگائی اور سوائے اس کے اور بہت سے الفاظ بطریق سب و شتم استعمال کئے۔ اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اس کے خط کا جواب شائع کر دیا جائے لہٰذا جواب شائع کیا گیا۔ امید ہے کہ پادری صاحبان اس کو غور سے پڑھیں اور اس کے الفاظ سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ یہ تمام پیرایہ یہاں فتح مسیح کے سخت الفاظ اور نہایت ناپاک گالیوں کا نتیجہ ہے۔ تاہم ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی شان مقدس کا بہر حال لحاظ ہے اور صرف فتح مسیح کے سخت الفاظ کے عوض میں ایک فرضی مسیح کا بالمقابل ذکر کیا گیا ہے اور وہ بھی سخت مجبوری سے کیونکہ اس نادان نے بہت ہی شدت سے گالیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالی ہیں اور ہمارا دل دکھایا ہے"۔

اس تمہید سے عیاں ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں کے فرضی مسیح کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ان کا اپنا عقیدہ نہیں بلکہ سخت مجبوری کے باعث الزامی رنگ میں دشمن کو جواب دیا گیا ہے۔ اس مکتوب کا اختتام ان الفاظ میں ہوتا ہے:

> "اے نالائق! کیا تو اپنے خط میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو زنا کی تہمت لگاتا ہے اور فاسق و فاجر قرار دیتا ہے اور ہمارا دل دکھاتا ہے ہم کسی عدالت کی طرف رجوع نہیں کرتے اور نہ کریں گے مگر آئندہ کے لئے سمجھاتے ہیں کہ ایسی ناپاک باتوں سے باز آ جاؤ اور خدا سے ڈرو جس کی طرف پھرنا ہے اور حضرت مسیح کو بھی گالیاں مت دو، یقیناً جو کچھ تم جناب مقدس نبوی کی نسبت برا کہو گے اسی اعتبار سے فرضی مسیح کو کہا جائے گا۔ مگر ہم اس سچے مسیح کو مقدس اور بزرگ اور پاک جانتے اور مانتے ہیں جس نے نہ خدائی کا دعویٰ کیا نہ بیٹا ہونے کا اور جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی

خبردی اور ان پر ایمان لایا" (ایضاً)

اصولی طور پر تو مخالف کے اعتراض کا رد ان ہی دو تمہیدی اور افتتاحی عبارتوں سے ہو گیا۔ چونکہ مخالفین اس حوالہ کو اپنی تحریروں اور تقریروں میں بار بار پیش کرتے ہیں اس لئے اس موقعہ پر مزید وضاحت بے فائدہ نہیں ہو گی۔

جہاں تک ان الفاظ کا تعلق ہے۔

"کیا تمہیں خبر نہیں کہ مردمی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہیں ہیجڑا ہونا کوئی اچھی صفت نہیں ہے جیسے بہرا اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں"

یہ ایک جنرل ریمارک ہے۔ اس میں حضرت مرزا صاحب نے نہ حضرت مسیح کو بہرہ اور گونگا کہا اور نہ کسی اور انسانی صفت محمودہ سے بے نصیب اور جب حضرت مسیح سے متعلق مردانہ صفات کی اعلیٰ ترین صفت' بانصیب ہونے کا ذکر کیا تو ان کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

"ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے"

معلوم ہوا کہ یہ اعتراض کا ذکر ہے نہ کہ اپنے عقیدہ کا۔ اپنے عقیدہ کی رو سے تو

"ہم اس سچے مسیح کو مقدس اور بزرگ اور پاک جانتے اور مانتے ہیں" (مکتوب کا اختتام)۔

جس طرح یہودیوں اور مسیح کے ماننے والوں کے دیگر اعتراضات و اختلافات کا اس مکتوب میں ذکر ہے اسی طرح یہ اعتراض یا عقیدہ بھی ان ہی میں سے ایک ہے جیسے دوسرے اختلافات اور اعتراضات حضرت مرزا صاحب کے اپنے نہیں اسی طرح یہ اعتراض بھی ان کا اپنا نہیں اسے محض الزامی جواب کے طور پر پادری فتح مسیح کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

جہاں تک حضرت مرزا صاحب کے اپنے عقیدے کا تعلق ہے وہ تو اس امر کے بھی قائل تھے کہ یہ اور بھی بعید از قیاس نہیں کہ حضرت مسیح نے کسی زمانہ میں شادی بھی کی ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔ کیا تعجب کہ "حضرت عیسیٰ کی اولاد ہوں" (مسیح ہندوستان میں باب چہارم تصنیف حضرت مرزا صاحب ص 68)

مسلم علماء کے جوابات: یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب اس قسم کے اعتراضات رسول اکرم صلعم کی ذات پر کئے گئے تو دیگر مسلم علماء نے ان کے کیا جوابات دیئے۔

مولانا سلطان محمود صاحب صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری تو بطور اسلامی عقیدہ یہ امر بیان فرماتے ہیں:

"عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بغیر باپ پیدا ہوئے تھے اس لئے ان میں قوت رجولیت بہت کم تھی۔ اس وجہ سے انہوں نے تمام عمر کوئی شادی نہیں کی اور بوجہ کمزوری شادی نہ کرنا کوئی کمال نہیں" (ضرورت رسالت جلد دوم ص 111)

تعجب ہے کہ حضرت مرزا صاحب جب یہی بات بطور الزام ذکر کریں تو ان کے خلاف مخالفت کا طوفان برپا ہو جائے۔ لیکن اپنے مولوی مولانا ان ہی امور کو بطور اپنا عقیدہ پیش کریں تو چپ سادھ لی جائے۔ دوسرے انبیاء کے متعلق بعض اوقات تو ناقابل ذکر امور تفاسیر میں درج ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قرآن مجید نے مصور کہا ہے لیکن اس لفظ کی تشریح میں ہمارے برخود غلط مہربانوں نے جو حاشیے چڑھائے ہیں ان کی تفصیلات میں جاتے ہوئے حیاء مانع ہے صرف ایک حوالہ سن لیجئے:

"وہ عنین (نامرد) تھے" (سعادت اظہری ترجمہ تفسیر مظہری جلد دوم ص 34)

دیگر حوالہ جات دیکھنے ہوں تو ملاحظہ فرمایئے معالم التنزیل جلد اول ص 157 در منثور جلد دوم ص 22)

عیسائی معتقدات: عیسائی جب یہ امر تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح نے شادی نہیں کی اور نہ ان کی کوئی اولاد ہوئی تو حضرت مرزا صاحب نے اگر یہ لکھ دیا کہ "ازدواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے" تو اس میں غلط بات کون سی کہی؟ عملی

نمونہ تو اس وقت دے سکتے تھے جب ان کی شادی ہوئی ہوتی۔ ''اسی طرح حضرت عیسیٰ نے شادی نہیں کی اور نہ جہاد کیا نہ متاہلانہ زندگی گذاری تو ان کی سیرت بھی مکمل سیرت کہے جانے کی مستحق نہیں'' (اخبار اہل حدیث امرتسر 4 ستمبر1931ء بحوالہ تجلیات رحمانیہ مصنفہ مولوی ابوا لعطاء صاحب جالندھری مطبوعہ قادیان 22 دسمبر1931ء)- اخبار اہلحدیث مشہور مخالف مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی نگرانی میں شائع ہوتا تھا۔ عیسائیوں میں غیر شادی شدہ رہنا ہی روحانیت کی ترقی کا اعلیٰ نشان سمجھا جاتا ہے اس لئے ہزاروں لاکھوں عیسائی راہب اور راہبات تمام عمر شادی کے بغیر گذار دیتے ہیں۔

خود اناجیل میں شادی کا ذکر یونہی سرسری سا ہے جس کا اعتراف خود عیسائی مصنّفین کو ہے (ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد 8 ص 433 کالم 2 اور جو ہدایات اس سلسلے میں دی گئی ہیں وہ ایسی ہیں جو کسی بت پرست فلاسفر کی تعلیم میں بھی پائی جا سکتی ہیں (ایضاً) پھر واضح طور پر اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ:

"In the gospels we have no direct reference to marriage, with the exception of our lord's deliverances on the subject of divorce."

یعنی ''اناجیل میں ہمیں شادی کے متعلق کوئی براہ راست بیان نہیں ملتا سوائے اس کے کہ ہمارے خداوند نے طلاق کے متعلق کچھ بیانات دیئے ہیں'' (ایضاً)

عملی نمونے کا وجود تو دور کی بات ہے اناجیل میں تو شادی کے متعلق بھی کوئی مثبت نظریہ نہیں ملتا۔ بلکہ بعض عیسائی حلقوں میں تو شادی کو محض "Weakness of the Flesh" ''جسم کی کمزوری'' سمجھا گیا ہے اور شادی شدہ انسانوں کو اخلاقی طور پر درمیانے درجے کے انسان تصور کیا جاتا ہے۔

سینٹ جیروم (340 - 420 بعد از مسیح) اور سینٹ آگسٹائن (354 - 430) نے کنوارا رہنے اور کنوارپنے کی تعریف میں جو گیت گائے ہیں ان کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شادی کرنا اگر گناہ نہیں تو کم از کم روحانی طور پر بڑی گھٹیا قسم کی بات ہے۔

مسلم علماء کی تحریروں سے بعض اقتباسات پیش کئے جا چکے ہیں۔ سلسلہ کلام ختم کرنے

سے پہلے اس سلسلہ میں مزید حوالہ جات کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

مولانا عبدالحق صاحب حقانی کے الزامی جوابات: جب تفسیر حقانی کے مصنف " عمدۃ المحدثین فخرالمفسرین، شیخ العلامہ مولانا محمد عبدالحق صاحب حقانی دہلوی کو پادری عمادالدین پادری فنڈر ماسٹر رام چندر اور ان کے زمانے کے دیگر پادریوں کی اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خرافات و ہزلیات کا جواب لکھنا پڑا تو انہوں نے وہی طرز اختیار کی جس کی مخالفین سلسلہ احمدیہ کو حضرت مرزا صاحب سے شکایت ہے۔ مفسر تفسیر حقانی نے جب انجیل کے بیان کے مطابق یہ لکھا کہ:

"حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے ساتھ جوان جوان عورتیں رہا کرتی تھیں جس پر یہود کو بدگمانی ہوئی۔" (تفسیر حقانی جلد اول مقدمہ ص 69 ناشر کتب خانہ نعیمیہ دیوبند - یو پی - انڈیا)

تو اس پر بعض لوگوں کو اعتراض ہوا۔ اس کے متعلق مفسر نے حاشیہ پر لکھا:

"ایک مخفی کرسٹان (عیسائی - ناقل) نے جو محمد صالح و محمد صادق فرضی ناموں سے تضحیک اسلام کے لئے غلط پیشگوئیاں کیا کرتا ہے مفسر کو بے اعتبار بنانے کے لئے اس عبارت سے یہ الزام قائم کیا ہے کہ مفسر حضرت مسیح علیہ السلام کو زناکار ٹھہراتا ہے۔ جس کو ذرا بھی اردو عبارت سمجھنے کا سلیقہ ہے وہ فوراً اس مخفی کرسٹان کی تکذیب کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ جھوٹا الزام ہے۔" (ایضاً)

کاش مخالفین سلسلہ احمدیہ کو بھی حضرت مرزا صاحب کی عبارات کو سمجھنے کا سلیقہ ہوتا اور وہ سمجھ سکتے کہ ان پر حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ پر توہین کا الزام سراسر جھوٹا الزام ہے۔

حضرت مسیح اور شعبدہ بازی: مولانا عبدالحق صاحب نے ایک جگہ پادری عمادالدین کا یہ اعتراض نقل کیا ہے:

"سورۃ والضحیٰ میں لکھا ہے **ووجدک ضالا فھدی** اے محمدؐ تو گمراہ تھا پس تجھے ہدایت دی"

اس کا جواب ملاحظہ ہو:

"یہ بالکل جھوٹ ---- البتہ بقول یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مصر میں شعبدہ بازی سیکھنے گئے تھے۔" (ایضاً ص 67)

پھر ایک اور اعتراض کے جواب میں اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

"یہ ایسی بیہودہ گوئی اور جہالت ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جناب میں یہود جہالت اور تعصب اور بدگمانی کرتے ہیں کہ وہ چونکہ ایسے پیدا ہوئے تھے طبیعت میں شوخی تھی مصر جا کر کچھ شعبدے سیکھ آئے۔ مغز چلی باتیں کرنے لگے۔ خدا کا بیٹا بن بیٹھے شریعت انبیاء کی اور خود انبیاء کی اہانت کرنے لگے آخر کو اپنے کئے کی سزا کو پہنچے۔ **العیاذ باللہ**" (ایضاً ص 68)

آگے چل کر عیسائیوں کو مخاطب کر کے حقانی صاحب فرماتے ہیں:

"تم کو البتہ یہود سے مخالفت اور تعصب ہو تو بجا ہے کیونکہ وہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کو بری بات پر محمول کرتے ہیں کہ ان کی کسی آسمانی کتاب میں نہ کوئی بشارت ہے نہ کوئی خبر' ان کے مرید محض بے تک عہد عتیق کی آیات کو کھینچ کھانچ کر لاتے ہیں۔ تاہم تک نہیں ملتی نہ ان کے پاس کوئی معجزہ تھا نہ کوئی کرامت گھر سے آوارگی میں بھاگ کر مصر چلے گئے۔ وہاں بعض حکماء سے چند ادویہ مجربہ نقوش و عمل دیو و جن کے مجرب سیکھ آئے تھے اور یروشلم میں آکر اپنے کرشمے دکھا کر نبی کیا بلکہ خدا کا بیٹا بن بیٹھے۔ بہت سے احمق ان کے شعبدوں میں آ گئے۔ بہت کو سلطنت کا لالچ دیا اور چال چلن کے بھی اچھے نہ تھے۔ چند عورتیں ساتھ رہا کرتی تھیں۔ پہلے انبیاء کو چور اور بٹ مار کہا کرتے تھے (یوحنا باب - 1) پس گرفتار کئے گئے۔ اس وقت کوئی معجزہ بھی نہ دکھا سکے اور سب شعبدے بھول گئے۔ کہ آخرالامر چیخ چیخ کر بڑی ذلت سے جان دی۔" (ایضاً ص 76)

انجیل کے جھوٹے مضامین: ان کتابوں میں بہت سے ایسے جھوٹے مضامین درج ہیں جن کی شہادت آج تک کسی تاریخ میں نہیں پائی جاتی نہ عقل ان کو تسلیم کرتی ہے۔ مثلاً متی باب 27 میں لکھا ہے:

"حضرت عیسیٰ نے جب صلیب پر چلا کر جان دی تو ہیکل کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ گیا اور زمین کانپی اور پتھر تڑک گئے اور قبریں کھل گئیں۔ اور بہت لاشیں پاک لوگوں کی قبروں سے نکل کر مقدس شہر میں بہتوں کو نظر آئیں ملخصا" اور اس طرح لوقا نے 23 باب میں کہ چھٹے گھنٹہ کے قریب تھا کہ تمام زمین پر اندھیرا چھا گیا اور نویں گھنٹہ تک رہا اور سورج تاریک ہو گیا اور ہیکل کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا۔۔۔۔۔۔ انتہی -------- انجیل متی باب 24 میں اور مرقس کے اندر 13 باب میں اور لوقا کے 20 باب میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح نے اپنے حواریوں سے مخاطب ہو کر اپنے دوبارہ آنے کی بابت یہ فرمایا تھا کہ ان دنوں میں سخت مصیبت پڑے گی جو نہ کبھی پہلے پڑی ہے اور نہ آگے پھر پڑے گی اور سورج اندھیرا ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گی تب ابن آدم کو (یعنی مجھ کو) بادل پر بڑی قدرت اور جلال سے آتا دیکھیں گے ------- انتہی ------ اور انجیل مرقس میں یہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ جب تک یہ سب کچھ واقع نہ ہو لے گذر نہ جاویں گے حالانکہ اس زمانہ کے لوگ گذر گئے اور بہتوں کی تو انتظار میں آنکھیں بھی پتھرا گئیں تھیں۔ مگر ان سب چیزوں میں سے کوئی بھی انہوں نے نہ دیکھی۔" (ایضاً ص 139)

حقانی صاحب نے جگہ جگہ اپنے اس مقدمے میں حضرت موسیٰؑ، حضرت یعقوبؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی الزامی جواب دیئے جنہیں ہم نظرانداز کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں دیگر اسلامی علماء خصوصاً اہل سنت کی آراء ملاحظہ ہوں:

جناب مولوی آل حسن صاحب کی رائے: "کلیتہ" یہ بات ہے کہ اکثر پیشگوئیاں انبیائے بنی اسرائیل اور حواریوں کی ایسی ہی ہیں جیسے خواب اور مجذوبوں کی بڑ۔" (استفسار ص 133)

"اشعیا اور ارسیا اور عیسیٰ علیہم السلام کی سی غیب گوئیاں قواعد نجوم اور رمل سے بخوبی نکل سکتی ہیں۔" (ایضاً ص 236)

"حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ احیائے میت کا بعضے بھان متی کرتے پھرتے ہیں کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا بعد اس کے سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا کہ اٹھ کھڑا ہو وہ اٹھ کھڑا

ہوا۔ (ایضاً۔ ص 236)

"حضرت عیسیٰ نے کون سا مرتبہ درشت گوئی کا اٹھا رکھا جو یہودیوں کے خطاب میں ان کی کفریات پر نہیں کیا" (ایضاً ص 417)

"حضرت عیسیٰ ایک انجیر کے درخت پر صرف اس جہت سے کہ اس میں پھل نہ تھا خفا ہوئے۔ پس جمادات پر خفا ہونا عقلا کمال جہالت کی بات ہے۔" (ایضاً ص 417)

مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی کے الزامی جواب کی توجیہہ: مولوی رحمت اللہ صاحب اپنی کتاب ازالتہ الاوہام کے دیباچے میں الزامی جواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ترجمہ

"چونکہ پادری صاحبان جناب خیرا لبشر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم اور حدیث نبوی کے متعلق بے ادبی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں اور تحریر کرتے ہیں اور اپنی عاقبت سے نہیں ڈرتے اور دھوکہ دینے والے دلائل لکھتے ہیں پس ناچار ہم نے ان کے جواب میں اسی رنگ میں الزامی جواب نقل کئے ہیں اور ان کی کتب مقدسہ کی روایات کو بطور مشتے نمونہ از خروارے علیحدہ لکھ دیا ہے اور حاشا وکلا کسی نبی کی ہجو اور مذمت کرنا میرے اعتقاد میں داخل نہیں اور نہ ہی ان کی مقرر کردہ شرائع کی اہانت مدنظر ہے بلکہ ہزار بار میں اس قسم کے خیالات سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سچے رسولوں کی رسالت پر اعتقاد رکھنا ہمارے عقائد میں سے ہے۔" (ازالتہ الاوہام ص 15)

انجیلی مسیح کا کردار: ترجمہ: اور ان آیات سے ظاہر ہے کہ منکران آنخضرت (یعنی مسیح کے منکر۔ ناقل) انہیں کھاؤ اور بادہ پرست سمجھتے تھے اور وہ عورت ان کے پاؤں کو چومتی تھی۔ اور عطر ملتی تھی اور جس وقت سے آپ تشریف لائے وہ عورت آپ کے پاؤں کو چومتی رہی اور وہاں سے نہ اٹھی' اور اس حال کو دیکھ کر فریسی اور دیگر لوگ بے اعتقاد ہو گئے اور آپ نے انہی افعال کی بناء پر اس فاحشہ عورت کے گناہوں کو بخش دیا اور بہت سی عورتیں آپ کے ساتھ رہتی تھیں۔ پس منکر کہے گا کہ چونکہ آپ خوبصورت جوان

تھے اس لئے عورتیں آپ پر عاشق ہو کر ساتھ ہو جاتیں۔ اور اپنے مال سے خدمت کرتی تھیں اور بعض کے متعلق تو آپ کا عشق و محبت متحقق تھا۔ اور شراب نوشی کی وجہ سے ان عورتوں کی حاجت روائی فرماتے تھے اور نکاح کی حاجت نہ رکھتے تھے جیسا کہ دریا گنگا و جمنا کے کنارے پر ہزارہا فقیر بیٹھے ہیں اور اس طریق کو اختیار کر کے نکاح سے فارغ ہیں۔" (ازالتہ الاوہام ص 368)

مولانا رحمتہ اللہ مہاجر مکی نے اپنی کتاب میں نہ صرف مسیح کے کردار کے متعلق بلکہ بائبل کے دوسرے انبیاء کے اخلاق کے متعلق بھی بائبل کے حوالہ جات سے روشنی ڈالی ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر مذاہب کی مستند کتابوں سے اگر خصم پر حجت قائم کی جائے تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ حجت قائم کرنے والا خود ان اعتقاد کا قائل ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری: "تورات اور انجیل کے مسودہ سے تشبیہہ اس کی حالت موجودہ کے لحاظ سے ہے۔ جس میں ایسے مضامین بھی ہیں کہ حضرت لوط نے (معاذ اللہ) شراب پی کر اپنی لڑکیوں سے زنا کیا (پیدائش باب 19)۔ مسیح نے شراب کی دعوت میں شراب کے کم ہونے پر معجزہ سے شراب کو بڑھا دیا۔ انجیل یوحنا باب 2 ورنہ حقیقی تورات انجیل نور ہدایت اور رحمت تھی" (تفسیر ثنائی جلد 2 مطبوعہ امرتسر ص 17)

انجیل میں مسیح کی حقیقت کا نشان نہیں ملتا: مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں:

"آج دنیا کی کسی کتاب میں (سوائے قرآن کے) مسیح کی اصلی تعلیم اور خود ان کی حقیقت کا نشان نہیں ملتا۔ بائبل کے عہد جدید میں جو کتابیں اناجیل اربعہ کے نام سے موجود ہیں انہیں اٹھا کر دیکھ جاؤ سب حلول ابنیت اور عینیت کے فاسد تخیلات سے آلودہ ہیں۔ کہیں حضرت ابراہیمؑ کو بشارت ہوتی ہے کہ تیرا بچہ خدا کا بیٹا کہلائے گا۔ (لوقا 1:35) کہیں خدا کی روح کبوتر کی مانند یسوع پر اتر آئی اور پکار کر کہتی ہے کہ "یہ میرا پیارا بیٹا ہے" (متی 16: 17) کہیں مسیح خود کہتا ہے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور تم مجھے قادر مطلق کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے دیکھو گے مرقس (14: 62) کہیں روز جزا میں خدا کی بجائے مسیح کو

تخت جلال پر بٹھایا جاتا ہے اور سزا و جزاء کے فرمان نافذ کرتا ہے (متی 25 : 31 - 46) کہیں مسیح کے منہ سے کہلوایا جاتا ہے کہ "باپ مجھ میں ہے اور میں باپ میں ہوں (یوحنا 10 : 38) کہیں اس راست گو انسان کی زبان سے یہ غلط الفاظ نکلوائے جاتے ہیں کہ "میں خدا سے نکل کر آیا ہوں" (یوحنا 8 : 42) کہیں اس کو اور خدا کو بالکل ایک کر دیا جاتا ہے اور اس کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ "جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا" اور "باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے" (یوحنا 14 : 9 - 10) کہیں خدا کی تمام چیزیں مسیح کی طرف منتقل کر دی جاتی ہیں۔ یوحنا (3 : 35) اور خدا اپنی خدائی کا سارا کاروبار مسیح کے سپرد کر دیتا۔ (یوحنا 5 : 20 - 22) " (تفہیمات جلد دوم ص 16 ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور اشاعت سوم 1964)

مرزا قادیانی صاحب کی معذرت: فصل ساتویں ص 347

"ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے ------ لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین اور آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا ----- سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں" (انوار القرآن حصہ دوم ص 2)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق: اس سلسلہ میں کتاب الاذکیا سے ذیل کا حوالہ لائق مطالعہ ہے۔ ہم نے پورا حوالہ ہی درج کر دیا ہے تاکہ قارئین کی "بشاشت طبع" کا سامان بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہے! یہ وہ کتاب ہے جسے مسلمان علماء سفر و حضر میں ساتھ رکھتے ہیں اور اس کے "لطائف علمیہ" سے اپنی مجلسوں کو گرماتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے **متعلق** الزامی جواب کا ایک **فقرہ** ملاحظہ ہو:

"تو جس موسیٰ کے بارے میں سوال کر رہا ہے وہ ایسا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہیں کرتا اور اس نے ان کی اتباع کا ان کو حکم نہیں دیا اور نہ اس نے ان کی آمد کی بشارت دی تو میں اس کو نہیں پہچانتا اور نہ میں اس کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور وہ میرے نزدیک ایک رسوائے عالم شیطان ہے"

لیجئے پورا حوالہ ملاحظہ کیجئے:

ایک یہودی عالم کو حضرت موسیٰ کے متعلق الزامی جواب: کتاب الاذکیا مولفہ علامہ ابن الجوزی کا ایک ورق:

"یعقوب اشحام کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالہذیل نے بیان کیا کہ ایک یہودی بصرے میں آیا اور اس نے عام متکلمین کو بند کر دیا۔ میں نے اپنے چچا سے کہا میں اس یہودی سے مناظرہ کرنے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ چچا نے کہا بیٹا! وہ متکلمین بصرہ کی ایک جماعت کو ہرا چکا ہے۔ میں نے کہا مجھے ضرور جانا ہے تو چچا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم اس یہودی کے پاس پہنچ گئے تو میں نے اس کو اس حال میں پایا کہ وہ لوگوں سے جو اس سے بحث کرتے ہیں اپنے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کراتا ہے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ ہم اس نبی کے دین پر ہیں جس کی نبوت پر ہم (مسلمانوں) نے بھی اتفاق کیا (اور ہم نبوت محمدی سے اتفاق نہیں کرتے) تو ہم اس دین کو کیوں مانیں جس کا نبی متفق علیہ نہیں ہے اور اس کا اقرار کیوں کریں۔ اب میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے کہا میں تجھ سے سوال کروں یا تو مجھ سے سوال کرے گا۔ اس نے کہا بیٹا کیا تو دیکھتا نہیں کہ میں نے تیرے مشائخ کو تو گفتگو میں بند کر رکھا ہے۔ میں نے کہا ان باتوں کو چھوڑو اور ان دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرو۔ اس نے کہا کہ میں سوال کرتا ہوں کیا موسیٰ اللہ کے انبیاء میں سے ایک ایسے نبی نہیں ہیں جن کی نبوت صحیح اور ان کی دلیل نبوت ثابت ہے۔ تو اس کا اقرار کرتا ہے یا انکار۔ اگر انکار کرتا ہے تو تو اپنے صاحب (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے گا۔

میں نے اس سے کہا کہ جو سوال تو موسیٰ کے بارے میں مجھ سے کر رہا ہے میرے

نزدیک اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ میں اقرار کرتا ہوں اس موسیٰ کی نبوت کا جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صحیح ہونے کی خبر دی ہے اور ہم کو حکم دیا ان کی اتباع کا اور بشارت دی ان کی نبوت کی۔ اگر تو اس موسیٰ کے بارے میں مجھ سے سوال کر رہا ہے تو میں اس کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں۔ اور اگر تو جس موسیٰ کے بارے میں سوال کر رہا ہے وہ ایسا ہے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہیں کرتا اور اس نے ان کی اتباع کا ہم کو حکم نہیں دیا اور نہ اس نے ان کی آمد کی بشارت دی تو میں اس کو نہیں پہنچانتا اور نہ میں ان کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور وہ میرے نزدیک رسوائے عالم شیطان ہے تو وہ میرے جواب سے بوکھلا کر رہ گیا۔ پھر اس نے کہا توریت کے بارے میں تو کیا کہتا ہے میں نے کہا توریت کے بارے میں بھی میرے نزدیک دو صورتیں ہیں۔ اگر وہی توریت مراد ہے جو اس موسیٰ پر نازل ہوئی تھی جس نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا تھا تو یہ توریت حق ہے اور اگر وہ توریت مراد ہے جس کا تو دعویٰ کر رہا ہے تو جھوٹی ہے اور میں اس کی تصدیق نہیں کروں گا۔

پھر اس نے کہا میں تجھ سے علیحدگی میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں جو صرف میرے اور تیرے درمیان ہو گی۔ میں نے خیال کیا شاید کوئی نیک بات ہو۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے آہستہ آہستہ مجھے گالیاں دینا شروع کر دیں کہ تیری ماں ایسی اور ایسی ہے اور جس نے تجھے تعلیم دی اس کی ماں ایسی ہے۔ وہ گالیوں میں بجائے کنایہ کے عریاں الفاظ استعمال کر رہا تھا۔ دراصل وہ کوشش کر رہا تھا کہ میں اس پر حملہ کر بیٹھوں۔ پھر اس کو یہ کہنے کا موقعہ مل جائے گا کہ مجھ پر حملہ کر دیا گیا (اس لئے میں جا رہا ہوں مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا) پھر میں نے حاضرین مجلس سے خطاب کیا اور میں نے کہا اللہ تم کو عزت دے۔ کیا میں نے اس کو جواب نہیں دیا۔ انہوں نے کہا بیشک' پھر میں نے کہا اس پر لازم نہ تھا کہ میرے جوابات کو رد کرتا سب نے کہا ضرور۔ پھر میں نے کہا کہ اس نے جب مجھ سے سرگوشی کی تو مجھے ایسی گالیاں دیں جن سے حد واجب ہوتی ہے اور میرے استاد کو بھی ایسی ہی گالیاں دیں اور اس نے یہ خیال کیا تھا کہ میں (یہ مغلظات سن کر)

اس پر حملہ کر دوں گا۔ پھر اس کو یہ دعویٰ کرنے کا موقعہ مل جائے گا کہ ہم نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اب تم پہچان چکے ہو کہ کس قماش کا شخص ہے۔ بس پھر تو عوام کے ہاتھوں سے اس پر جوتے پڑنا شروع ہو گئے اور وہ بصرے سے بھاگتا ہوا نکلا اور وہاں کے لوگوں کے ذمہ اس کا بہت سا قرضہ تھا۔ اس کو بھی چھوڑ گیا کیونکہ اس طرح لاجواب ہونے کے بعد جو چیز اس کو پیش آئی وہ خطرناک تھی۔"

(لطائف علمیہ ص 257 - 258 ترجمہ اردو کتاب الاذکیا مولفہ امام ابن الجوزی رحمتہ اللہ علیہ۔ مترجمہ مولانا اشیاق احمد صاحب مدرس دارالعلوم دیو بند تیسرا ایڈیشن۔ ناشر اشتیاق بکڈپو - دیوبند یو پی 1965ء کتاب کے مولف علامہ امام ابن الجوزی (المتوفی 597) کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے:

"وہ عظیم محدث جس کے ہاتھ پر بیس ہزار یہود اور نصاری نے اسلام قبول کیا تھا۔"

(سرورق) اردو ترجمہ کا پیش لفظ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا لکھا ہوا ہے -

مخالفین کے مسلمات کو پیش کرنا توہین کے مترادف نہیں: اصولی طور پر یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ مخالفین کی اپنی کتب سے ان کے اقوال و عقائد اور مسلمات کو پیش کرنا توہین کے مترادف نہیں بلکہ بعض اوقات گذارش احوال واقعی اور اظہار حق کے لئے ایسا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

6- **مریم کی عصمت:** فصل ساتویں ص 348 خلاصہ اعتراض (1) حضرت مرزا صاحب نے فرمایا حضرت مریم نے یہ عہد کیا تھا کہ میں ہیکل کی خدمت کروں گی باوجود اس کے یہ عہد توڑا گیا اور نکاح کیا گیا ان تاریخوں میں جو یہودی مصنفین نے لکھی ہیں اور باتوں کو چھوڑ کر اگر یہی دیکھا جائے تو یہ لکھا ہے کہ یوسف کو مجبور کیا گیا کہ وہ نکاح کرے اور اسرائیلی بزرگوں نے اسے کہا کہ ہر طرح تمہیں نکاح کرنا ہو گا۔ اب اس واقعہ کو مد نظر رکھ کر دیکھو کہ کس قدر اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ (اخبار الحکم مورخہ 24 اپریل 1902ء)

(2) غرض اس جگہ ایک معترض کا حق ہے کہ (انجیل کے بیان کے مطابق - ناقل) وہ یہ گمان کرے کہ اس نکاح کی یہی وجہ تھی کہ قوم کے بزرگوں کو مریم کی نسبت ناجائز حمل کا شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اگرچہ ہم قرآن شریف کی تعلیم کی رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا (اپنے اعتقاد کی وضاحت کر دی۔ لیکن مخالف کو بہر حال اعتراض کرنا ہے سو وہ اعتراض کئے جاتا ہے! - ناقل) تاکہ خدا تعالیٰ یہودیوں کو قیامت کا نشان دے ---- القصہ حضرت مریم کا نکاح محض شبہ کی وجہ سے ہوا ورنہ جو عورت بیت المقدس کی خدمت کے لئے نذر ہو چکی تھی اس کے نکاح کی کیا ضرورت تھی۔ افسوس! اس نکاح سے بڑے فتنے پیدا ہوئے اور یہود نابکار نے ناجائز تعلق کے شبہات شائع کئے" (چشمہ مسیحی ص 27 - 28)

(3) "اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بقول ان کے عہد کو کیوں توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض" (کشتی نوح ص 16)

(4) حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کا کام کرتے رہے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص 303)

1- مخالف نے "مریم کی عصمت" عنوان رکھنے میں یہ شرارت کی ہے کہ قارئین کے ذہن پر یہ اثر پیدا ہو جیسے حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ حضرت مریم کی عصمت کے قائل نہ تھے حالانکہ اخبار الحکم کے پہلے حوالہ میں صاف لکھا ہے:

"ان تاریخوں میں جو یہودی مصنّفین نے لکھی ہیں اور باتوں کو چھوڑ کر اگر یہی دیکھا جائے تو یہ لکھا ہے کہ یوسف کو مجبور کیا گیا کہ وہ نکاح کر لے اور اسرائیلی بزرگوں نے

اسے کہا کہ ہر طرح تمہیں نکاح کرنا ہو گا۔" (طالمود کے بیان کے مطابق یہودی مسیح کی پیدائش کو (نعوذ باللہ) ناجائز سمجھتے تھے۔ ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا .بلیکا جلد سوم ص 2968 کالم نمبر2 عنوان مریم)

بہرحال ہم مخالف کے شکر گذار ہیں کہ اس نے خود ہی اپنے تمہیدی حوالے میں اس حقیقت کو واشگاف کر دیا کہ یہ خیالات حضرت مرزا صاحب نے حجت قائم کرنے کی غرض سے بطور الزام عیسائیوں کے سامنے پیش کئے ہیں۔ برنی صاحب نے جو دوسرے حوالہ جات اس سلسلہ میں درج کئے ہیں وہاں بھی اسی حقیقت کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

(2) اس حوالہ کی ابتداء بھی ان الفاظ سے ہوتی ہے "غرض اس جگہ ایک معترض کا حق ہے اور ہم نے بریکٹ میں "انجیل کے بیان کے مطابق" کے الفاظ لکھ دیئے ہیں اس لئے کہ چشمہ مسیحی کے اس حوالہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"دیکھتے نہیں کہ انجیل کس قدر اعتراضات کا نشانہ ہے ------ اب اعتراض یہ ہے کہ اگر درحقیقت معجزہ کے طور پر یہ حمل تھا کہ مریم مدت العمر ہیکل کی خدمت میں رہے گی پھر کیوں عہد شکنی کر کے اور اس کی خدمت بیت المقدس سے الگ کر کے یوسف نجار کی بیوی بنایا گیا؟ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ توریت کی رو سے بالکل حرام اور ناجائز تھا کہ حمل کی حالت میں کسی عورت کا نکاح کیا جائے۔ پھر کیوں خلاف حکم توریت مریم کا نکاح عین حمل کی حالت میں یوسف سے کیا گیا۔" (چشمہ مسیحی, صفحہ 26-27)

معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک نہ حضرت مریمؑ کا کردار قابل اعتراض تھا نہ مسیح کی پیدائش وہ تو مروجہ اناجیل کی تفصیلات کے متعلق معترضین خصوصاً یہودیوں کے اعتراضات کی طرف توجہ دلا رہے ہیں اپنے اعتقاد کی نسبت تو انہوں نے صاف بیان فرما دیا:

"ہم قرآن شریف کی تعلیم کی رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا" (چشمہ مسیحی ص 27)

"آنحضرت صلعم کے حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ پر بہت بڑے احسانات ہیں کہ آپؐ نے انہیں ہر قسم کے الزام سے بری کیا جو ان کے مخالف یہودی ان پر لگاتے تھے۔"

(ارشاد حضرت مرزا صاحب مندرجہ ملفوظات احمدیہ جلد ہفتم ص 461 مرتبہ محمد منظور الٰہی)

"یہ صرف حضرت نبی کریمؐ ہی تھے جو بڑے زور سے ان کے مصدق بنے اور مخالفین کے ہر قسم کے الزامات سے ان کی بریت کی" (ایضاً)

پھر فرمایا:

"ان کی (یعنی مسیحؑ کی - ناقل) پیدائش بھی پاک تھی اور ان کا مرنا عام لوگوں کی طرح صلیب پر نہ تھا" (ارشاد حضرت مرزا صاحب مندرجہ ملفوظات احمدیہ جلد اول ص 324)

پہلے حوالہ میں بھی انہوں نے یہودی مصنّفین کا ذکر کیا تھا۔ اس حوالے کے آخر میں بھی صاف لکھ دیا:

"اور یہود نابکار نے ناجائز تعلقات کے شبہات شائع کئے۔"

اور مخالف حقائق سے آنکھیں بند کر کے یہ ضد کر رہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب حضرت مریم کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ العجب!

(3) تیسرے حوالے میں بھی انہی یہودی مصنّفین کے اعتراضات کا ذکر ہے۔ "لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا۔" وغیرہ

اس حوالے میں بھی انہی امور کا اعادہ ہے جن کا ذکر پہلے حوالے میں موجود ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ اگر بفرض محال ایسا ہی ہوا ہے جیسے یہودی سمجھتے ہیں تو یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔ اسرائیلی بزرگوں نے اگر حضرت مریم کو نکاح پر مجبور کیا تھا تو وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔ اس سے ہرگز ہرگز یہ مراد نہیں کہ حضرت مرزا صاحب یہودی مصنّفین کے ناجائز تعلقات کے شبہات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ وہ تو صاف لکھ چکے ہیں کہ:

"ہم قرآن شریف کی تعلیمات کی رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا" (چشمہ مسیحی ص 27)

"بعض افراد امت کی نسبت فرمایا کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس

نے پارسائی اختیار کی۔" (کشتی نوح ص 45)

جس کتاب سے مخالف حضرت مریم کی توہین کا الزام حضرت مرزا صاحب پر عائد کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ

"اللہ رے بے باکی کیسے طنز آمیز کنایات ہیں کہ ایمان لرز جائے۔" (ق م - ص 909)

جس کتاب میں حضرت مرزا صاحب حضرت مریم صدیقہ کی پارسائی کا واضح الفاظ میں اعتراف فرماتے ہیں اسی کتاب میں مخالف کو طنز آمیز کنایات نظر آتے ہیں۔ ۔ (مولانا محمد عبدالحق صاحب حقانی کا حوالہ اس سلسلہ میں ایک بار پھر پڑھ لیجئے: "تم کو البتہ یہود سے مخالفت اور تعصب ہو تو بجا ہے کیونکہ وہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کو بری بات پر محمول کرتے تھے۔" (تفسیر حقانی جلد اول)

(4) حضرت مرزا صاحب نے یوسف نجار کو جو حضرت مسیح کا باپ لکھا ہے تو بائبل کے اس حوالے کے مطابق جہاں ذکر ہے:

"کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں" (یوحنا باب 6 آیت 42)

ورنہ حضرت مرزا صاحب تو اس بات کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ نے

"حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ محض قدرت سے پیدا کیا" (مواہب الرحمٰن ص 72)

حضرت مریم کے متعلق مزید بحث ضمیمہ دوم کے اعتراض نمبر23 (ق م - ص 909) کے ماتحت بھی موجود ہے۔ اگلے اعتراض پر تبصرہ بھی ملاحظہ ہو۔

7- لعنت۔ لعنت: فصل ساتویں ص 34

(1) (مرزا صاحب نے) فرمایا تورات کی رو سے جو زنا کا نطفہ ہو وہ ملعون ہوتا ہے اور جو صلیب دیا جائے وہ بھی ملعون ہوتا ہے تعجب ہے عیسائیوں نے اپنی نجات کے واسطے کفارہ کا مسئلہ گھڑنے کے واسطے یہ تسلیم کرلیا کہ یسوع صلیب پر جا کر ملعون ہو گیا۔ جب ایک لعنت کو انہوں نے یسوع کے واسطے روا رکھا تو پھر (تورات کے بیان کے مطابق - ناقل) دوسری لعنت کو بھی کیوں نہ روا رکھ لیتے تا کہ کفارہ زیادہ پختہ ہو جائے۔ جب

لعنت کا لفظ آ گیا تو پھر کیا ایک اور کیا دو مگر قرآن شریف نے ان دونوں لعنتوں کا رد کیا ہے۔ اور دونوں کا جواب دیا ہے کہ ان کی پیدائش بھی پاک تھی اور ان کا مرنا عام لوگوں کی طرح صلیب پر نہ تھا۔" (ارشاد مرزا صاحب مندرجہ ملفوظات احمدیہ جلد اول ص 324)

(2) "آنحضرت صلعم کے حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ پر بہت بڑے احسانات ہیں کہ آپ نے انہیں ہر ایک قسم کے الزام سے بری کیا جو ان کے مخالف یہودی ان پر لگاتے تھے۔ ورنہ وہ خود تو جس دن سے پیدا ہوئے تھے اسی دن سے مخالفین کی لعنت کے مورد تھے۔ یہودیوں نے ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں چھوڑی (اور ان کے قول کے مطابق - ناقل) ابتداء بھی ان کی لعنت سے ہے اور انتہاء بھی لعنت سے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو ان کا مصداق تو کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ یہودی لوگ تو خیر لعنت کرتے ہی تھے لیکن خود (انجیل کے بیان کے مطابق - ناقل) ان کے حواری بھی لعنت کرنے سے باز نہ رہ سکے حواریوں میں سے ایک نے تین بار ان پر لعنت کی ----- یہ صرف نبی کریمؐ ہی تھے جو بڑے زور سے ان کے مصدق بنے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا احسان ہو سکتا ہے کہ بجائے لعنت کے رحمت کا خطاب انہیں دلایا اور اب مسلمان ان پر رحمتہ اللہ کا لفظ بولتے ہیں" (ارشاد حضرت مرزا صاحب مندرجہ ملفوظات جلد ہفتم مرتبہ محمد منظور الٰہی ص 461)

ماشاء اللہ ماشاء اللہ مخالف کی طبع جدت پسند نے ان اقتباسات پر کیا سرخی جمائی ہے کہ پڑھنے والے کے دل پر فوراً یہ اثر پڑے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح علیہ السلام کے لئے لعنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ نہ یہ دیکھا کہ گفتگو کا کون مخاطب ہے اور نہ یہ دیکھا کہ اپنے معتقدات کے مطابق حضرت مرزا صاحب نے مسیح علیہ السلام کے متعلق کیا کہا ہے۔ بس مخالف نے یہ دیکھ لیا کہ عیسائی عقیدہ کے مطابق مسئلہ کفارہ کی بنیاد صلیبی موت پر ہے جسے تورات میں لعنتی موت کہا گیا ہے۔ ("مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا ہو لعنتی ہے۔" (گلتیون باب 3 آیت 13) "اس نے اپنے بیٹے کو گناہ آلودہ جسم کی صورت

میں اور گناہ کی قربانی کے لئے بھیج کر جسم میں گناہ کی سزا کا حکم دیا۔" (رومیوں باب 8 آیت 3) "وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔" (استثناء باب 21 آیت 23)

اسی طرح بغیر باپ سے پیدائش بھی توریت کی رو سے ناپاک ہے۔ ۔ (ملاحظہ ہو استثناء باب 23 آیت 2)

اور چونکہ حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں کے مقابل ان کی کتب سے ان اقوال کا ذکر کیا ہے اس لئے وہ گردن زدنی قرار دیئے گئے۔ لیکن مخالف نے یہ نہیں سوچا کہ انہی حوالہ جات میں عیسائیوں کے ان عقائد کی تردید بھی تو کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو:-

(1) "مگر قرآن شریف نے ان دونوں لعنتوں کا رد کیا اور دونوں کا جواب دیا کہ ان کی پیدائش بھی پاک تھی اور ان کا مرنا عام لوگوں کی طرح صلیب پر نہ تھا۔"

(2) "آنحضرت صلعم کے حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ پر بڑے احسانات ہیں کہ آپؐ نے انہیں ہر قسم کے الزام سے بری کیا جو ان کے مخالف یہودی ان پر لگاتے تھے۔"

(3) یہ صرف حضرت نبی کریمؐ ہی تھے جو بڑے زور سے ان کے مصدق بنے اور مخالفین کے ہر قسم کے الزامات سے ان کی بریت کی اس سے بڑھ کر اور کیا احسان ہو سکتا ہے کہ بجائے لعنت کے رحمت کا خطاب انہیں دلایا۔"

اگر اس تشریح کی موجودگی میں ان اقتباسات کا عنوان یہ رکھا جاتا:

"آنحضرت صلعم کا حضرت مسیحؑ پر احسان" یا "ہر قسم کے الزامات سے بریت" یا "لعنت کی بجائے رحمت کا خطاب" تو زیادہ موزوں ہوتا، لیکن جب مقصد حقائق سے غرض نہ ہو بلکہ قارئین کی "بشاشت طبع" کا سامان مہیا کرنا ہو تو پھر مخالف سے انصاف پسندی کی توقع ہی فضول ہے۔

یہ دونوں حوالہ جات ڈائری کے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت مرزا صاحب نے جو ملکہ وکٹوریہ کو ایک خط لکھا تھا اس میں اس امر کو ذیل کے رنگ میں پیش کیا تھا جس میں انہوں نے اس بات کی قطعی وضاحت کردی کہ یہ عیسائی عقیدہ کی خطرناک غلطی کا بیان ہو رہا ہے نہ کہ اپنے عقیدہ کی ترجمانی ہو رہی ہے۔ فرماتے ہیں:

"ایک غلطی عیسائیوں میں بھی ہے اور وہ یہ کہ وہ مسیح جیسے مقدس اور بزرگوار کی

نسبت جس کو انجیل شریف میں نور کہا گیا ہے نعوذ باللہ لعنت کا لفظ اطلاق کرتے ہیں ----
وہ جو بقول ان کے خدا سے نکلا ہے اور وہ جو سراسر نور ہے اور وہ جو آسمان سے ہے اور وہ جو علم کا دروازہ ہے اور خدا شناسی کی راہ اور خدا کا وارث ہے اس کی نسبت نعوذ باللہ یہ خیال کرنا کہ وہ لعنتی ہو کر --- اس لقب کا مستحق ہو گیا جو شیطان کے لئے خاص ہے یعنی لعنت۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ اس کے سننے سے دل پاش پاش ہوتا ہے۔ اور بدن پر لرزہ پڑتا ہے ---- اگر یہ ممکن ہے کہ نعوذ باللہ کسی وقت مسیح کے دل نے لعنت کی زہرناک کیفیت اپنے اندر حاصل کی تھی۔ اگر انسانوں کی نجات اس بے ادبی پر موقوف ہے تو بہتر ہے کسی کی بھی نجات نہ ہو کیونکہ تمام گنہگاروں کا مرنا بہ نسبت اس بات کے اچھا ہے، کہ مسیح جیسے نور اور نورانی کو گمراہی کی تاریکی اور لعنت اور خدا کی عداوت کے گڑھے میں ڈوبنے والا قرار دیا جائے۔" (ستارہ قیصریہ ص 13 - 14)

حضرت مرزا صاحب نے اپنے عقیدے کی ترجمانی اقتباس مندرجہ بالا کے آخر میں کر دی ہے' عیسائی عقیدہ کا ذکر علیحدہ ہے اس سلسلہ میں آپ کے چند دوسرے اقوال ملاحظہ ہوں:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تائیدات الہیہ بھی شامل تھیں اور فراست صحیحہ کے لئے کافی ذخیرہ تھا کہ یہود ان کو شناخت کر لیتے اور ان پر ایمان لاتے مگر وہ دن بدن شرارت میں بڑھتے گئے اور وہ نور جو صادقوں میں ہوتا ہے وہ ضرور انہوں نے حضرت عیسیٰؑ میں مشاہدہ کر لیا۔" (تذکرۃ الشہادتین)

"میں آپ کی (یعنی مسیح کی - ناقل) عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں۔ اور مفسد اور مفتری ہے، وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح مریم کی عزت نہیں کرتا۔" (کشتی نوح - ص 16)

گذشتہ اعتراض پر تبصرہ بھی ملاحظہ ہو۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر بحث قادیانی مذہب ص 906 ضمیمہ دوم اعتراض نمبر 231 کے ماتحت بھی کی گئی ہے۔

1- **حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش:** فصل ساتویں ص 349

حضرت مولانا نورالدین صاحب کی تحریر کی نقل دربارہ ولادت مسیح۔

"جہاں تک میری سمجھ ہے یہ مسئلہ کسی عقیدہ میں داخل نہیں نہ قرآن کریم میں نہ حدیث میں اس کے متعلق صریح حکم موجود ہے کہ یہ عقیدہ رکھو۔ اگر کسی کی تحقیق اس کو مجبور کرے تو وہ معذور ہے۔ یہ میرا خیال ہے۔" نورالدین۔ (المہدی نمبر2-3 ص 63 مولفہ حکیم محمد حسین صاحب)

حقیقت یہی ہے کہ حضرت مسیح کی بن باپ پیدائش اسلامی عقائد کا جزو نہیں ہاں عیسائیت کے بنیادی اصولوں میں داخل ہے۔ یہاں خدا کی قدرت کا سوال نہیں۔ اس کو بغیر باپ چھوڑ کر ماں باپ کے بغیر بھی پیدا کرنے کی قدرت ہے۔ اگر کوئی قرآن و حدیث پر غور کرنے کے بعد آپ کی ولادت باباپ کا قائل ہو تو اسے ایسا عقیدہ رکھنے کا اختیار حاصل ہے۔ گو حضرت مرزا صاحب مسیحؑ کی پیدائش کو بغیر باپ ہی مانتے تھے لیکن ان کی زندگی میں ان کے بعض مرید مسیح کی ولادت کو باباپ تسلیم کرتے تھے حضرت صاحب نے اس اختلاف کے باوجو عالی حوصلگی اور بلند نظری سے کام لیا۔ شیخ قمرالدین صاحب گھڑی ساز جہلمی سے ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب نے پوچھا کہ کیا آپ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کو باباپ مانتے ہیں تو وہ آیات قرآنی جن سے آپ مسیحؑ کے باباپ ہونے کا استدلال کرتے ہیں میرے سامنے بیان کریں۔ تو شیخ صاحب نے پہلے تو حضرت صاحب کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کی لیکن پھر حضرت صاحب کے دوبارہ کہنے پر جو دلائل آپ کو قرآن سے معلوم تھے ان کا ذکر کیا:

"ان دلائل کو سن کر حضرت اقدس نے فرمایا ماشاء اللہ" آپ کے دلائل تو قوی ہیں مگر جب تک اللہ کی طرف سے اس امر کے متعلق ہمیں تفہیم نہیں ہوتی ہم تب تک انہی عقائد پر قائم ہیں جو جمہور کا عقیدہ ہے۔ یہ ہوتی ہے عالی حوصلگی اور بلند ظرفی۔ حضرت اقدس نے کیا لاکھ روپے کی بات حکیم فضل دین صاحب کو کہی کہ جو قرآن کریم سے استدلال کرتا ہے تم اسے کافر کیسے کہہ سکتے ہو" (مجدد اعظم مولفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جلد دوم ص 1342)

کفر کی بات اس لئے چل نکلی کہ حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے اس اختلاف

عقیدہ کی بناء پر شیخ قمرالدین صاحب کے کلمات کو کلمات کفر قرار دیا تھا (ایضاً ص 341) خود مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (جماعت ربوہ کے پہلے لیڈر) نے ایک پادری کا جواب لکھتے ہوئے فرمایا:

"یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور یہ کہ بعض لوگ آپ کے باپ کے قائل ہیں۔" (تشحیذ الاذہان اپریل 1913ء)

بغیر باپ کے پیدا ہونے کے عقیدے سے عیسائی مسیح کی خدائی ثابت کرتے ہیں اور اسی امر کو وہ حضرت عیسیٰ کی تمام انبیاء سے فضیلت کا موجب ٹھہراتے ہیں۔ خاص طور پر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر لا کر مسلمانوں کو ورغلاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو میزان الحق مصنفہ پادری عبدالحق)

اس کتاب کا مفصل جواب مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے اپنی کتاب عیسویت کا آخری سہارا اور انگریزی میں محمد اینڈ کرائسٹ میں دیا ہے)

حضرت مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونے میں بھی کوئی ایسی خصوصیت نہیں۔ خود آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

اگر اس طریق سے کسی کی فضیلت بلکہ الوہیت کا اثبات ہو سکتا ہے تو حضرت مرزا صاحب سائل کو ایک اور رنگ میں یہ مسئلہ سمجھاتے ہیں کہ برسات میں ہزارہا کیڑوں کے خود بخود پیدا ہو جانے سے ان کی کون سی فضیلت اور بزرگی ثابت ہوتی ہے۔

1- **سوال و جواب:** فصل ساتویں ص 351

"بعض لوگ موحدین کے فرقہ میں سے بحوالہ آیت قرآنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم انواع و اقسام کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر زندہ کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی بنا پر اس عاجز پر اعتراض کیا ہے کہ جس حالت میں مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے تو آپ بھی کوئی مٹی کا پرندہ بنا کر پھر اس کو زندہ کر کے دکھلایئے ------ ان تمام اوہام باطلہ کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں ------ اور موحد صاحب کا یہ عذر کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں رکھتے کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسیٰ خالق طیور تھے بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ طاقت خدا تعالیٰ نے اپنے

اذن اور ارادہ سے دے رکھی تھی --- یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہیں اور کفر سے بدتر۔"
(ازالہ اوہام) تصنیف حضرت مرزا صاحب ص 296 حاشیہ)

حضرت مرزا صاحب ان لوگوں کا ذکر فرما رہے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح نے کروڑہا پرندے بنائے جو اب تک موجود ہیں اور ہر طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو اپنی خالقیت کا حصہ دار بنا دیا تھا اور خدا کو یہ اختیار ہے کہ جس کو چاہے اپنا مثیل بنا دیوے قادر مطلق جو ہوا۔ یہ وہ زائد امور ہیں جن کا ذکر ازالہ اوہام کے ص 296 پر ہوا ہے جن کو مرزا صاحب نے سراسر مشرکانہ باتیں اور کفر سے بدتر ٹھہرایا ہے لیکن مخالف نے نقطے ڈال کر اس حصہ مضمون کو حذف کر دیا۔ حضرت مرزا صاحب آگے چل کر فرماتے ہیں:

"اگر خدا تعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے اپنی خدائی کی صفتیں بندوں کو دے سکتا ہے تو بلاشبہ وہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دے کر پورا خدا بنا سکتا ہے پس اس صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب سچے ٹھہر جائیں گے۔ (ازالہ اوہام ص 298 حاشیہ)

مزید فرماتے ہیں:

"تعجب کہ یہ لوگ یا رسول اللہ کہنا شرک کا کلمہ سمجھ کر منع کرتے ہیں لیکن مریم کے ایک عاجز بیٹے کو خدائی کا حصہ دار بنا رہے ہیں ------ تو پھر آپ لوگوں نے اپنے بدعتی بھائیوں سے اس قدر جنگ کیوں شروع کر رکھی ہے وہ بیچارے بھی تو اپنے اولیاء کو خدا کر کے نہیں مانتے صرف یہی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اذن اور ارادہ سے کچھ کچھ خدائی طاقتیں انہیں دے رکھی تھیں اور انہی طاقتوں کی وجہ سے جو باذن الٰہی ان کو حاصل ہیں وہ کسی کو بیٹا دیتے ہیں اور کسی کو بیٹی اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں نذریں نیازیں لیتے ہیں اور مرادیں دیتے ہیں۔" (ایضاً ص 300 حاشیہ)

10- عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات: فصل ساتویں ص 351

"عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے

کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا"
(ضمیمہ انجام آتھم ص 6 حاشیہ)
"ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص 7 حاشیہ)

ہم نے قارئین کی سہولت کے لئے انجام آتھم کے حوالہ جات اکٹھے درج کر دیئے ہیں برنی صاحب نے درمیان میں ازالہ اوہام کے حوالہ جات بھی لکھ دیئے تھے جن پر تبصرہ بعد میں ہو گا۔

مرزا صاحب اس موقعہ پر قرآنی مسیح کا ذکر نہیں فرما رہے بلکہ پادریوں کے عیسیٰ اور یسوع کا حال الزامی طور پر بیان فرما رہے ہیں اس لئے کہ اس حاشیہ کو ختم کرنے سے پہلے انہوں نے واضح طور پر تحریر فرما دیا:

"بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی انہوں نے ناحق ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کر دیں۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص 8 حاشیہ) معلوم ہوا کہ یہ پادریوں کے یسوع کا حال خود یہودی اور عیسائی لٹریچر کے آئینہ میں ہے۔ ایسے الزامی جوابات کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی اس کے متعلق حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"کیا کوئی اس سے بے خبر ہے کہ نالائق عماد الدین نے اس پاک ذات نبیؐ کی نسبت

کیا کیا گندے الفاظ استعمال کئے جس سے تمام مسلمانوں کے کلیجے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے نور افشاں' لودیانہ میں کیسے کیسے ہفتہ وار محض افتراء کی بنیاد پر توہین اسلام کے کلمات لکھے جا رہے ہیں۔ ریواڑی والے پادری نے کس قدر مسلمانوں کا دل جلایا اور ہمارے سیدو مولیٰ کو ڈاکو اور رہزن قرار دیا۔ غرض کہاں تک لکھیں ان ظالم پادریوں نے لاکھوں گالیاں ہمارے نبی کریمؐ کو دے کر ہمارے دلوں کو زخمی کر دیا۔" (انجام آتھم ص 38)

جو مکر و فریب والی بات ہے وہ بھی یہودیوں کے بیان کے مطابق ہے چونکہ اس مضمون کو حضرت مرزا صاحب نے بار بار مختلف کتابوں میں درج فرمایا ہے اس لئے آپ کے مدعا کو سمجھنے کے لئے ان کتب کی مجموعی شہادت کو دیکھنا چاہئے اپنی ایک کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

"عیسائیوں کو کس بات پر ناز ہے۔ اگر ان کا خدا ہے تو وہی ہے جو مدت ہوئی مر گیا ------ اور بموجب بیان یہودیوں کے اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا محض فریب اور مکر تھا۔" (چشمہ مسیحی ص 9)

"فریب و مکر" کے الفاظ پر نشان لگا کر حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"یہودیوں کے اس بیان کی خود حضرت مسیح کے قول میں تائید پائی جاتی ہے کیونکہ حضرت مسیح انجیل میں فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے حرامکار مجھ سے نشان مانگتے ہیں ان کو کوئی نشان نہیں دکھلایا جائے گا۔ پس ظاہر ہے اگر حضرت عیسیٰ نے کوئی معجزہ یہودیوں کو دکھلایا ہوتا تو ضرور وہ یہودیوں کی اس درخواست کے وقت ان معجزات کا حوالہ دیتے۔" (چشمہ مسیحی ص 9 حاشیہ)

اس سلسلہ میں مولانا عبدالحق صاحب حقانی کے دو حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں:

"بقول یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مصر میں شعبدہ بازی سیکھنے گئے تھے۔ العیاذ باللہ۔" (تفسیر حقانی مقدمہ ص 67)

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جناب میں یہود جہالت اور تعصب اور بدگمانی کرتے ہیں کہ وہ چونکہ ویسے پیدا ہوئے تھے۔ طبیعت میں شوخی تھی اور مصر جا کر کچھ شعبدے سیکھ آئے مغز چلی باتیں کرنے لگے' خدا کا بیٹا بن بیٹھے شریعت انبیاء کی اور خود انبیاء کی

اہانت کرنے لگے۔ آخر کو اپنے کیے کی سزا کو پہنچے والعیاذ باللہ۔" (ایضاً ص 68)

حضرت مرزا صاحب نے مسیح کے صاحب معجزات ہونے سے انکار نہیں کیا: اگر مخالف کا یہ دعویٰ ہے کہ خود حضرت مرزا صاحب مسیح علیہ السلام کے معجزات کے منکر تھے تو یہ امر قطعاً غلط ہے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:

"ایک صاحب ہدایت اللہ نام جنھوں نے انکار معجزات عیسوی کا الزام اس عاجز پر دے کر ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے وہ اپنے زعم میں ہماری کتاب ازالہ اوہام کی بعض عبارتوں سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا ہم نعوذ باللہ سرے سے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے منکر ہیں مگر واضح رہے کہ ایسے لوگوں کی اپنی نظر اور فہم کی غلطی ہے۔

ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحب معجزات ہونے سے انکار نہیں' بے شک ان سے بھی بعض معجزات ظہور میں آئے" (شہادت القرآن ص 77)

مخالف نے ازالہ اوہام سے جو عبارتیں پیش کی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا ان کے مطالعہ کے وقت بھی اس حوالہ کو مدنظر رکھیں تاکہ حضرت مرزا صاحب کا صحیح موقف سمجھنے میں آسانی ہو۔ حقیقی طور پر پرندوں کی تخلیق کا جو مسئلہ ہے اس پر اعتراض نمبر 9 کے تحت بحث ہو چکی ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ کی ایک اور کتاب سے ذیل کا اقتباس قابل غور ہے:

"مخالف لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے خالق طیور اور محی اموات کا منکر ہے اور اس کو نہیں مانتا۔ مگر میرا جواب یہ ہے کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی خلق کو مانتا ہوں' ہاں اس بات کو نہیں مانتا کہ حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا ہو' یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا ہو' کیونکہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مردہ زندہ کرنے اور پرندہ پیدا کرنے کو تسلیم کیا جائے تو اس سے خدا تعالیٰ کی خلق اور اس کا احیاء مشتبہ ہو جائے گا مسیح علیہ السلام کے پرندوں کا حال عصائے موسیٰ کی طرح ہے جیسے وہ سانپ کی طرح دوڑتا تھا۔ مگر ہمیشہ کے لئے نہیں اس نے اپنی حالت کو نہ چھوڑا تھا۔ ایسا ہی محققین نے لکھا ہے کہ مسیح کے پرندے لوگوں کے نظر آنے تک اڑتے تھے۔ لیکن جب نظر سے اوجھل ہو جاتے تھے تو زمین پر گر

پڑتے تھے اور اپنی پہلی حالت پر آ جاتے تھے۔" (حمامتہ البشریٰ ص 90)

10- عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات (2) فصل ساتویں ص 351 - 353

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بنا کر ان میں پھونک مار کر اڑانا للمولف برنی) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔" (ایضاً)

"جو لوگ فرعون کے وقت مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے وہ حضرت مسیح کے وقت عام طور پر یہودیوں کے ملک میں پھیل گئے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق پر (یعنی سحر اور جادوگری) پر اطلاع دے دی ہو' جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص 302 حاشیہ)

"اس سے کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھایا ہو اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید بھی نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بناتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور یورپ اور امریکہ میں بکثرت ہیں اور ہر سال نئے نکل آتے ہیں۔" (ایضاً ص 304)

"یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا نہیں بلکہ عمل ترب (یعنی مسمریزم۔ برنی) تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے

لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ صرف کھیل کی قسم میں سے تھا اور مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔" (ایضاً 322)

جیسا کہ شہادت القرآن اور حمامتہ البشریٰ کے حوالہ جات سے جو اوپر درج ہو چکے ہیں ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو مسیح علیہ السلام کے معجزات سے انکار نہیں تھا۔ انکار ان کی مشرکانہ صورت اور تشریح کا تھا کہ حضرت مسیح نے کروڑہا پرندے بنائے جو اب تک موجود ہیں اور ہر طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو اپنی خالقیت کا حصہ دار بنایا تھا۔ (ازالہ اوہام ص 296 حاشیہ) اسی اعتقاد کو وہ غلط' فاسد اور مشرکانہ اعتقاد قرار دیتے ہیں۔ (ایضاً 322)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کی پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی تھیں اور کہیں خدا تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ وہ زندہ بھی ہو گئیں" (آئینہ کمالات اسلام ص 68)

نہ چڑیوں کے بنانے سے انکار ہے نہ ان کی پرواز سے لیکن ان کی حقیقی زندگی کے ساتھ سچ مچ پرواز سے انکار ضرور ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ:

"ایسا ہی محققین نے لکھا ہے کہ مسیح کے پرندے لوگوں کے نظر آنے تک اڑتے تھے لیکن جب نظر سے اوجھل ہو جاتے تو زمین پر گر پڑتے اور اپنی پہلی حالت پر آ جاتے۔ (حمامتہ البشریٰ ص 90)

حقیقی طور پر ان میں زندگی کیسے پیدا ہو سکتی تھی جبکہ قرآن مجید فرماتا ہے:

ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیہم قل اللہ خالق کل شیئ و ھو الواحد القہار

"کیا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک بنائے ہیں جنہوں نے (کچھ) پیدا کیا ہو۔ جیسے

اللہ پیدا کرتا ہے پھر پیدائش ان کی نظر میں مل جل گئی۔ کہہ دے اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا ہے سب پر غالب"(13 - الرعد آیت 16)

مسیح کو بھی ایک قوم نے اللہ کا شریک بنایا ہے اور جو مسلمان مانتے ہیں کہ انہوں نے سچ مچ خدا کی مخلوق جیسی مخلوق یا اور پرندے بنائے تھے (بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ انہوں نے چمگاڈر بنائے تھے۔) تو وہ عیسائیوں کے ہم نوا ہو کر ان کے عقیدہ الوہیت مسیح کو مستحکم کرتے ہیں۔"

اسی مضمون کو مزید وضاحت سے قرآن مجید نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

الذی لہ ملک السموت و الارض و لم یتخذ ولدا و لم یکن لہ شریک فی الملک و خلق کل شیئی فقدرہ تقدیرا - و اتخذوا من دونہ الھتہ لا یخلقون شیئا و ھم یخلقون

"وہ وہی ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اس نے کوئی بیٹا نہیں بنایا اور نہ حکومت میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر اس کے لئے ایک اندازہ مقرر کیا اور لوگوں نے اس کے سوا معبود بنا لئے جو کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔"(25 - الفرقان آیت 2-3)

یہاں تو نام لے کر ان لوگوں کے عقائد کی تردید کر دی کہ جو کسی انسان کو خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں اور اس کو معبود بناتے ہیں' قرآن تو کہتا ہے کہ وہ کچھ پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن مخالف ہیں کہ اس بات پر اصرار کئے جاتے ہیں کہ نہیں مسیح نے سچ مچ پرندے بنائے تھے قرآن لاکھ کہتا پھرے کہ تمام جہان مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتا۔

دوسرے مفسرین کے اقوال: اب یہ صرف حضرت مرزا صاحب کی رائے نہیں بلکہ اسی کے قریب قریب بعض دوسرے محققین نے بھی لکھا ہے۔ امام وہب کا قول ہے:

کان یطیر مادام الناس ینظرو ن الیہ فاذا غاب عن اعینھم سقط میتا لتمیز عن خلق اللہ تعالی بلا واسطہ

یعنی وہ اڑتا تھا جب تک لوگ اسے دیکھتے رہتے تھے جب نظر سے غائب ہو جاتا تو

مردہ ہو کر گر جاتا تا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق بلا واسطہ اور اس خلق میں تمیز رہے۔ (تفسیر نیشا پوری برحاشیہ ابن جریر جلد 3 ص 195)

اسی قسم کا مضمون **البحر المحیط** جلد 2 ص 466 میں بھی بیان ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ دوسرے مفسرین نے بھی ان پرندوں کو طبعی حیات پانے والا سچ مچ کا پرندہ نہیں سمجھا اور مسیح علیہ السلام کے اس معجزہ کی توجیہہ پیش کی تھی۔

جو بات یہ مفسرین دبے الفاظ میں کہتے تھے حضرت مرزا صاحب نے اسے صاف صاف الفاظ میں بیان کر دیا اور اس میں جو شک و شبہ اور مغالطہ کا اندیشہ تھا اسے دور فرما دیا۔ اسی ازالہ اوہام میں بھی جہاں یہ بحث ہو رہی تھی فرمایا:

"بعض دانشمند شرک سے بچنے کے لئے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح جو پرندے بناتے تھے وہ بہت دیر تک جیتے نہیں تھے۔ ان کی عمر چھوٹی ہوتی تھی۔ تھوڑی مسافت تک پرواز کر کے پھر گر کر مرجاتے تھے۔ لیکن یہ عذر بالکل فضول ہے اور صرف اسی حالت میں ماننے کے لائق ہے کہ جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا نہیں ہو سکتی تھی بلکہ صرف ظلی اور مجازی اور جھوٹی حیات جو عمل الترب کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتی ہے ایک جھوٹی جھلک کے ذریعے ان میں نمودار ہو جاتی تھی۔ پس اگر اتنی ہی بات ہے تو ہم اس کو پہلے تسلیم کر چکے ہیں۔" (ازالہ اوہام ص 318 حاشیہ)

خلق طیور کی ایک روحانی تفسیر: حضرت مرزا صاحب نے اس ظاہری تفسیر کے علاوہ مسیح علیہ السلام کے خلق طیور کی ایک روحانی تفسیر بھی کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے اس لئے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنی بھی کر سکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے مراد وہ امی اور نادان لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے اپنا رفیق بنایا گویا اپنی صحبت میں لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا۔ پھر ہدایت کی روح ان میں پھونک دی جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔" (ازالہ اوہام ص 304 حاشیہ)

مطلب یہ ہے کہ جو زمین اور زمینی چیزوں کی طرف جھکے ہوئے تھے ان میں سے

بعض حضرت مسیح کے فیض صحبت سے عالم روحانیت میں پرواز کرنے لگے۔ طیر کا لفظ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی تفسیر بیان القرآن سورۃ آل عمران آیت 49)

نیز یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ اس تمام بحث میں حضرت مرزا صاحب زیادہ تر ان لوگوں سے مخاطب تھے جو حضرت مسیح کے متعلق غالیانہ خیالات رکھتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے ظاہری توجیہات بھی پیش کر دیں اور روحانی بھی تاکہ کسی طرح مسلمان غلو کی حالت سے نکل کر اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر سنجیدگی سے غور کر سکیں اور اپنی سمجھ کے مطابق اس تشریح کو قبول کریں جس میں شرک کی آمیزش نہ ہو' اس مسئلہ کو برنی صاحب نے اعتراض نمبر 15 کے تحت پھر چھیڑا ہے اس لئے ہمارے تبصرے کو وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔

11- مرزا صاحب کی مسیحائی: فصل ساتویں ص 353 خلاصہ اعتراض:

"اخبار الحکم سے ایک روایت درج کی ہے کہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب سخت بیمار ہو گئے اور غشی کی حالت طاری ہو گئی نبض مفقود ہو گئی' آنکھیں پتھرا گئیں۔ حضرت مرزا صاحب نے عرق گلاب چھڑکا اور دعا کی پھر اللہ تعالیٰ نے لڑکے کو مردہ حالت سے زندہ کیا۔ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں چونکہ علماء یہود کی برکت جاتی رہی تھی کسی مرگی والے کو شفا ہوئی ہو گی انہوں نے یہی سمجھ لیا۔" (منظور الٰہی مصنفہ محمد منظور الٰہی ص 267)

اناجیل اربعہ میں جو مسیح کے مردے زندہ کرنے کا ذکر ہے ان پر چاروں اناجیل کی متفقہ شہادت موجود نہیں۔ لعزر نامی ایک شخص کے جو زندہ کرنے کا ذکر یوحنا میں پایا جاتا ہے اس کا متی۔ مرقس اور لوقا میں نام و نشان نہیں ملتا۔ ایک سردار کی لڑکی کے زندہ کرنے کے متعلق متی' مرقس اور لوقا کی مختلف روایتیں ملاحظہ ہوں:

"سردار نے کہا --- ؟ میری بیٹی ابھی مری ہے۔" (متی 9:18)

''سرداروں میں سے ایک شخص نے ---- منت کی میری چھوٹی بیٹی مرنے کو ہے۔'' (مرقس 5:23)

''اکلوتی بیٹی جو بارہ ایک برس کی تھی مرنے کو تھی'' (لوقا 8:42)

''عبادت خانہ کے سردار کے ہاں کسی نے آکر کہا کہ بڑی بیٹی مرگئی۔ استاد کو تکلیف نہ دے یسوع نے سن کر اسے جواب دیا کہ خوف نہ کر فقط اعتقاد رکھ وہ بچ جائے گی ---- اس نے کہا رو نہیں وہ مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے۔'' (لوقا 8:49-52)

کہیں لکھا ہے کہ ابھی مری ہے۔ کہیں لکھا ہے کہ مرنے کو ہے ان دونوں باتوں میں موت و حیات کا فرق ہے' مسیح نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ وہ مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے۔ بس اسی قسم کے معجزات کا اناجیل میں ذکر ہے جس کی طرف حضرت مرزا صاحب اشارہ کر رہے ہیں۔

12- مسیح ابن مریم اور مرزا صاحب: فصل ساتویں ص 353

''میں ایسے شخص کا سخت دشمن ہوں کہ کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہو کر پھر خیال کرے کہ میں خدا ہوں' گو میں مسیح ابن مریم کو اس تہمت سے پاک قرار دیتا ہوں کہ اس نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا۔ تاہم میں دعویٰ کرنے والے کو تمام گناہ گاروں سے بدتر سمجھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں اور مجھے دکھایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم اس تہمت سے بری اور راست باز ہے اور اس نے کئی دفعہ مجھ سے ملاقات کی لیکن ہر ایک دفعہ اپنی عاجزی اور عبودیت ظاہر کی۔ ایک دفعہ میں نے اور اس نے عالم کشف میں جو بیداری کا عالم تھا۔ ایک جگہ بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا اور اس نے اپنی فروتنی اور محبت سے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ میرا بھائی ہے اور میں نے بھی محسوس کیا کہ وہ میرا بھائی ہے تب سے میں اس کو اپنا ایک بھائی سمجھتا ہوں۔ سو جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کے موافق میرا یہی عقیدہ ہے کہ وہ میرا بھائی ہے گو مجھے حکمت اور مصلحت الٰہی نے اس کی نسبت زیادہ فضل و کرم کے وعدے دیئے ہیں مگر پھر بھی میں اور وہ روحانیت کی رو سے ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ اسی بناء پر میرا آنا اسی کا آنا ہے جو مجھ سے انکار کرتا ہے ---- اور مسیح ابن مریم مجھ میں سے ہے اور میں خدا سے ہوں مبارک وہ جو مجھے پہچانتا ہے اور

بد قسمت وہ جس کی آنکھوں سے میں پوشیدہ ہوں۔" (مکتوب بنام ڈوئی مکتوبات احمدیہ جلد سوم ص 181)

"قریب ہے کہ زمین شق ہو جائے": قرآن مجید کا ارشاد ہے:

و قالوا تخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمن ولدا

یعنی وہ کہتے ہیں کہ رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ سخت بے ہودہ بات ہے جو تم گھڑ لائے ہو۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے' اور پہاڑ گر جائیں' اس بات پر کہ لوگوں نے رحمان کے لئے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا۔ (سورۃ مریم آیت 88-91)

اب اس کی تفسیر ملاحظہ ہو:

"ان کی یہ بات اتنی بری ہے کہ آسمان تھرتھرا کر ٹوٹ پڑے اور زمین جھٹکے لے کر پھٹ جائے اس لئے کہ زمین و آسمان خدا تعالیٰ کی عزت و عظمت جانتے ہیں ان میں رب کی توحید سمائی ہوئی ہے انہیں معلوم ہے کہ ان بدکار بے سمجھ انسانوں نے خدا کی ذات پر تہمت باندھی ہے --- خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کے شرک سے ساری مخلوق کانپ اٹھتی ہے قریب ہوتا ہے کہ انتظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔" (تفسیر ابن کثیر)

اب جس بات پر خدا کا کلام اتنی شدت سے گواہی دے رہا ہے کہ ایسی بات خدا کی طرف منسوب کرنا انتظام کائنات کو درہم برہم کرنا ہے اس کے متعلق اگر حضرت مرزا صاحب نے یہ فرما دیا کہ میں خدائی کا دعویٰ کرنے والے کا سخت ترین دشمن ہوں تو اس میں خلاف قرآن کون سی بات کہی جسے قابل اعتراض سمجھا گیا ہے۔ کیا قرآن ایسے مدعی اور ایسے مدعی کے ماننے والوں کی تعریف کرتا ہے قرآن حضرت مسیح علیہ السلام کو ایسی تہمت سے بری قرار دیتا ہے اور حضرت مرزا صاحب کے کشف نے قرآن کی اس ابدی صداقت کو آپ کے لئے حق الیقین تک پہنچا دیا ہے۔ ہاں جن لوگوں کے دلوں میں مسیح علیہ السلام کے متعلق غالیانہ خیالات رچ گئے ہیں انہیں ایسی باتیں پڑھ کر کوفت ہوتی ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مثیل مسیح یعنی مسیح محمدی ہونے کا ہے اسی نسبت سے مسیح اسرائیلی سے زیادہ کام ان کے سپرد کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح کا پیغام بنی اسرائیل تک محدود تھا لیکن نبی صلعم کے خاتم ہونے کی حیثیت سے مسیح محمدی کا پیغام تمام دنیا کے لئے ہے' اور اسی نسبت سے خدا کے فضل کے وعدے بھی ان کے ساتھ ہیں۔

اور یہ الفاظ کہ مسیح ابن مریم مجھ سے ہے اور میں خدا سے ہوں یہ قرب تعلق کو ظاہر کرتے ہیں نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

انت منی و انا منک

یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ (مشکوۃ باب المناقب) اس قسم کے محاوروں کے متعلق تفصیل سے بحث فصل چھٹی اعتراض نمبر 16 کے ضمن میں گذر چکی ہے۔

13- یسوع مسیح سے پیار مسیحی ملکہ کا دربار: فصل ساتویں ص 354

"جس قدر عیسائیوں کو حضرت یسوع مسیح سے محبت کرنے کا دعویٰ ہے یہی دعویٰ مسلمانوں کو بھی ہے۔ گویا آنجناب کا وجود عیسائیوں اور مسلمانوں میں ایک مشترکہ جائیداد کی طرح ہے اور مجھے سب سے زیادہ حق ہے کیونکہ میری طبیعت یسوع میں مستغرق ہے اور یسوع کی مجھ میں۔ اسی دعویٰ کی تائید میں آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں ---- اور اس جگہ اس قدر لکھنے کی میں نے اس لئے جرات کی ہے کہ حضرت یسوع مسیح کی سچی محبت اور سچی عظمت جو میرے دل میں ہے اور نیز وہ باتیں جو میں نے یسوع مسیح کی زبان سے سنیں اور وہ پیغام جو اس نے مجھے دیا ان تمام امور نے مجھے تحریک کی کہ میں جناب **ملکہ معظمہ** کے حضور یشوع کی طرف سے ایلچی ہو کہ باادب التماس کروں کہ ---- خوب ہو کہ جناب کو اس چھپی ہوئی توہین پر بھی نظر ڈالنے کے لئے توجہ پیدا ہو جو یسوع مسیح کی شان میں کی جاتی ہے۔" (تحفہ قیصریہ ص 23)

ریمارک از برنی:

"کم از کم مرزا صاحب کی تصانیف انجام آتھم' ازالہ اوہام اور کشتی نوح میں یسوع مسیح کی جو گت بنائی گئی ہے ان کی اور ان کی والدہ مریمؑ کے حق میں جو بدگوئی اور بدزبانی

روا رکھی گئی ہے اس پر ضرور توجہ ہو کہ یہ تحریرات بھی ملکہ معظمہ کی نظر سے چھپی ہوئی ہیں۔"

مخالف کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تو حضرت مرزا صاحب یسوع مسیح کی توہین کرتے تھے لیکن جب ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھا تو یسوع مسیح سے پیار کا اظہار شروع کر دیا۔

ہم گذشتہ اعتراضات کے سلسلہ میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر مسیح علیہ السلام کی توہین کا الزام ہی سرے سے غلط ہے۔ آپ دل سے یقین کرتے تھے کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے' ہاں عیسائیوں نے جو ایک فرضی مسیح پیش کیا تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے سے پہلے اور بعد میں آنے والوں کو جھوٹا اور بٹ مار کہا حضرت مرزا صاحب نے اس کا نقشہ الزامی جواب کے طور پر عیسائیوں کے سامنے پیش کیا' اور ایسا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کا بھی تفصیلی تذکرہ ہو چکا ہے۔

یہ سچ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح ابن مریم۔ مسیح اسرائیلی' یسوع مسیح یہ ایک ہی شخصیت کے مختلف نام ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے ان کی شخصیت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ اس تصور سے مختلف ہے جسے عام طور پر عیسائی مانتے ہیں اس لحاظ سے قرآن کا مسیح اور انجیل کا مسیح دو الگ الگ انسان ہیں۔ قرآنی مسیح وہ ہے جو خدا کا بندہ۔ نبی اور رسول تھا۔ انجیلی مسیح وہ ہے جو خدائی کا دعویدار تھا اور جس نے عیسائی عقیدہ کے مطابق اپنے لئے لعنت کی موت قبول کی وغیرہ۔ انجیل میں مسیح کو ابن آدم بھی کہا گیا ہے اور اس کی جانب ایسے اقوال بھی منسوب کئے گئے ہیں جو قرآن کی تعلیم کے مخالف ہیں اس لئے ہم انجیلی مسیح کو اسی حد تک تسلیم کریں گے جس حد تک اس کی تعلیم قرآن کے مطابق ہے جہاں اس کی تعلیم انجیل میں عیسائیوں کے نزدیک قرآن کریم کے مخالف بیان کی گئی ہے وہ ایک فرضی مسیحی کی تعلیم ہے۔ جسے قرآن نے بھی بڑی شدومد سے رد کیا ہے۔

عیسائی بھی مسیح سے محبت کے مدعی ہیں اور بحیثیت پیغمبر مسلمان بھی ان سے محبت

کرتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب تو اپنے آپ کو ان کا مثیل کہتے ہیں اور جیسا کہ انہوں نے ڈوئی کو خط لکھا وہ مسیح کو اور اپنے آپ کو "روحانیت کی رو سے ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے سمجھتے ہیں۔"

اس لئے اگر انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کو یہ لکھا کہ انہیں یسوع مسیح سے محبت کا دعویٰ ہے تو اس میں غلط بات کون سی کہی۔ مسیح سے جو قرابت کا تعلق ڈوئی کے خط میں ظاہر کیا تھا اسی کا اعادہ ملکہ کے خط میں کیا اور اپنی ایک اور تصنیف میں فرمایا:

"میں آپ کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح بن مریم کی عزت نہیں کرتا۔" (کشتی نوح ص 16)

انجیل میں مسیح کا جو غلط تصور پیش کیا گیا ہے اس کو حضرت مرزا صاحب نے ملکہ سے مخفی نہیں رکھا۔ فرماتے ہیں:

"اور خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں ایک یہ بھی ہے جو میں نے عین بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے اور اس سے باتیں کر کے اس کے دعویٰ اور تعلیم کا حال دریافت کیا ہے۔ یہ ایک بڑی بات ہے جو توجہ کے لائق ہے کہ حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے جو کفارہ اور تثلیث اور ابنیت ہے ایسے متنفر پائے جاتے ہیں کہ گویا ایک بھاری افتراء جو ان پر کیا گیا ہے وہ یہی ہے۔" (تحفہ قیصریہ ص 21)

یہاں عیسائیوں کے مخترعہ اعتقادات کو مسیح پر ایک بھاری افترا قرار دیا ہے' آگے چل کر لکھتے ہیں:

"جو کچھ آج کل عیسائیت کے بارے میں سکھایا جاتا ہے یہ حضرت مسیح کی حقیقی تعلیم نہیں مجھے یقین ہے کہ اگر حضرت مسیح دنیا میں پھر آتے تو وہ اپنی تعلیم کو شناخت بھی نہ کر سکتے۔

ایک اور بڑی بھاری مصیبت قابل ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ اس خدا کے دائمی پیارے اور دائمی محبوب اور دائمی مقبول کی نسبت جس کا نام یسوع ہے یہودیوں نے تو اپنی شرارت اور بے ایمانی سے لعنت کے برے سے برے مفہوم کو جائز رکھا' لیکن

عیسائیوں نے بھی اس بہتان میں کسی قدر شرکت اختیار کی۔ کیونکہ یہ گمان کیا گیا ہے کہ گویا یسوع مسیح کا دل تین دن تک لعنت کے مفہوم کا مصداق رہا۔ اس بات کے خیال سے ہمارا بدن کانپتا ہے اور وجود کے ذرہ ذرہ پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ کیا مسیح کا پاک دل اور خدا کی لعنت !!! گو ایک سیکنڈ کے لئے ہی ہو افسوس صد ہزار افسوس کہ یسوع مسیح جیسے خدا کے پیارے کی نسبت یہ اعتقاد رکھیں کہ کسی وقت اس کا دل لعنت کے مفہوم کا مصداق ہو گیا تھا۔" (تحفہ قیصریہ ص 22)

اگر اپنی عادت سے مجبور ہو کر برنی صاحب اس اقتباس کا عنوان بھی "لعنت" رکھ دیتے تو کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ لیکن چونکہ یہاں مقصد ایک اور رنگ میں حضرت مرزا صاحب کو ملزم قرار دینا تھا اس لئے ان الفاظ کو جو برنی صاحب کے پیش کردہ اقتباس سے ذرا پہلے آ رہے تھے بالکل حذف کر دیا گیا۔ بلکہ جب یہ مضمون دوبارہ شروع ہوا تو برنی صاحب نے عبارت ختم کر کے اپنا ریمارک شروع کر دیا۔ لیجئے ہم ان کے اقتباس کو مکمل کئے دیتے ہیں:

"۔۔۔۔۔۔ اس چھپی ہوئی توہین پر بھی نظر ڈالنے کے لئے توجہ پیدا ہو جو یسوع مسیح کی شان میں کی جاتی ہے۔ کیا خوب ہو کہ جناب ممدوح دنیا کی لغات کی رو سے عموماً اور عربی اور عبرانی کی رو سے خصوصاً لفظ لعنت کے مفہوم کی تفتیش کریں۔"

ستارہ قیصریہ ص 13، 14 میں بھی آپ نے اس غلط عقیدہ کی طرف ملکہ کو توجہ دلائی ہے۔ برنی صاحب کا یہ ارشاد ان واقعات کی روشنی میں کیا حقیقت رکھتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی جو تحریرات ملکہ معظمہ کی نظر سے چھپی ہوئی ہیں ان کی طرف بھی توجہ ہو۔ برنی صاحب تو جہاں تک ان کے بس میں تھا ان تمام تحریرات کو منظر عام پر لے آئے لیکن جب سیاق و سباق سے ان پر روشنی ڈالی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ تو عیسائیوں کے معتقدات ہیں جن پر فرد جرم کی اتنی بھاری عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

ذکر تحفہ قیصریہ کا ہو رہا تھا۔ اسی مکتوب میں حضرت مرزا صاحب نے ملکہ کو یہ بھی لکھا:

"یسوع کے چھوڑنے کے لئے کوشش کر" (ص 25)

آخر میں فرماتے ہیں:

"اسی طرح قرآن عمیق حکمتوں سے پر ہے اور ہر ایک تعلیم میں انجیل کی نسبت حقیقی نیکی کے سکھلانے کے لئے آگے قدم رکھتا ہے بالخصوص سچے اور غیر متغیر خدا کے دیکھنے کا چراغ تو قرآن ہی کے ہاتھ میں ہے" (ص 30)

آپ کی ایک اور تصنیف سے ملکہ کو اسلام کی دعوت کا پیغام بھی ملاحظہ ہو:

"اے ملکہ توبہ کر اور اس ایک خدا کی اطاعت میں آ جا جس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ شریک اور اس کی تمجید کر۔ کیا تو اس کے سوا اور کوئی معبود پکڑتی ہے جو کچھ پیدا نہیں کر سکے بلکہ خود مخلوق ہیں ---- اے زمین کی ملکہ اسلام کو قبول کرتا تو بچ جائے۔ آ مسلمان ہو جا۔" (آئینہ کمالات اسلام ص 532)

ممکن ہے بعض قلوب میں یہ خیال پیدا ہو کہ ملکہ کے حضور "باادب التماس" کیوں کی گئی ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ جب حضرت موسیٰ اور ہارون کو فرعون سرکش کی طرف جانے کا حکم ہوا تھا تو خدائے تعالیٰ نے انہیں فرمایا:

اذهبا الی فرعون انہ طغی فقو لا لہ قو لا لینا لعلہ یتذ کر او یخشی

"تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔" (20 طٰہٰ آیت 43 - 44)

معلوم ہوا کہ حکمران لوگوں کا پاس ادب ملحوظ رکھ کر ان سے گفتگو کرنا خلاف شریعت نہیں۔

ملکہ وکٹوریہ کی بات تو علیحدہ ہے جب حضرت مرزا صاحب نے پادریوں کو مخاطب کیا تو وہاں بھی یسوع مسیح سے اپنے پیار کا اظہار کیا۔ ملاحظہ ہو:

"اے عزیزو! خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری آنکھیں کھولے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں وہ صرف ایک نبی ہے ایک ذرہ اس سے زیادہ نہیں اور بخدا میں وہ سچی محبت اس سے رکھتا ہوں جو تمہیں ہرگز نہیں اور جس نور کے ساتھ میں اسے شناخت کرتا ہوں تم ہرگز اسے شناخت نہیں کر سکتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ خدا کا ایک پیارا اور برگزیدہ نبی تھا اور ان میں سے تھا جن پر خدا کا خاص فضل ہوتا ہے اور خدا کے

ہاتھ سے پاک کئے جاتے ہیں مگر خدا نہیں تھا اور نہ خدا کا بیٹا تھا۔" (حقیقتہ الوحی اعلان مشمولہ بعنوان دعوت حق ص 5)

نوٹ: یہ حوالہ حقیقتہ الوحی تتمہ کے بعد کا ہے)

برنی صاحب پر قافیہ بندی کی دھن سوار ہے اس لئے انہوں نے اگلے اعتراض کا عنوان رکھا ہے مسیحی سرکار قادیانی اقرار۔

14- مسیحی سرکار- قادیانی اقرار: فصل ساتویں (ص 354)

"غرض مسیح موعود کا نام جو آسمان سے میرے لئے مقرر کیا گیا ہے اس کے معنی اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کہ مجھے تمام اخلاقی حالتوں میں خدائے حی و قیوم نے حضرت مسیح علیہ السلام کا نمونہ ٹھہرایا ہے تا امن اور نرمی کے ساتھ لوگوں کو روحانی زندگی بخشوں' میں نے اس نام کے معنی یعنی مسیح موعود کے صرف آج ہی اس طور سے نہیں کئے بلکہ آج سے انیس برس پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں بھی یہی معنی کئے ہیں۔" (کشف الغطا ص 12)

برنی صاحب نے سرکار اور اقرار کا قافیہ ضرور ملایا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس اقتباس پر انہیں اعتراض کیا ہے۔ ہاں یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت مرزا صاحب اخلاقی حالتوں میں اپنے آپ کو مسیح علیہ السلام کا نمونہ سمجھتے ہیں مسیح کی توہین کی جو لمبی چوڑی فہرست برنی صاحب بنا رہے تھے وہ بھی یہیں ختم ہو گئی۔ کشف الغطاء سے ایک اور عبارت بھی ملاحظہ ہو شاید پھر اس کو پیش کرنے کا موقعہ نہ ملے' حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"وہ خدا جو اس دنیا کا بنانے والا اور آئندہ زندگی کی جاودانی امیدیں اور بشارتیں دینے والا ہے اس کا قدیم سے یہ قانون قدرت ہے کہ غافل لوگوں کی معرفت زیادہ کرنے کے لئے بعض اپنے بندوں کو اپنی طرف سے الہام بخشتا ہے اور ان سے کلام کرتا ہے اور اس طرح وہ خدا کو روحانی آنکھوں سے دیکھ کر اور یقین اور محبت سے معمور ہو کر اس لائق ہو جاتے ہیں کہ وہ دوسروں کو بھی اس زندگی کے چشمہ کی طرف کھینچیں جس سے وہ

پیتے ہیں تاغافل لوگ خدا سے پیار کر کے ابدی نجات کے مالک ہوں اور ہر ایک وقت میں جب دنیا میں خدا کی محبت ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور غفلت کی وجہ سے حقیقی پاک باطنی میں فتور آتا ہے تو خدا کسی کو اپنے بندوں میں سے الہام دے کر دلوں کو صاف کرنے کے لئے کھڑا کر دیتا ہے' سو اس زمانہ میں اس کام کے لئے جس شخص کو اس نے اپنے ہاتھ سے صاف کر کے کھڑا کیا ہے وہ یہی عاجز ہے۔" (کشف الغطاص 10-11)

15- مسمریزم کی تشریح: فصل ساتویں - ص 355

1- "اور یہ جو میں نے مسمریزی طریق کا عمل الترب نام رکھا ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے۔ یہ الہامی نام ہے۔ اور خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ یہ عمل الترب ہے۔" (ازالہ اوہام ص 312 حاشیہ)

2- اب یہ بات یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔" (ازالہ اوہام ص 308 حاشیہ)

3- "بہرحال مسیح کی یہ تربی کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ غائیتوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا" (ایضاص 309 حاشیہ)

4- "عمل مسمریزم کا یہی اصول ہے کہ توجہ ڈال کر اپنا اثر دوسرے پر ڈالا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفتہ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ (یعنی میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان - برنی) نے فرمایا کہ مجھ کو بھی یہ علم آتا ہے۔" (اخبار الفضل قادیان مورخہ 21 مئی 1926ء)

مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کو یہ عمل آتا تھا یا نہیں یہ ہمارے دائرہ بحث سے باہر ہے اس لئے ہم مخالف کے بقایا تین حوالہ جات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

پہلے حوالہ میں مخالف نے ایک ضروری بات چھوڑ دی ہے پورا حوالہ درج ذیل ہے:

"یہ جو میں نے مسمریزی طریق کا عمل الترب نام رکھا ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے یہ الہامی نام ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ عمل الترب ہے اور اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا **ھذاھو الترب الذی لا یعلمو ن** یعنی وہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔" (ازالہ اوہام ص 312 حاشیہ)

معلوم ہوا کہ اس **عمل الترب** کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔ اس لئے اس طریق کا نام مسمریزی طریق رکھنا لوگوں کو سمجھانے کے لئے ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ عوام الناس کے خیال میں جو مسمریزم کا تصور ہے' یہی حقیقت **عمل الترب** کی ہے برنی صاحب نے آخری حصہ چھوڑ دیا تھا تاکہ قارئین کو اس اصطلاح کی حقیقت سے بے خبر رکھ کر حضرت مرزا صاحب کی تحریر پر اعتراض کیا جا سکے۔ مسمریزم یا اس قسم کے روح طبعی کے اعمال دراصل اس **علم الترب** کی شاخیں ہیں جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے تحریر فرمایا:

"سلب امراض کرنا یا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈال دینا درحقیقت یہ سب عمل الترب کی شاخیں ہیں" (ازالہ اوہام ص 307 حاشیہ)

سچ یہ ہے کہ اس قسم کے علوم میں مومن و کافر دونوں دسترس حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی لئے کاملین امت نے ایسے عملوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی ہاں بعض لوگوں نے جسمانی بیماریوں کو ٹھیک کرنے کے لئے اس طریق عمل کو آزمایا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے اذن و حکم سے حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اس طریق کو اختیار کیا تھا (جس کی حقیقت زمانہ حال کے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہے) چنانچہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے باذن و حکم الٰہی اختیار کیا تھا ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔" (ازالہ اوہام ص 31 حاشیہ)

حضرت مسیح کا **عمل الترب** میں کمال رکھنا الیسع نبی کی طرح انہی معنوں میں ہے۔ حوالہ نمبر 3 میں حضرت مرزا صاحب نے اس عمل کو مکروہ کہا ہے جس کی عوام

الناس میں بہت قدر ہے لیکن وہ **عمل الترب** جس کی اس زمانہ کے لوگوں کو خبر ہی نہیں اس تحدید سے باہر ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضرت مرزا صاحب نے عمل الترب کی اصل کو ہی مکروہ کہا ہے تو پھر بھی اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ بعض امور گذشتہ شریعتوں میں جائز تھے۔ لیکن اسلامی شریعت میں ناجائز قرار پائے جیسے شراب۔ اور بعض امور شریعت کی رو سے جائز بھی ہیں جو خدا کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں جیسے طلاق اور بعض امور فرمان خداوندی کی تابعداری میں بجا لانے پڑتے ہیں گو اپنی مرضی کے خلاف ہوں جیسے قتال یا جیسے ایک سرجن بحالت مجبوری انسانی جسم کی چیر پھاڑ کرتا ہے۔ اس لئے اگر **عمل الترب** کسی وقت زمانہ کے مناسب حال خاص مصلحتوں کی وجہ سے جائز بھی ہو پھر بھی اپنی موجودہ شکل میں یہ پسندیدہ امر نہیں' روحانی ترقی کے لئے پسندیدہ امر وہی ہے جس پر نبی کریم صلعم نے عمل کیا۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"------- میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مارا اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے باذن و حکم الٰہی اختیار کیا تھا۔ ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔" (ازالہ وہام ص 309' 310 حاشیہ)

اور جس عمل کو حضرت مسیح نے بحکم الٰہی اختیار کیا تھا۔ اسے حضرت مرزا صاحب نے معجزہ ہی تسلیم فرمایا ہے:

"اب جاننا چاہئے کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عملی تھا۔" (ازالہ اوہام ص 302 حاشیہ)

عقلی معجزات کے متعلق حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:

"خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے۔" (ایضاً ص 301 حاشیہ)

حضرت مرزا صاحب پر تناسخ کی تائید کا غلط الزام دعویٰ مجددیت کی وہ شاخ

جس کا تعلق ہندوؤں میں تبلیغ سے ہے

16- بروز اوتار (1) فصل ساتویں ص 355

راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا ---- خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہو" (لیکچر سیالکوٹ ص 34)

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ کرشن جی مہاراج (کرشن جی کے آنے کی پیشگوئی پر مفصل بحث فصل پانچویں اعتراضات نمبر 78 تا 86 کے تحت ہو چکی ہے۔) ہندوستان کے انبیاء میں سے تھے اور اولیاء کو انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے اسی نسبت سے اگر ہند کے ایک ولی کو ہند کے ایک اوتار یا نبی کا رنگ دیا جائے تو اس میں قابل اعتراض بات کون سی ہے۔ (مجدد الف ثانی قدیم ہندوستان میں پیغمبر مبعوث ہونے کے قائل تھے۔ رود کوثر ص 324 حاشیہ) کوئی شخص مثیل مسیح ہو یا مثیل کرشن حقیقت ایک ہی ہے۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کو نہ صرف مسلمانوں کی اصلاح منظور تھی بلکہ ہندوؤں' عیسائیوں اور دوسری اقوام کی اصلاح بھی مدنظر تھی اس لئے جو موعود آنے والا تھا اور جس کی منتظر یہ اقوام تھیں اس کا پیغام بھی تمام قوموں کے لئے تھا۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"اس خدا نے ------ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا تا تمام قوموں کو آپؐ کے جھنڈے کے نیچے جمع کرے" (حقیقت الوحی تتمہ ص 44)

یہ "امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مجددیت کے دعویٰ سے بڑا نہیں" (آئینہ کمالات اسلام ص 340) اسی طرح کرشن ہونے یا کرشن کا بروز ہونے کا دعویٰ بھی آپ کے دعویٰ مجددیت کی ہی ایک شاخ ہے جس کا تعلق ہندوؤں میں تبلیغ سے ہے۔

مخالف بروز مظہر' اوتار یا حلول کی اصطلاحات سے یہ نتیجہ نکال رہا ہے گویا حضرت مرزا صاحب عقیدہ تناسخ یا آواگون کے قائل ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔

سب سے اول یہ سمجھ لینا چاہئے کہ

بروز کا عقیدہ تناسخ کے مترادف نہیں: چنانچہ فرماتے ہیں: "اور یہ بروز کا عقیدہ کچھ نیا نہیں ہے بلکہ خدائے تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں بھی اس عقیدہ کا ذکر پایا جاتا ہے چنانچہ ملاکی نبی کی کتاب میں جو ایلیا کے دوبارہ آنے کی پیش گوئی کی گئی ہے جس کو یہود اپنی غلطی سے یہی سمجھتے رہے کہ خود ایلیا نبی ہی آسمان پر سے نازل ہو گا آخر وہ بھی بروز ہی نکلا اور ایلیا کی جگہ آنے والا یحییٰ نبی ثابت ہوا۔ اور یہود کا یہ اجماعی عقیدہ کہ خود ایلیا ہی دوبارہ دنیا میں آ جائے گا جھوٹا پایا گیا۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی بروز کا عقیدہ تھا۔ اور پھر غلطیوں کے ملنے سے اس عقیدہ کو تناسخ سمجھا گیا۔" (ایام الصلح ص 138)

حضرت مرزا صاحب کا علمی احسان: حضرت مرزا صاحب نے کیا کام کی بات بیان فرمائی ہے کہ ہندوؤں میں تناسخ کا عقیدہ بروز کے عقیدہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور تاریخی طور پر بھی یہ امر درست ہے کہ ہندوؤں کے ابتدائی لٹریچر میں تناسخ کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ یہی پروفیسر میکس مولر اور دوسرے مستشرقین کی رائے ہے۔ یہودیوں کو بھی یہی غلطی لگی کہ انہوں نے بروزی آمد کو حقیقی آمد سمجھ لیا۔ حضرت مرزا صاحب کے ریمارک نے مختلف مذاہب کے پیروؤں کے عقائد کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے راہ ہموار کر دی تھی۔ خود مسلمانوں میں اس قسم کے جو غلط تصورات پیدا ہو گئے تھے ان کا ازالہ فرما دیا۔

مماثلت و مشابہت اور بروز کا تصور حضرت مرزا صاحب کی تحریروں میں ایک ہی ہے۔ ایک ہی حقیقت کے اظہار کے لئے وہ یہ مختلف اصطلاحات استعمال کرتے ہیں' اپنے نبی کی حقیقی اتباع ہی انسان کو بروز یا مثیل کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ ایام الصلح میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام نبی ہو جاتا ہے۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** یعنی میری امت کے علماء مثیل انبیاء ہیں دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو مثیل انبیاء قرار دیا اور ایک حدیث میں ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ ہمیشہ میری امت میں سے چالیس آدمی ابراہیمؑ کے قلب پر ہوں گے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مثیل ابراہیم قرار دیا۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** اس جگہ تمام مفسر قائل ہیں کہ **صراط الذین** کی ہدایت سے غرض تشبہ بالانبیاء ہے جو اصل حقیقت اتباع ہے۔ اور صوفیوں کا مذہب ہے کہ جب تک انسان ایمان اور اعمال اور اخلاق میں انبیاء علیہم السلام سے مشابہت پیدا نہ کرے کہ خود وہی نہ ہو جائے تب تک اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا اور نہ مرد صالح ہو سکتا ہے ---- خدا نے انبیاء علیہم السلام کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے کہ تا دنیا میں ان کے مثیل قائم کرے۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر نبوت لغو ٹھہرتی ہے۔ نبی اس لئے نہیں آتے کہ ان کی پرستش کی جائے بلکہ اس لئے آتے ہیں کہ لوگ ان کے نمونہ پر چلیں اور ان سے تشبہ حاصل کریں اور ان میں فنا ہو کر گویا وہی بن جائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ** پس خدا جس سے محبت کرے گا کون سی نعمت ہے جو اس سے اٹھا رکھے گا اور اتباع سے مراد بھی مرتبہ فناء ہے جو مثیل کے درجہ تک پہنچاتا ہے۔" (ایام الصلح - ص 163 - 124)

بروز کے متعلق بحث اس سے قبل فصل پانچویں کے جواب میں بھی ہو چکی ہے۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ بروز اور تناسخ ہم معنی اصطلاحات نہیں ہیں۔ یہ سخت ناانصافی ہے کہ مخالف اپنے ذہن میں ان الفاظ کا ایک خاص مفہوم مدنظر رکھ کر اعتراضات شروع کر دے۔ تناسخ کے متعلق تو حضرت مرزا صاحب کا مسلک بالکل واضح ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"آریہ صاحبان نے مکتی کو میعادی ٹھہرایا اور تناسخ ہمیشہ کے لئے گلے کا ہار قرار دیا جس سے کبھی نجات نہیں۔ یہ بخل اور تنگ دلی خدائے رحیم و کریم کی طرف منسوب کرنا

عقل سلیم تجویز نہیں کر سکتی۔" (لیکچر سیالکوٹ ص 35)

اگر اب بھی مقصود واضح نہیں ہوا تو ایک اور حوالہ اس ضمن میں سن لیجئے:

"تناسخ کے مسئلے جیسا اور کوئی جھوٹا مسئلہ نہیں کیونکہ اس کی بنیاد بھی غلط ہے اور آزمائش کے طور پر بھی یہ غلط ثابت ہوتا ہے اور انسانی پاکیزگی کے لحاظ سے بھی غلط ٹھہرتا ہے اور خدا کی قدرت میں رخنہ انداز ہونے کی وجہ سے بھی ہر ایک عارف کا فرض ہے کہ اس کو غلط سمجھے" (نسیم دعوت ص 76 حاشیہ)

اس کتاب میں تفصیل سے اس عقیدہ کو رد کیا گیا ہے۔

ان حوالہ جات سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حضرت مرزا صاحب کا بروز یا اوتار کی اصطلاح کا استعمال کرنا ہرگز ہرگز عقیدہ تناسخ کی تائید نہیں کرتا۔ لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اوتار کے معنی وہی لئے جائیں جو مصنف نے بیان کئے ہیں۔

اسی طرح کرشن کا بروز ہونے سے بھی آپ کی وہی مراد ہے جو مسیح کا بروز ہونے سے ہے۔ لیکچر سیالکوٹ میں لکھا ہے:

"جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا' یوں کہنا چاہئے کہ روحانی حقیقت کی رو سے میں وہی ہوں۔" (لیکچر سیالکوٹ ص 34)

معلوم ہوا کہ آپ نے محض "روحانی حقیقت" کا اظہار فرمایا ہے آواگون کے مسئلہ کی ترجمانی نہیں فرمائی۔ ان اصطلاحات کا جو مفہوم لوگوں کے ذہن میں ہو وہ اس وقت زیر بحث نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ان اصطلاحات کو کن معنوں میں استعمال کیا ہے۔

اوتار کے لفظ کے ایک معنی تو آپ کے نزدیک نبی یا رشی کے ہیں اور اس لفظ کے دوسرے معنے آپ کی تحریروں میں بروز کے ہیں۔ اور ان دنوں معنوں کا لیکچر سیالکوٹ ص 34 کے حوالہ زیر بحث میں ذکر موجود ہے آپ کی دوسری تحریرات میں بھی یہ لفظ ان ہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اوتار سے مراد نبی یا رسول ہے: "ہندوؤں میں اوتار کا لفظ درحقیقت نبی کے ہی ہم

معنی ہے۔" (تحفہ گولڑویہ ص 131 حاشیہ در حاشیہ)

"سنسکرت میں نبیوں اور رسولوں کو اوتار کہتے ہیں جن پر پرمیشر کا نور اترتا ہے" (سناتن دھرم ص 7)

"راجہ رام چندر اور راجہ کرشن درحقیقت پرمیشر نہیں تھے۔ مگر اس میں کیا شک ہے کہ وہ دونوں خدا رسیدہ اور اوتار تھے خدا کی نورانی تجلی ان پر اترتی تھی اس لئے وہ اوتار کہلائے۔" (ایضاً ص حاشیہ)

حضرت اقدس سے پہلے بھی مسلمان اہل علم نے اوتار کے لفظ کو نبی کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ بلکہ بنگال کے سید سلطانؒ نے جو مغلیہ شاہان اکبر اور جہانگیر کے ہم عصر تھے۔ اپنی کتاب وفات رسول میں نبی کریم کو اوتار کہا ہے (رود کوثر از شیخ محمد اکرم ایڈیشن پنجم ص 501)

اوتار سے مراد بروز بھی ہے: "کیا اس زمانہ میں ایسے شخص کی ضرورت نہ تھی جو عیسیٰ مسیح کا اوتار ہے۔ (ضمیمہ رسالہ جہاد ص 3)

"مجھے خو اور بو اور رنگ اور روپ میں حضرت عیسیٰ مسیح کا اوتار کر کے بھیجا ---------- اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا۔" (ایضاً ص 6)

"بروز یعنی اوتار پیدا کئے" (لیکچر سیالکوٹ ص 34)

اگر اوتار کو رسول (ایلچی) کے معنوں میں لیا جائے (سناتن دھرم ص 7) تو ان عبارات کا یہ مفہوم ہو گا کہ آپ کو حضرت مسیح اور حضرت محمدؐ کا ایلچی بنا کر بھیجا۔ (تحفہ قیصریہ ص 20 میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو مسیح کا ایلچی بھی لکھا ہے) عقیدہ تناسخ کی تائید کسی رنگ میں بھی نہیں ہوتی۔

16- بروز اوتار (2) فصل ساتویں ص 356

"حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہ موقع پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا۔ اول جب ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گذر گیا اور یہودیوں نے اس

بات پر حد سے زیادہ اصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ مکار اور کاذب تھا اور ان کے ناجائز تولد کے متعلق مخالف نے جو اسی فصل کے اعتراض نمبر 6 اور نمبر 7 کے ضمن میں گوہر افشانی کی تھی اس سلسلہ میں یہ حوالہ بھی قابل غور ہے جس میں اس بات کو یہودیوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے ورنہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک مسیح اور ان کی والدہ کا دامن ان تمام بے جا الزاموں سے پاک ہے) ------ تب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے جن کی بعثت کی اغراض کثیرہ میں سے ایک غرض یہ بھی تھی کہ ان تمام بے جا الزاموں سے مسیح کا دامن پاک ثابت کریں اور اس کے حق میں صداقت کی گواہی دیں۔" (آئینہ کمالات اسلام ص 342 تصنیف حضرت مرزا صاحب)

"پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اس وقت جوش میں آئی کہ جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم واکمل طور پر آگئی اور جیسا کہ لکھا ہے کہ دجال نبوت کا دعویٰ کرے گا اور خدائی کا بھی ایسا ہی انہوں نے کہا۔ نبوت کا دعویٰ اس طرح کیا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے وہ دخل دیئے اور وہ قواعد مرتب کئے اور وہ تنسیخ ترمیم کی جو ایک نبی کا کام تھا" (ایضاً ص 343)

بروز کے سلسلہ میں اوپر مفصل تبصرہ ہو چکا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک بروز سے اسی شخص کا آنا یا اس کی روح کا واپس آنا ہرگز مراد نہیں لیکن مخالف ادھر ادھر کے حوالے اکٹھے کر کے اپنے سرتاپا غلط مفروضہ کی تائید میں پیش کر رہا ہے۔ آئینہ کمالات اسلام میں حضرت مرزا صاحب نے جو مسیح کی روحانیت کے جوش میں آنے یا اپنی روحانیت کا قائم مقام طلب کرنے کا ذکر کیا ہے اس سے بھی یہ مراد نہیں کہ خود ان کی روح اس دنیا میں لوٹ کر آنا چاہتی تھی، حضرت مرزا صاحب تو صاف فرماتے ہیں کہ:

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم
وہ نہیں باہر رہا اموات سے

ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے
کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
عہد شد از کردگار بیچگوں
غور کن **انهم لا یرجعون**
(درثمین)

"قرآن کریم کئی آیتوں میں بتصریح فرما چکا ہے کہ جو شخص مرگیا پھر وہ دنیا میں کبھی نہیں آئے گا لیکن نبیوں کے ہم نام اس امت میں آئیں گے" (ازالااوہام ص 761)

اس قسم کے حوالہ جات حضرت مرزا صاحب کی تحریروں میں جا بجا بکھرے پڑے ہیں ان کی موجودگی میں بالکل اس کے خلاف ان کی طرف کوئی رائے منسوب کرنا جان بوجھ کر حقائق سے آنکھیں بند کرنا ہے۔

حیات اُخروی کا انسانی تصور

اب اس الزام کے دوسرے رخ پر نظر ڈالئے۔ انبیاء علیہم السلام جو اس عالم انسانی سے گذر چکے ان کی زندگی کی کیفیت اس عالم بقاء میں نباتات و حیوانات جیسی حیات کی تو نہیں ہو گی کہ ان میں روحانی شعور کا فقدان ہو اور محض مردوں کی زندگی بسر کر رہے ہوں قرآن تو فرماتا ہے:

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا" (2 البقرہ 154 ترجمہ مولانا مودودی تفہیم القرآن ص 126)

دوسری جگہ تو اس مضمون کو اور بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ شہداء نہ صرف زندہ ہیں بلکہ انہیں اپنے عزیز و اقارب کا بھی فکر ہے جو پیچھے رہ گئے ہیں۔ **ولا تحسبين الذين قتلوا في سبيل الله اموا تابل احياء عند ربهم يرزقون - فرحين بما اتهم الله من فضله و يستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم الا خوف عليهم و لا هم يحزنون**

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں تو ان کو مردہ خیال نہ کر بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے اس پر خوش ہیں اور ان کو ان لوگوں کی طرف کہ جو ان کے پیچھے ہیں ابھی ان میں نہیں جا ملے ہیں یہ مژدہ سنایا جاتا ہے کہ نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ ان کو غم ہو گا۔'' (3 آل عمران آیت 169 - 170)

تفسیر: ''اے مخاطب تو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے۔ یہ نہ سمجھ کہ وہ مر گئے بلکہ وہ اپنے خدا کے پاس زندہ ہیں اور یہ زندگی کچھ فرضی نہیں جیسے کہ نیک نام لوگوں کو مجازاً زندہ کہہ دیا کرتے ہیں اس معنی سے کہ لوگوں میں اس کا نام زندہ ہے بلکہ وہ **یرزقون** روزی دیئے جاتے ہیں اور وہ روزی مشاہدہ اور عالم قدس اور مبداء نور کی ہر وقت تجلی اور جنت کی بے شمار نعمتیں ہیں اور اس کے سوا ان کو وہاں بروقت خدا کی بے شمار نعمتوں سے فرحت و سرور بھی ہے اور جو لوگ ان کے اقارب اور دوستوں میں ابھی زندہ ہیں ان کو ان کی طرف سے فکر ہے کہ دیکھئے کہ وہ کیسے اعمال کرتے ہیں۔'' (تفسیر حقانی پارہ 4 ص 33'34 - علامہ مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی دہلوی ناشر منیجر کتب خانہ نعیمیہ دیو بند - یو پی - طبع بار سوم)

جب شہداء کو جو انبیاء سے کم درجہ کے لوگ ہیں اپنے عزیز و اقارب کا فکر ہے تو اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء اپنے روحانی شعور و مدارج میں کس اعلیٰ مقام پر ہوں گے اور انہیں ایسے پیروؤں کی روحانی حالت کے متعلق کیسا اضطراب ہو گا اسی فکر و اضطراب کو حضرت مرزا صاحب نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے جس پر مخالف اعتراض کر رہا ہے وہ روحانی اضطراب یا روحانی جوش کس قسم کا ہے اس کے صحیح تصور سے ہمارا ذہن محدود عاجز ہے۔ صوفیاء نے اس حقیقت کے اظہار کے لئے قریباً قریباً اسی قسم کی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔

16- **بروز او تار** (3) فصل ساتویں ص 356

''اسی جگہ پر یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

روحانیت بھی اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی ہے اور حقیقت محمدیہؐ کا حلول ہمیشہ کسی کامل متبع میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور جو احادیث میں آیا ہے کہ مہدی پیدا ہو گا اس کا نام میرا ہی نام ہو گا۔ اس کا خلق میرا ہی خلق ہو گا۔ اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں تو یہ اسی نزول روحانیت کی طرف اشارہ ہے۔" (آئینہ کمالات اسلام ص 346)

اقتباس کا مطلب تو صاف ہے کہ جب اسلام کو اندرونی مفاسد سے واسطہ پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید و تجدید کے لئے کوئی انتظام فرما دیتا ہے۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں حضرت نبی کریم صلعم کی روحانیت کا ظہور کہا گیا ہے اور اسی حقیقت کو حقیقت محمدیہؐ کا حلول بیان کیا گیا ہے۔ حلول سے مراد نزول ہے اور جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ حضرت مرزا صاحب ارواح کی رجعت حقیقی کے ہرگز قائل نہیں تھے اس لئے یہاں حلول کے عام لغوی معنی ہی مراد لئے جائیں گے نہ کہ اصطلاحی معنی جو تناسخ کے عقیدہ کے ہم رنگ ہیں، اقتباس بالا کے آخر میں انہوں نے خود ہی وضاحت کر دی ہے کہ:

"اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں تو یہ نزول روحانیت کی طرف اشارہ ہے"

ان الفاظ کے استعمال سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ صوفیاء کی اصطلاحات کے غلط استعمال سے انسان کو دھوکہ لگ جانے کا امکان تھا۔

حضرت مرزا صاحب نے ان کے معنی متعین کر کے ان غلط تصورات کا ازالہ کر دیا جو ایرانی ویدانتی اور مجوسی اثرات کے باعث مسلمانوں کے افکار میں داخل ہو چکے تھے۔

حقیقت محمدیہ کی اصطلاح صوفیاء میں عام ہے ان کے نزدیک دنیا کا تمام روحانی فیض حقیقت محمدیہ کا ہی مرہون منت ہے۔ صرف دو حوالے ملاحظہ ہوں ورنہ بات کے طویل ہونے کا اندیشہ ہے:

"حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرائیل مطاع ملائکہ ہیں رہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطاع ملائکہ ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل حق (صوفیاء) کے نزدیک حقیقت محمدیہ فیض وجود اور مرتبہ قرب کے لئے اول ترین تعین (مخلوق اور ممکن)

ہے اور مراتب قرب میں سے وحی و کلام کا مرتبہ بھی ہے۔ حقیقت محمدیہ کے توسل کے بغیر کسی کو وحی نہیں پہنچ سکتی۔ یہ صرف کشفی چیز ہے۔ بعض نصوص بھی اس پر دلالت کر رہی ہیں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا **و ما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین** (تفسیر مظہری۔ تفسیر سورت **عبس** ص 322 تالیف علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی۔ ناشر ندوہ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی)

اسی طرح اقتباس انوار مصنفہ شیخ محمد اکرم (مطبع اسلامیہ لاہور) میں شرح نصوص الحکم کے حوالے سے لکھا ہے:

"بغرض بیان کردن نظیر بروز میگوید کہ محمد بود کہ بصورت آدم درمبدء ظہور نمود یعنی بطور بروز در ابتدائے عالم روحانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم در آدم تجلی شد

ترجمہ: بروز کی نظیر بیان کرنے کی غرض سے کہا جاتا ہے کہ محمد صلعم ابتداء میں آدم کی صورت میں جلوہ فرما ہوئے یعنی ابتدائے عالم روحانیت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم کے وجود میں تجلی فرمائی۔

رجعت حقیقی کے تصور کا ازالہ معجزہ شق القمر پر بحث

18- مرزا صاحب اوتار: فصل ساتویں۔ ص 357

"اس وقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا اور مجھے خو اور بو اور رنگ اور روپ کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ مسیح کا اوتار کر کے بھیجا ایسا ہی اس نے حقوق خالق کے تلف کے لحاظ سے میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خو اور بو اور رنگ و روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنایا۔ سو میں ان معنوں میں عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور مہدی بھی ------ یہ وہ طریق ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں" (ضمیمہ رسالہ جہاد۔ ص 5-6)

لفظ اوتار اور بروز کی بحث اعتراض نمبر 16 کے ضمن میں گذر چکی ہے کہ ان الفاظ کو کن کن معنوں میں حضرت مرزا صاحب نے استعمال فرمایا۔ اوتار کے لفظ سے نہ تناسخ

کے عقیدہ کی تائید مقصود ہے نہ رجعت حقیقی کے عقیدہ کی۔ اگر برنی صاحب نے ضمیمہ رسالہ جہاد کی تمہیدی عبارت ہی پڑھ لی ہوتی تو وہ اس مغالطہ میں مبتلا نہ ہوتے۔ فرماتے ہیں:

"اگرچہ میں نے اپنی بہت سی کتابوں میں اس بات کی تشریح کر دی ہے کہ میری طرف سے یہ دعویٰ کہ میں عیسیٰ مسیح ہوں اور نیز محمد مہدی ہوں اس خیال پر مبنی نہیں ہے کہ میں درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں اور نیز درحقیقت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے غور سے میری کتابیں نہیں دیکھیں وہ اس شبہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ گویا میں نے تناسخ کے طور پر اس دعویٰ کو پیش کیا ہے اور گویا میں اس بات کا مدعی ہوں کہ سچ مچ ان دو بزرگ نبیوں کی روحیں میرے اندر حلول کر گئی ہیں۔ لیکن واقعی امر ایسا نہیں ہے" (ضمیمہ رسالہ جہاد ص 1)

رجعت حقیقی کے عقیدہ کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ناحق کلام اللہ کے برخلاف یہ عقیدہ بنا لیا گیا کہ تمام گذشتہ روحیں نیکوں اور بدوں کی واقعی طور پر پھر دوبارہ دنیا میں آ جائیں گی مگر اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ صرف رجعت بروزی ہو گی نہ حقیقی۔" (تحفہ گولڑویہ ص 133 حاشیہ)

اگر ایک حقیقت کو بیان کرنے کے لئے کہ ہندی، فارسی یا انگریزی اصطلاحات استعمال کر لی جائیں تو اس سے اصل حقیقت پر پردہ نہیں پڑتا۔ انگریزی میں ایک مثل مشہور ہے گلاب کے پھول کو کسی نام سے بھی پکارو اس کی خوشبو میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت مرزا صاحب کا یہ احسان ہے کہ آپ نے ان اصطلاحات کا ایسا مفہوم متعین کیا جو قرآن اور حدیث کے مطابق تھا۔

19- قادیانی نجوم: فصل ساتویں ص 358

"ان دونوں حسابوں کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ جس کی خدا تعالیٰ نے سورۃ والعصر میں قسم کھائی الف خامس ہے یعنی ہزار پنجم جو مریخ کے اثر کے ماتحت ہے اور یہی سر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مفسدین کے قتل اور خونریزی کے لئے حکم فرمایا گیا جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا اور قتل کرنا چاہا اور ان کے استیصال

چال ہے ---- حضرت نوح و ابراہیم علیہما اسلام کے عہد میں تو ایک فرقہ صابیہ تھا جو ان ستاروں کی پرستش کیا کرتا تھا پھر بمرور دہر اس کے متعدد فرقے ہو گئے اور ہر فریق نے اپنے ملکوں میں ایک جدا رنگ پیدا کیا۔ چنانچہ روم و یونان کے لوگ جو یورپ بلکہ ایشیا کی حکمت و فلسفہ کے استاد مانے گئے ہیں جوپیٹر (مشتری) کی پوجا کرتے تھے اور اس کے نام کا بڑا مندر بنا رکھا تھا اور ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ پارسیوں کی دساتیر میں تو ناہید (زہرہ) کی بہت کچھ مدح اور پرستش کے دستورات موجود ہیں۔ یہی حال ہنود کا ہے۔"
(تفسیر حقانی زیر آیت 81: 15-16)

"حضرت امیرالمومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہ' اور اکثر مفسرین صحابہ سے منقول ہے کہ وہ ستارے خمسہ متحیرہ ہیں یعنی زحل اور مشتری اور مریخ اور زہرہ اور عطارد کہ ان کی اپنی حرکت میں ایک حیرت نمودار ہوتی ہے۔" تفسیر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی زیر آیت بالا)

علماء فلکیات اس پر متفق ہیں کہ ستاروں اور سیاروں کی مختلف تاثیریں زمین پر پڑتی ہیں (یہی وجہ ہے کہ بعض اقوام میں ان ستاروں کی پرستش شروع ہو گئی۔) آفتاب و ماہتاب کے اثرات تو عام مشاہدہ میں آتے ہیں کہ اذن الٰہی سے دنیا کی ہر چیز پر پڑتے ہیں۔ "امام رازی نے تفسیر کبیر میں کہا ہے کہ سورج دن کا اور چاند رات کا بادشاہ ہے۔ اگر سورج نہ ہوتا تو چاروں موسم حاصل نہ ہوتے۔ اگر یہ موسم نہ ہوتے تو مصالح عالم مکمل طور پر مختل ہو جاتے"۔ بحوالہ حمامتہ البشریٰ ص 269) اسی طرح سیاروں کی بھی مختلف نوع کی تاثیریں ہوتی ہیں۔ جن سے زمین اور دیگر کواکب متاثر ہوتے ہیں۔ یہ تاثیرات سب خدا کی پیدا کردہ اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اسی حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے "آدم کی پیدائش کے وقت ان ستاروں کی تاثیرات سے بھی کام لیا ہے جن کو اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔ اور یہ ستارے فقط زینت کے لئے نہیں ہیں جیسا عوام خیال کرتے ہیں بلکہ ان میں تاثیرات ہیں جیسا کہ آیت **و زینا السماء الدنیا بمصابیح و حفظا** (حم السجدہ 41:12) یعنی حفظا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے یعنی نظام دنیا کی محافظت میں ان ستاروں کو دخل ہے۔ اسی قسم کا

کے درپے ہوئے اور یہی خدا تعالٰی کے حکم اور اذن سے مریخ کا اثر ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا۔ یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ **واخرین منھم لمایلحقوابھم** میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے۔

(حاشیہ) یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بعث دوم کی تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے۔ اور ہزار ششم کا تعلق ستارہ مشتری کے ساتھ ہے جو کوکب منجملہ خنس کنس ہے اور اس ستارہ کی یہ تاثیر ہے کہ ماموریں کو خونریزی سے منع کرتا اور عقل اور دانش اور مواد استدلال کا بڑھاتا ہے۔ اس لئے اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعث دوم میں بھی اسم محمدؐ کی تجلی سے جو جلالی تجلی ہے اور جمالی تجلی کے ساتھ شامل ہے۔ مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہو کر جلالی رنگ میں مشابہ ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس وقت جلالی تجلی کی تاثیر قہر سیفی نہیں بلکہ قہر استدلالی ہے۔ وجہ یہ کہ اس وقت کے مبعوث پر پرتوہ ستارہ مشتری ہے نہ پرتوہ مریخ اس وجہ سے بار بار اس کتاب میں لکھا گیا ہے کہ ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے۔ منہ" (تحفہ گولڑویہ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب ص 96' روحانی خزائن جلد نمبر17 ص 253)

سلسلہ کلام کو آگے چلانے سے پیشتر **بالخنس الجوار الکنس (التکویر 81 : 15'16)** کے متعلق مفسرین کے ایک دو اقوال کا پیش کرنا ضروری ہے تاکہ موضوع زیر بحث کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

"جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ **خنس** اور **جوار** اور **کنس** سے پانچ ستارے مراد ہے۔ جن کو اہل ہیئت خمسہ متحیرہ کہتے ہیں۔ یعنی (1) زحل' (2) مشتری' (3) مریخ' (4) زہرہ' (5) عطارد۔ انگریزی میں (1) سیٹرن Saturn (2) جوپیٹر' (3) مارز' (4) وینس' (5) مرکری۔ فارسی میں (1) کیوان' (2) برجیس' (3) زک فلک' (4) ناہید' (5) دبیر فلک۔ ہندی میں (1) سنیچر' (2) برہسپت' (3) منگل' (4) شکر' (5) بدھ کہتے ہیں۔ ان ستاروں کی عجیب حیرت ناک

دخل جیسا کہ انسانی صحت میں دوا اور غذا کو ہوتا ہے۔ جس کو الوہیت کے اقتدار میں کچھ دخل نہیں بلکہ جبروت ایزدی کے آگے یہ تمام چیزیں بطور مردہ ہیں۔ یہ چیزیں بجز اذن الٰہی کچھ نہیں کر سکتیں ان کی تاثیرات خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ ص 111 حاشیہ روحانی خزائن جلد 17 ص 282)

پھر فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کا قانون قدرت یہی ہے کہ کوئی چیز اس نے لغو اور بے فائدہ اور بے تاثیر پیدا نہیں کی۔ جبکہ وہ فرماتا ہے کہ ہر ایک چیز انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے تو اب بتلاؤ کہ سماء الدنیا کو لاکھوں ستاروں سے پر کر دینا انسان کو اس سے کیا فائدہ ہے اور خدا کا یہ کہنا کہ یہ سب چیزیں انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں ضرور ہمیں اسی طرف توجہ دلاتا ہے کہ ان چیزوں کے اندر خاص وہ تاثیرات ہیں جو انسانی زندگی اور انسانی تمدن پر اپنا اثر ڈالتی ہیں۔ جیسا کہ متقدمین حکماء نے لکھا ہے کہ زمین ابتداء میں بہت ناہموار تھی خدا نے ستاروں کی تاثیرات کے ساتھ اس کو درست کیا۔" (ایضاً)

جمہور مفسرین قرآنی آیات کی تفسیر مروجہ علوم کی روشنی میں کرتے رہے ہیں۔ حکماء فلکیات کے اقوال و نظریات کی روشنی میں یہی مفسرین مشتری کو سعد اکبر اور مریخ کو جلالی تاثیرات کا منبع و مصدر قرار دیتے ہیں اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے قرآنی آیات کی ایک نہایت لطیف تفسیر رقم فرمائی ہے جس کا ایک اقتباس درج کر کے مخالف نے اس کا عنوان "قادیانی نجوم" رکھا ہے۔

حضرت مرزا صاحب تو خیر سیاروں کی تاثیرات کے قائل تھے (اجازت الٰہی کے ساتھ) لیکن بعض مسلمان علماء ایک حد تک ان ستاروں میں ارادہ و اختیار کے بھی قائل ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بعض ستاروں کے فعل ارادہ و اختیار والوں کے فعل سے بہت مشابہت رکھتے ہیں اردو کا سٹائل پرانا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں ذیل کا حوالہ ملاحظہ ہو:

"اور پانچوں ستاروں کو سورج اور چاند سے اور آپس میں بھی ان کا ربط اور میل مختلف اور متعدد ہوتا ہے اور مصدر قوتوں متعددہ کے ہوتے ہیں اور ارتباطات عجیبہ (عجیب رابطے - ناقل) آفتاب سے رکھتے ہیں اور ہر ارتباط میں اک نئی تاثیر ظاہر ہوتی

ہے۔ تو یہ پانچ ستارے عالم آسمانی میں مرکبات عنصریہ کی مانند ہیں۔ جیسے معادن اور نباتات اور حیوانات اور انسان (مشابہت قابل غور ہے۔ ناقل) ان چاروں کی برزخیں اور سورج اور چاند مرکبات ناقصہ کی مانند ہیں جیسے بخار اور غبار اور دھواں اور ثوابت عنصریہ بسائط کی مانند ہیں۔ اور تاثیریں اور فعل ان پانچوں ستاروں کے بہت مشابہت رکھتے ہے ارادے اور اختیار والوں کے فعل سے اور حرکتیں ان کی گویا حرکت اختیاری ہیں۔"
(تفسیر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص 99 زیر آیت التکویر 81: 15-16)

بعض مفسرین یہ سمجھتے تھے کہ:

"ستارے قندیلوں میں نور کی زنجیروں سے لٹکتے ہیں اور زنجیریں فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جب فرشتے مر جائیں گے تو وہ قندیلیں ان کے ہاتھ سے گر جاویں گی اور ستارے گر کر بکھر جاویں گے اور نور ان کا زائل ہو جائے گا۔" (ایضاً ص 89)

بعض کا خیال تھا کہ:

"جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو وہ عرش کے نیچے سجدہ کرنے جاتا ہے۔" (تفسیر مظہری ص 320)

نیز:

"نچلا دنیوی آسمان موج بستہ ہے (یعنی لہریں ہیں جن کو روک دیا گیا ہے) دوسرا آسمان سفید زمرد کا ہے۔ تیسرا لوہے کا ہے چوتھا پیتل کا ہے۔ پانچواں چاندی کا ہے۔ چھٹا سونے کا۔ ساتواں یاقوت سرخ کا۔ ساتویں آسمان اور ذات خداوندی کے حجابوں کے درمیان نور کے سات صحرا ہیں۔" (ایضاً ص 26 زیر آیت **الیک البصر خاسئا (الملک 67:4)**

اگلی آیت **و لقد زینا السماء الدنیا بمصابیح** (1) ہم نے بے شک قریب کے آسمان کو چراغوں سے روشن کر رکھا ہے) کے متعلق لکھا ہے:

"یہ آیت بتا رہی ہے کہ تمام تارے دنیوی آسمان میں پیوست ہیں اس صراحت کے خلاف علماء فلکیات کا قول بے دلیل ہے" !! (ایضاً ص 26)

اگر برنی صاحب اس قسم کے "اسلامی نجوم" کے معتقد ہیں تو "قادیانی نجوم" کے

مقابلے میں "اسلامی نجوم" کی تشریح بھی کر دیتے تو مناسب تھا۔

حاشیہ نمبر1 (علامہ شبیر احمد عثمانی نے آیت مندرجہ بالا کے متعلق اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

"یہ قدرتی چراغ ہیں جن سے دنیا کے بہت سے منافع وابستہ ہیں" (ص 963)
ان بہت سے منافعوں کی آپ نے تفصیل بیان نہیں کی۔

بہر حال جن قوتوں نے ان ستاروں اور سیاروں کو خدا کے واسطے کے بغیر مختلف تاثیرات کا حامل قرار دے کر ان کی پرستش شروع کر دی انہوں نے شرک کا ارتکاب کیا۔ حضرت مرزا صاحب نے قرآنی آیات کی تشریح میں علماء فلکیات کے ان نظریات سے اختلاف نہیں کیا جو قرآنی تعلیم کے مطابق تھے۔ آپ نے جو ایسی آیات کی تفسیر بیان فرمائی ہے وہ تحفہ گولڑویہ کے بہت سے صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ قرآن مجید کے بہت سے لطائف و نکات ایک زمانہ کے لوگوں سے مخفی رہتے ہیں پھر دوسرے زمانوں میں ان کو ظاہر کرنے کا وقت آ جاتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی ایک اور کتاب میں بھی ستاروں کی تاثیرات پر بحث کی ہے اور اس سلسلے میں امام فخرالدین رازی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتب سے اقتباس بھی پیش کئے ہیں (ملاحظہ ہو **حمامتہ البشری** عربی اردو صفحات 268 - 272 ناشر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پاکستان)۔ معلوم ہوا کہ مخالف کے اعتراض کی زد میں صرف حضرت مرزا صاحب ہی نہیں دیگر علماء اسلام اور محدثین بھی آ جاتے ہیں۔

20- قادیانی تعلیم: فصل ساتویں ص 358 - خلاصہ اقتباس:

مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی کتاب تحفہ لارڈن اروِن سے ایک اقتباس جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کوئی نئی تعلیم نہیں دی صرف مسلمانوں کی غلطیوں کی اصلاح کی ہے اور جو نئی باتیں بیان کی ہیں وہ بھی قرآن کریم سے باہر نہیں بلکہ قرآن کریم ہی سے ہیں لیکن چونکہ وہ اس زمانہ سے مخصوص تھیں دنیا کو اس سے پہلے ان کی معرفت عطا نہیں کی گئی تھی۔

اس میں کوئی خاص امر قابل تبصرہ نہیں۔ ہر زمانہ میں قرآن مجید کے حقائق نئے انداز سے دنیا کے سامنے کھلتے ہیں اور قرآن کی ابدی صداقتیں ایک نئی طرز پر جلوہ گر ہوتی ہیں۔

21- ملائکہ اور شیطان: فصل ساتویں ص 359 - خلاصہ اقتباس:

اگر کوئی کہے کہ شیطان و ملائکہ کو دکھاؤ تو کہنا چاہئے کہ تمہارے اندر یہ خواص کہ بیٹھے بٹھائے آنا فانا بدی کی طرف متوجہ ہو جانا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی ذات سے بھی منکر ہو جانا اور کبھی نیکی میں ترقی کرنا اور انتہاء درجہ کی انکساری و فروتنی و عجز و نیاز میں گر جانا یہ اندرونی کشمکش جو تمہارے اندر موجود ہے ان سب کے محرک جو قوی ہیں وہ ان دو الفاظ ملک و شیطان کے وجود میں مجسم ہیں" (ارشاد حضرت مرزا صاحب مندرجہ الحکم 31 مئی 1903ء)

حضرت مرزا صاحب نے تو ایک ایسے شخص کو جو غیر مرئی وجود کو دیکھنے کا مطالبہ کرتا ہے ایک لطیف پیرائے میں یہ حقیقت ذہن نشین کرا دی کہ انسان کی زندگی میں نیکی و بدی کی تحریک کرنے والی قوتوں کو دوسرے الفاظ میں ملائک اور شیاطین کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ملائکہ اور ابلیس کا خارج میں وجود نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی کثیر تحریریں اس امر پر گواہ ہیں توضیح مرام' آئینہ کمالات اسلام' چشمہ معرفت وغیرہ میں اس امر پر مفصل بحث موجود ہے۔ آپ کے نزدیک ملائکہ وہ نورانی اور روحانی ہستیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے افعال کے ظہور کے وقت بطور وسائط کام آتی ہیں۔ انسان کے قلب پر نیکیوں کی تحریک کرنے والے اور انبیاء و اولیاء کی طرف وحی پہنچانے والے علوی ملائکہ ہوتے ہیں شیطان انسان کے لئے اس کے برے اعمال مزین کر دیتا ہے اور فحش اور برائی کا حکم دیتا ہے اور انسان کے قلب میں فاسد خیالات کی تحریک پیدا کرتا ہے۔ فرمایئے اس میں ایسی کون سی بات ہے جو خلاف شریعت اسلام ہے؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں منجملہ اس علم کے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو عطا فرمایا ملائکہ اور شیاطین کا حال اور ان کے ذہن میں پھیلنے کا علم بھی اسی میں سے ہے فرشتے ملاء اعلیٰ سے عمدہ الہامات حاصل کر لیتے ہیں پھر اس کو بنی آدم کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں اور شیاطین کے مزاج سے فاسد روایتیں پیدا ہوتی ہیں جو عمدہ نظام کے بگاڑنے کی طرف اور حلم و وقار کی مخالفت اور اس چیز کی مخالفت کی طرف متوجہ کرتی ہیں جو طبیعت سلیم کا مقتضی ہے پس شیاطین اس کو حاصل کرتے ہیں اور بنی آدم میں سے اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں" (حجتہ اللہ البالغہ آداب الطعام - اردو ترجمہ جلد دوم ص 518)

شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم بھی یہی بات فرما رہے ہیں جو حضرت صاحب نے بیان کی ہے کہ نیکی اور بدی کی تحریکات جو انسانی قلب میں پیدا ہوتی رہتی ہیں ان کے محرک ملائکہ اور شیاطین ہیں۔

22- معجزہ کی تعریف: فصل ساتویں ص 359

"ایک دفعہ منشی اروڑے صاحب نے حضرت اقدس سے پوچھا کہ حضور معجزہ کسے کہتے ہیں آپ نے فرمایا:

"معجزہ کی مثال ایسی ہے کہ گرمی شدید پڑ رہی ہو ایک پیر کے مرید ہوں وہ مرید اپنے پیر سے کہیں کہ دعا کرو کہ ٹھنڈی ہوا چل جائے۔ وہ دعا کرے اور پھر اس کے بعد ٹھنڈی ہوا بھی چل جائے۔ اس سے مریدوں کا تو ایمان بڑھتا ہے کہ ہمارے پیر نے دعا کی اور ٹھنڈی ہوا چل گئی۔ مگر مخالف اس پر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہوا کا کام تو چلنا ہی ہے۔ یہ کیا معجزہ ہے۔ معجزہ کی مثال ایسی ہی ہے۔" (اخبار الحکم قادیان نمبر 44 جلد 37 مورخہ 7 دسمبر 1934ء)

برسبیل تذکرہ کوئی صاحب ایک بات پوچھتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب ایک عام فہم مثال سے معجزہ کی حقیقت کے ایک پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں لیکن مخالف اسے معجزے کی جامع تعریف سمجھ کر اس پر اعتراض کر رہا ہے اور وہ بھی ڈائری کے الفاظ پر۔ معجزات کے متعلق اگر حضرت مرزا صاحب کی رائے معلوم کرنے کی ضرورت ہو تو مخالف کو آپ

کی کتب سرمہ چشم آریہ ' براہین احمدیہ حصہ پنجم' ازالہ اوہام' چشمہ معرفت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ لیجئے ہم ازالہ اوہام سے ایک حوالہ پیش کئے دیتے ہیں:

"معجزہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ ایک امر خارق عادت یا ایک امر خیال اور گمان سے باہر اور امید سے بڑھ کر ایک اپنے رسول کی عزت و صداقت ظاہر کرنے کے لئے اور اس کے مخالفین کے عجز اور مغلوبیت جتلانے کی غرض سے اپنے ارادہ خاص سے یا اس رسول کی دعا سے آپ ظاہر فرماتا ہے۔ مگر ایسے طور سے جو اس کی صفات وحدانیت و تقدس اعمال کے منافی و مغائر نہ ہو اور کسی دوسرے کی وکالت یا کارسازی کا اس میں دخل نہ ہو" (ازالہ اوہام ص 316 حاشیہ)

23- کمزوری پر پردہ: فصل ساتویں ص 359 - خلاصہ اقتباس:

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل 3 جولائی 1930ء کا ایک اقتباس پیش کیا گیا ہے جس پر تبصرہ کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی۔

24- معجزہ شق القمر کی تاویل

شق القمر کے متعلق چشمہ معرفت ص 22 سے ایک اقتباس کہ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ایک عجیب قسم کا خسوف تھا۔ اسی قسم کی ایک عبارت نزول مسیح ص 128 سے کہ یہ معجزہ ایک قسم کا خسوف تھا۔ نیز اخبار بدر کا ذیل کا یہ حوالہ بھی درج کیا گیا ہے:

"ایک صاحب نے (مرزا صاحب سے) پوچھا شق القمر کی نسبت حضور کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا ہماری رائے یہی ہے کہ وہ ایک قسم کا خسوف تھا ہم نے اس کے متعلق اپنی کتاب چشمہ معرفت میں لکھ دیا ہے۔" (اخبار بدر قادیان مورخہ 24 مئی 1908ء)

اخبار بدر کی ڈائری میں چشمہ معرفت کا ذکر موجود ہے مخالف نے چشمہ معرفت کا ایک حوالہ ضرور درج کیا ہے لیکن دوسرا حوالہ جہاں اس مسئلہ کی مزید تشریح موجود تھی اس کو پیش کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ وجہ ظاہر ہے قارئین کو بار بار بتانے کی ضرورت بھی نہیں۔ چشمہ معرفت کی متعلقہ عبارتیں یہ ہیں:

"شق القمر کی آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافروں نے یہ معجزہ دیکھا اور کہا پکا جادو ہے جو آسمان تک پہنچ گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اقتربت الساعتہ وانشق القمر وان یروا ایتہ یعرضوا و یقولو اسحر مستمر

یعنی قیامت نزدیک آئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور جب یہ لوگ خدا کا کوئی نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ایک پکا جادو ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر شق القمر ظہور میں نہ آیا ہوتا تو ان کا حق تھا کہ وہ کہتے کہ ہم نے تو کوئی نشان نہیں دیکھا اور نہ اس کو جادو کہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر ضرور ظہور میں آیا تھا جس کا نام شق القمر رکھا گیا۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ایک عجیب قسم کا خسوف تھا جس کی قرآن شریف نے پہلے خبر دی تھی اور یہ آیتیں بطور پیش گوئیوں کے ہیں۔ اس صورت میں شق کا لفظ محض استعارہ کے رنگ میں ہو گا کیونکہ خسوف کسوف میں جو حصہ پوشیدہ ہوتا ہے گویا وہ پھٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے ایک استعارہ ہے۔" (چشمہ معرفت حصہ دوم ص 223)

حضرت مرزا صاحب نے یہاں شق القمر کے متعلق دونوں اقوال کا ذکر کر دیا ہے اور اپنی رائے بھی لکھ دی ہے۔ کہ اگر یہ خسوف تھا تو ایک عجیب قسم کا خسوف تھا۔ شق القمر کے متعلق جو روایتیں ہیں ان میں ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں چاند گرہن ہوا۔ کافر کہنے لگے چاند پر جادو ہوا ہے اس پر یہ آیتیں مستمر تکرر اتریں۔" (تفسیر ابن کثیر)۔ اگر شق القمر کی اس تاویل پر برنی صاحب معترض ہیں۔ تو

این گنا ہیست کہ در شہر شما نیز کنند

(ابن عباس (بحوالہ طبرانی) ابن منذر ضحاک (بحوالہ در منثور) امام رازی (بحوالہ تفسیر کبیر) امام غزالیؒ اور امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (بحوالہ تفہیمات الہیہ جلد دوم) نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

چشمہ معرفت سے ایک دوسرا اقتباس ملاحظہ ہو:

"ایسا ہی شق القمر کا عظیم الشان معجزہ جو خدائی ہاتھ کو دکھلا رہا ہے قرآن شریف میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا وقوع میں آنا خلاف علم

ہیئت ہے یہ سرا سر فضول باتیں ہیں۔ کیونکہ قرآن تو فرماتا ہے 54:1'2-

اقتربت الساعتہ و انشق القمر و ان یر و اایتہ یعر ضوا و یقولو اسحر مستمر

یعنی قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا اور کافروں نے یہ معجزہ دیکھا اور کہا کہ یہ پکا جادو ہے جس کا آسمان تک اثر چلا گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ نرا دعویٰ نہیں بلکہ قرآن شریف تو اس کے ساتھ ان کافروں کو گواہ قرار دیتا ہے جو سخت دشمن تھے اور کفر پر ہی مرتے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر شق القمر وقوع میں نہ آیا ہوتا تو مکہ کے مخالف لوگ اور جانی دشمن کیونکر خاموش بیٹھ سکتے تھے وہ بلا شبہ شور مچاتے کہ ہم پر یہ تہمت لگائی ہے ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے نہیں دیکھا ----- پس یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا تھا۔ اور اس کے مقابل پر یہ کہنا کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں یہ عذرات بالکل فضول ہیں۔ معجزات ہمیشہ خارق عادت ہی ہوا کرتے ہیں ورنہ وہ معجزے کیوں کہلائیں۔" (چشمہ معرفت ص 42 ضمیمہ)

اخبار بدر میں لکھا تھا کہ چشمہ معرفت میں اس مضمون کو بیان کر دیا گیا۔ امید ہے کہ ان تشریحات سے مخالف کو حضرت مرزا صاحب کا نظریہ پورے طور پر معلوم ہو گیا ہو گا۔

ایک حوالہ ازالہ اوہام سے بھی سن لیجئے۔ مخالف نے اس کتاب سے متعدد حوالہ جات مسیح علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں پیش کئے ہیں (ملاحظہ ہو اعتراضات نمبر 9، 10 اور 15 فصل ساتویں)۔ تعجب ہے ان ہی صفحات میں اسے یہ عبارت نظر نہیں آتی:

"سو واضح ہو کہ انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدابیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور خدائے تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کو دکھایا تھا۔

دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعے سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے۔" (ازالہ اوہام ص 301 حاشیہ)

ایک ڈائری کا حوالہ بھی ملاحظہ ہو:

"بعض نادان شق القمر کے معجزے پر قانون قدرت کی آڑ میں چھپ کر اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن ان کو اتنا معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور قوانین کا احاطہ اور اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔" (منظور الٰہی ص 76)

یہ درست ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس قصہ کی تائید نہیں کی جو عوام الناس میں مقبول ہے کہ چاند کا ایک ٹکڑا نبی کریم صلعم کی جیب میں داخل ہو کر آپؐ کی آستین سے نکل گیا تھا۔

اس سلسلہ میں اور مزید تفصیلات دیکھنی ہوں تو حضرت مرزا صاحب کی کتاب سرمہ چشم آریہ میں موجود ہیں جہاں شق القمر کے متعلق تاریخی شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔ یا اور معجزات کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے۔ لیکن مخالف کی غرض تو اعتراض سے ہے نہ کہ حقائق سے ظاہر ہے کہ ہٹ دھرمی اور ضد کا کوئی علاج نہیں۔

ان حوالہ جات کو دیکھئے اور پھر برنی صاحب کی کرشمہ سازیاں ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت مرزا صاحب کے نظریہ شق القمر کے متعلق کیا اثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور جب ان سے اس قسم کے نامکمل حوالہ جات کو پیش کرنے کی شکایت کی گئی تو کس جسارت سے اس کی تردید کرتے ہیں:

"یہی تالیف کا علمی طریق ہے۔ تعلق کی حد تک پورے پورے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں۔ کئی کئی اقتباسات جمع کئے گئے تاکہ شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ بخوبی تصدیق و توثیق ہو جائے۔ اس پر بھی قادیانی صاحبان کتر بیونت کا الزام دیئے جاتے ہیں۔" (ق م۔ ضمیمہ 893)

ہاں درست ہے تعلق کی حد تک اپنے مطلب کا حصہ پیش کر کے باقی عبارت حذف کر دی ہے۔ کیا کہنے ہیں آپ کے "علمی طریق" کے!!

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک شق القمر معجزہ نہیں

بات ختم کرنے سے پہلے ذیل کا اقتباس غور سے پڑھ لیا جائے۔

"میں نے معجزے کے باب میں وہ تمام آیتیں جمع کر دی ہیں جن میں کفار کی طرف

سے معجزے کی فرمائش اور خدا کی جانب سے اس کا جواب مذکورہ ہے۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ قران میں آنحضرت صلعم کے متعلق بجز قرآن کے کوئی اور معجزے کا ذکر نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمتہ تفہیمات الٰہیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"قرآن مجید میں (آنحضرتؐ کے متعلق) کسی معجزے کا ذکر نہیں ہے۔ اور ہمارے نزدیک شق القمر معجزات میں سے نہیں ہے۔ ہاں وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ قریب ہوئی ساعت اور پھٹ گیا چاند۔" (کشاف الہدیٰ مقدمہ کتاب الہدیٰ ص 92 مرتبہ یعقوب حسن، ناشر دفتر اشاعت میلا پور مدراس سن اشاعت 1343)

نوٹ: کتاب الہدیٰ جس کی اشاعت نامکمل رہ گئی تھی اس کتاب کا دیباچہ علامہ سید سلیمان ندوی کا لکھا ہوا ہے۔ سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی (ناشر محمد سعید اینڈ سنز کراچی) جلد سوم ص 587 میں فرماتے ہیں:

"بعض متکلمین نے جن میں ایک شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی ہیں اور امام غزالیؒ کا بھی ادھر ہی رحجان معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت چاند میں شگاف نہیں ہوا تھا بلکہ لوگوں کو ایسا نظر آیا۔"

25- **قادیان کی مسجد:** فصل ساتویں ص 361 - خلاصہ اعتراض:

من دخلہ کان امنا یعنی یہ امن کا مقام ہے یہ بھی خصوصیت ساری دنیا میں صرف خانہ کعبہ کو ہی حاصل ہے (بحوالہ نکات القرآن حصہ سوم ص 267 مرتبہ مولانا محمد علی صاحب) مرزا صاحب الہام کی بناء پر یہی صفت اپنی قادیانی مسجد کی قرار دیتے ہیں۔ (بحوالہ براہین ص 558 حاشیہ در حاشیہ تصنیف حضرت مرزا صاحب)

حضرت مرزا صاحب اپنا الہام **الم نجعل لک سہولتہ فی کل امر۔ بیت الفکر و بیت الذکر و من دخلہ کان امنا** درج کرکے اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"کیا ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی۔ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص و قصد تعبد و صحت نیت و حسن ایمان داخل ہو گا وہ سوئے خاتمہ سے امن میں آ جائے گا۔ بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ

چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے۔ اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔" (براہین احمدیہ ص 558 حاشیہ در حاشیہ)

معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب جس مسجد کا ذکر فرما رہے ہیں وہ ان کے اپنے الہام کی مصداق ہے یہ امر طفیلی اور ظلی ہے۔ اس لئے کہ کامل منبع کے تمام کمالات و مراتب کا سرچشمہ نبی کریم صلعم ہیں نہ کہ اس کی اپنی ذات۔ جس طرح حضور صلعم کی بعض صفات ظلی طور پر آپؐ کے متبعین کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح خانہ کعبہ کی صفات بھی ظلی طور پر دوسری مساجد کو حاصل ہو سکتی ہیں۔

قران مجید کی آیت کا مصداق خانہ کعبہ ہی ہے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب جس مسجد کا ذکر فرما رہے ہیں وہ ان کے اپنے الہام کی مصداق ہے اور یہ طفیلی اور ظلی ہے نہ کہ حقیقی اس لئے کہ جیسا ابھی لکھا جا چکا ہے کامل پیرو کے تمام کمالات کا سرچشمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ اس کی اپنی ذات۔ سوال یہ ہے کہ کیا قرآن کی آیات بطریق وراثت و تبعیت آنحضرت صلعم کے کامل متبعین پر نازل ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ اگر جواب نفی میں ہو تو معترض کا اعتراض درست ہے بصورت دیگر اگر قرآنی آیات کا اولیاء امت پر نزول تسلیم کیا جائے تو ان آیات کی تشریح و تفسیر موقعہ اور مقام کے مطابق متعین ہو گی۔

اولیاء اللہ پر قرآنی آیات کا نزول ایک مسلمہ امر ہے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی پر قرآنی الفاظ، **و اصتنعتطک لنفسی** اور چن لیا تجھ کو ہم نے اپنے واسطے (20 طہ آیت 41) کئی دفعہ الہاماً نازل ہوئے۔ (شرح فتوح الغیب قاری ص 33) قرآن مجید میں یہ الفاظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق استعمال ہوئے ہیں کہ میں نے تجھے اپنے لئے کمال خوبی میں بنایا یعنی اپنی وحی و رسالت کے لئے چن لیا۔ اولیاء پر قرآنی آیات کے نزول پر تفصیلی بحث پانچویں فصل (ق م۔ ص 268) کے اعتراض نمبر 60 کے ضمن میں ملاحظہ ہو۔

26- ارض حرم: فصل ساتویں ص 361

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

زمین قادیان کو ارض حرم سے جس بنیاد پر تشبیہہ دی گئی ہے اس کا ذکر دوسرے مصرعے میں ہے یعنی ہجوم خلق کے باعث ارض حرم کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ مراد ارض حرم کے مقام کی توہین نہیں بلکہ اس کی صفت کا اس دوسرے مقام میں پایا جانا مقصود ہے۔

شعراء نے تو مختلف علاقوں کو فردوس کے مشابہ بلکہ فردوس قرار دیا ہے۔ کشمیر کے متعلق کہا گیا ہے۔

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است ہمیں است

علامہ اقبال نے حیدر آباد دکن کے متعلق فرمایا تھا۔

خطہ جنت، فضا جس کی ہے دامن گیر دل
عظمت دیرینہ ہندوستاں کی یادگار
نور کے ذروں سے قدرت نے بنائی یہ زمین
آئینہ بن کے دکن کی خاک اگر پائے فشار
اس قدر حق نے بنایا اس کو عالی مرتبت
آسماں اس آستانے کی ہے اک موج غبار

اسی طرح اجمیر شریف، نظام الدین اولیاء اور دیگر مقدس مقامات کے متعلق شعراء نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ الفضل 26 دسمبر 1915ء کے حوالہ میں بھی ہجوم خلائق کا ذکر ہے اسلامی جماعت نے 1970 کے پاکستان اسمبلی کے الیکشن کو معرکہ یوم بدر قرار دیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ انہیں اس الیکشن میں زبردست شکست ہوئی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

"7 دسمبر ایک معرکہ بدر

ایک معرکہ بدر 7 دسمبر کے انتخابات میں اہل پاکستان کو بھی درپیش ہے۔ اگر انہوں نے ذات برادری اور مالی مفاد سے بے نیاز ہو کر ان لوگوں کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کیا جو اسلام کے صحیح نمائندے ہیں تو نصرت خداوندی ان کے قدم چومے گی۔ اگر

خدانخواستہ وہ کسی لالچ یا فریب میں آکر اپنے ووٹ کا غلط استعمال کر بیٹھے تو ان کے وطن کی زمین بھی ان پر تنگ ہو جائے گی اور آخرت میں بھی ذلت و رسوائی ان کا مقدر ٹھہرے گی - اللہ تعالیٰ ہمیں اس آزمائش میں پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے (ایشیاء - لاہور 15 دسمبر 1970 ص 10)

27- قادیان کا ظلی حج: فصل ساتویں ص 361

28- حج نفل سے بڑھ کر حج: فصل ساتویں ص 362

خلاصہ اعتراضات: احمدیہ لٹریچر سے بعض اقتباسات درج کئے گئے ہیں۔ جن میں جلسہ سالانہ کو حج کی طرح (ص 262) اور قادیان میں آنے کو "حج قرار دیا" (363)۔ حج کے لغوی معنی مقصد اور ارادہ کے ہیں۔ اور اس سے مراد خاص مذہبی قصد و ارادہ سے کسی مقدس مقام کا سفر ہے۔ لیکن اسلامی اصطلاح میں حج کا مفہوم شہر مکہ میں جا کر احرام باندھنا خانہ کعبہ کا طواف کرنا صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا' عرفات میں وقوف کرنا۔ مزدلفہ اور منی میں قیام کرنا اور دیگر آداب اور اعمال کو بجا لانا۔

جہاں کہیں احمدیہ لٹریچر میں جلسہ سالانہ کو "حج کی طرح" یا قادیان میں آنے کو حج قرار دیا گیا ہے وہ اپنی لغوی معنوں میں قرار دیا گیا ہے نہ کہ اسلامی اصطلاحی معنوں میں۔ (الفضل مورخہ 5 جنوری 1933ء سے ایک اقتباس پیش کیا گیا ہے جس میں ذکر ہے کہ

"صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم شہید حج کے ارادے سے کابل سے روانہ ہوئے تھے --- حضرت مسیح موعود نے فرمایا اس وقت اسلام کی خدمت کی بے حد ضرورت ہے اور یہی حج ہے چنانچہ پھر صاحبزادہ صاحب حج کے لئے نہ گئے اور یہیں رہے۔ کیونکہ اگر وہ حج کے لئے چلے جاتے تو احمدیت نہ سیکھ سکتے (ق م ص۔ 363)

اس اقتباس کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت مسیح موعود نے صاحبزادہ صاحب کو حج پر جانے سے قطعی منع کر دیا تھا حالانکہ بات یہ نہیں۔ حضرت صاحب نے صاحبزادہ صاحب کے متعلق خود لکھا کہ حج کا ارادہ انہوں نے دوسرے سال پر ڈال دیا تھا۔ (تذکرۃ الشہادتین ص 47)

کسی دینی غرض کے حصول کے لئے حج کو التوا میں ڈال دینا خلاف شریعت امر نہیں۔ رسول کریم صلعم نے تو ایک صحابی کو حج پر نہ جانے کی ہدایت صرف اس لئے کر دی تھی کہ اس کی بوڑھی ماں کو اس کی خدمت کی ضرورت تھی۔ بلکہ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ایک صحابی کو جہاد پر بھی جانے سے منع کر دیا تھا اور اس کی ماں کے متعلق فرمایا اس سے چمٹے رہو کہ جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے۔ (ترغیب و ترہیب منذری جلد 2 ص 124 بحوالہ ابن ماجہ النسائی و حاکم بحوالہ سیرت النبی جلد 6 ص 5-2 شبلی نعمانی پبلشرز محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

حج کو محض ایک رسم کے طور پر ادا کر لینا انسان کی روحانی ترقی کے لئے مفید نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے ایک دفعہ فرمایا:

"حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جائے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آئے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے۔ سمجھنا چاہئے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جائے اور تعلق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پرواہ ہو نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو۔ جیسے عاشق اور محب اپنے محبوب پر جان قربان کر دینے کو تیار رہتا ہے اس طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے (الحکم 17 جنوری 1907 بحوالہ ملفوظات جلد نہم ص 123)

ایک صاحب حج سے واپس آئے تو وہاں کسی تکلیف کا ذکر کیا۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:

"ہم آپ کو ایک نصیحت کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان تمام امور تکالیف سے آپ کی قوت ایمانی میں کسی قسم کا فرق اور تزلزل نہ آوے یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ابتلا ہے۔ اس سے پاک عقائد پر اثر نہیں پڑنا چاہئے۔" (ڈائری 20 اپریل 1908ء بحوالہ ملفوظات جلد دہم ص 241)

خانہ کعبہ کے متعلق ایک دفعہ ذکر چلا تو فرمایا:

"خانہ کعبہ انوار و برکات کی تجلی گاہ ہے اور اس کی بزرگی میں کوئی کلام اور شبہ نہیں۔ پہلی کتابوں میں بھی اس کی بزرگی کا ذکر ہے مگر یہ تجلیات اور انوار و برکات ان ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آ سکتے۔ اس کے لئے دوسری آنکھ کی حاجت ہے۔ اگر وہ آنکھ کھلی ہو تو یقیناً انسان دیکھ لے گا کہ خانہ کعبہ میں کس قسم کے برکات نازل ہو رہے ہیں۔" (الحکم 10 نومبر 1905ء بحوالہ ملفوظات جلد ہشتم ص 74)

افسوس برنی صاحب کو اس قسم کے حوالہ جات کے لئے اپنی کتاب میں جگہ نہیں مل سکی۔ ایسے حوالوں کا درج کرنا ویسے بھی ان کے لئے مفید نہیں تھا۔ اس لئے جان بوجھ کر بھی ان کو نظر انداز کرنے میں انہوں نے اپنی عافیت سمجھی ہے۔

بہرحال حج عمر میں ایک دفعہ حسب استطاعت فرض ہے اور پھر نفل (استطاعت پر بحث اعتراض نمبر 30 کے سلسلہ میں آگے ملاحظہ ہو)۔ جب انسان نے ایک مرتبہ حج کر لیا تو پھر اسلام کی ترقی و احیاء کے لئے دینی تحریکات میں حصہ لینا اس نفلی حج کے ثواب سے زیادہ ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے آئینہ کمالات اسلام (ص 352) میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے یہاں حج فرض کی بات نہیں ہو رہی اور نہ ہی نفلی حج کے ثواب سے انکار کیا گیا ہے۔ ہاں دین متین کی حمایت کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے شریعت کی رو سے تو بعض اوقات حج نفل کو دنیاوی اغراض کے لئے بھی چھوڑا جا سکتا ہے۔ "بعض علماء نے لکھا ہے کہ ٹیکس دینے کی وجہ سے حج نفل چھوڑ دینا اولیٰ ہے کہ ٹیکس دینے میں ظالمین کی اعانت ہے۔ (احیاء فضائل حج ص 93 مصنفہ شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب ناشر مکتبہ تھانوی متصل مولوی نیا مسافر خانہ - بندر روڈ کراچی)

ذیل کا واقعہ بھی غور طلب ہے:

"ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے ارادہ حج کا کیا جب میں بغداد پہنچا تو حضرت ابو حازم مکیؒ کے پاس گیا۔ میں نے ان کو سوتے پایا۔ میں نے تھوڑی دیر صبر کیا جب آپ

بیدار ہوئے تو فرمانے لگے کہ میں نے اس وقت حضرت پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ کو تیرے لئے پیغام دیا اور فرمایا کہ کہہ دو کہ اپنی ماں کے حقوق کی نگہداشت کرے کہ اس کے لئے وہی بہتر ہے حج کرنے سے۔ اب تو لوٹ جا اور اس کے دلکی رضا طلب کر۔ میں واپس چلا اور مکہ **معظمہ** نہ گیا۔ (تذکرہ اولیاء ذکر ابو حازم مکیؒ ص 68 انوارالاولیاء)

ایک ماں کے حقوق کی نگہداشت کے لئے حج کا فریضہ ساقط ہو گیا۔ دین اسلام کی نگہداشت کے لئے اگر نفلی حج نہ کیا جائے تو کون سا گناہ ہو گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہر چیز کی افادیت اور اہمیت اس کے اپنے مقام کی نسبت سے ہوتی ہے۔

29- حج کرنے میں کیا فائدہ: فصل ساتویں ص 363 - خلاصہ اعتراض:

ایک خط کا اقتباس دیا گیا ہے جس میں ایک صاحب کو لکھا گیا ہے کہ صحت ایمان کے بغیر حج کرنے میں کیا فائدہ ہو گا۔

عنوان تو اس قسم کا چونکا دینے والا قائم کیا گیا جیسے حضرت صاحب حج کی افادیت کا سرے سے انکار کر رہے ہیں یعنی حج کرنے میں کیا فائدہ۔ لیکن جب خط کو پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حج کو محض ایک رسم کے طور پر ادا کرنا انسان کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ جس طرح قرآن کو محض رسمی طور پر بغیر سوچے سمجھے پڑھنا یا دوسرے اعمال کو محض رسمی طور پر بجا لانا انسان کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ''صحت ایمان کے بغیر حج کرنے میں کیا فائدہ ہو گا'' اس کی حقیقت ان سینکڑوں حاجیوں سے پوچھ لیجئے جو بغیر سوچے سمجھے اور بغیر ذہنی اور روحانی تیاری کے حج پر تو چلے جاتے ہیں وہاں کی صعوبتوں سے دل برداشتہ ہو کر واپس لوٹتے ہیں اور اپنے ایمان میں ترقی کی بجائے تنزل کے آثار پاتے ہیں۔ بعض لوگ محض نام و نمود کی غرض سے یا حاجی کہلانے۔ یا تحفہ تحائف لانے یا دیگر اشیاء کو سمگل کرنے کے لئے یہ سفر اختیار کرتے ہیں۔ اس قسم کے حاجیوں کے حالات کسٹم کے افسران کے نوٹس میں آتے رہتے ہیں۔ اور اکثر و بیشتر ان کی کہانیاں اخبارات کی زینت بھی بنتی ہیں۔ اس طرح کے حاجی بننے میں

کون سا روحانی فائدہ ہے؟

دیو بند کے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں:

"حجاج کی جماعت جو ہر سال ہزاروں کی تعداد میں حج کو جاتی ہے وہ حج کے فضائل اور ثمرات و برکات سے ناواقفیت اور حج کے فضائل نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جس دینی جذبہ اور جن برکات کے ساتھ اس کو واپس آنا چاہئے اس سے اکثر خالی ہاتھ واپس آتی ہے (فضائل حج ص 3)

"ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب میری امت کے امیر لوگ تو محض سیر و تفریح کے ارادہ سے حج کریں گے (گویا لندن و پیرس کی تفریح نہ کی حجاز کی تفریح کر لی) اور میری امت کا متوسط طبقہ تجارت کی غرض سے حج کرے گا کہ تجارتی مال کچھ ادھر سے لے لئے کچھ ادھر سے لے آئے۔ اور علماء زیادہ شہرت کی وجہ سے حج کریں گے (کہ فلاں مولانا صاحب نے پانچ حج کئے اور فلاں نے دس حج کئے) اور غرباء بھیک مانگنے کی غرض سے جائیں گے (کنزا لعمال فضائل حج ص ۱۱)

گذشتہ اعتراض پر تبصرہ بھی ملاحظہ ہو۔

30- **عذر حج: فصل ساتویں ص 364 - خلاصہ اعتراض:**

مولوی محمد حسین بٹالوی کے خط کے جواب میں کہ آپ حج کیوں نہیں کرتے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا میرا پہلا کام خنزیروں کا قتل اور صلیب کی شکست ہے ان سے فرصت و فراغت حاصل ہو جائے نیز حج کی مقررہ شرائط آپ میں نہیں پائی گئیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (3 آل عمران 97)

اور لوگوں کے ذمہ ہے حج کرنا اللہ کے لئے اس مکان کا (ایضاً) اس شخص کے ذمہ جو وہاں پہنچنے کی استطاعت (طاقت) رکھتا ہو۔ استطاعت کے معنی ہیں کسی کام کو سرانجام دینے کے لئے جن اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کا موجود ہونا (راغب) جیسے زاد سفر، سواری، صحت جسمانی، امن راہ، خود مکہ میں امن کا ہونا وغیرہ۔

امن کے نہ ہونے کی وجہ سے خود نبی کریم صلعم نے مدینہ میں آ کر کئی سال تک حج

نہیں کیا۔ اور چھٹے سال آپؐ کو اور آپؐ کے اصحابؓ کو کفار کی مزاحمت کے باعث عمرہ سے بھی روک دیا گیا اور آپؐ کو حدیبیہ سے واپس آنا پڑا۔ حدیث میں استطاعت حج کی تشریح زاد راہ اور سواری سے کی گئی ہے تو اس سے صرف ان اسباب و ذرائع کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو حج کے لئے لازم ہیں۔ دیگر امور کی نفی مراد نہیں جن کا ہونا عقلاً ہر کام کے لئے لازم ہوتا ہے اور شرعاً ان کے بغیر کسی کو مکلف بنانا ہی جائز نہیں۔

حضرت مرزا صاحب کے لئے نہ راستے میں امن تھا اور نہ ہی مکہ میں۔ مکہ میں تو آپ پر کفر اور قتل کا فتویٰ لگایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کی صحت جسمانی بھی اس کی اجازت نہیں دیتی تھی اس لئے شرعاً وہ حج پر جانے کے لئے مکلف نہ تھے۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے ایک خط میں حضرت مرزا صاحب پر حج نہ کرنے کا اعتراض کیا جس کا قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل سے جواب الحکم جلد 6 نمبر31 مورخہ 31 اگست 1902 کے پرچہ میں دیا گیا۔ جب حضرت مرزا صاحب کے سامنے وہ خط پڑھا گیا۔ تو انہوں نے حدیث میں جو مسیح کے کام قتل خنزیر و کسر صلیب کا ذکر ہے اس کی طرف بھی توجہ دلائی کہ اسلام کے دفاع اور اشاعت کا جو کام ان کے سپرد اللہ تعالیٰ نے کیا ہے وہ حج پر جانے سے زیادہ اہم ہے (ملفوظات جلد سوم ص 372)

ظاہر ہے کہ ایک مختصر سی مجلس میں تمام امور پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی جا سکتی تھی۔ آپ نے برسبیل تذکرہ ایک بات بیان فرما دی جسے برنی صاحب نے اچھالنا شروع کر دیا۔

32- بحث سے گریز: فصل ساتویں ص 365 - خلاصہ اعتراض:

برنی صاحب کے تین اقتباسات پیش کرنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مختلف اوقات میں پیر مہر علی شاہ صاحب' مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے مختلف مسائل پر بحث کرنے سے گریز فرمایا۔

حضرت مرزا صاحب نے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو مخالفت کی آگ بہت بھڑک اٹھی۔ مولویوں نے مسیح کے آسمان پر زندہ ہونے پر بہت زور دیا۔ حضرت مرزا

صاحب نے تحقیق حق کی غرض سے تمام علمائے پنجاب و ہندوستان کو مباحثہ کے لئے پکارا۔ مولوی صاحبان گالیاں دینے اور پھبتیاں کسنے میں تو بہت مشاق تھے لیکن جب سنجیدگی سے مباحثہ کی بات چیت ہونے لگی تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ کسے آگے کیا جائے۔ جب حضرت مرزا صاحب 1891ء میں لدھیانہ تشریف لے گئے تو وہاں مولویوں نے سخت شور و شر برپا کیا اور گالیوں کے بھرے ہوئے اشتہارات شائع کئے۔ کچھ مولوی لدھیانہ میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنے مرشد کی طرف رجوع کیا تو وہاں سے یہی ارشاد ہوا کہ کوشش یہی کی جائے کہ مباحثہ کو ٹال دیا جائے۔ خصوصاً وفات و حیات مسیح علیہ السلام میں ہرگز بحث نہ کی جائے۔ ہندوستان کے حنفیوں کے بڑے قائد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی تھے لوگوں کی نظریں ان ہی کی طرف لگ رہی تھیں۔ پیر سراج الحق صاحب نعمانی جو ان کے ہمزلف تھے اور حضرت مرزا صاحب کے مریدوں میں سے تھے اس بات کے خواہشمند ہوئے کہ اگر حضرت مرزا صاحب اجازت دیں تو وہ مولوی صاحب کو خط لکھ کر بحث کے لئے آمادہ کریں۔ الغرض مولوی صاحب کو خط لکھا گیا تو اس کا جواب یہ آیا:

"میں اس بات کا افسوس کرتا ہوں کہ تم مرزا کے پاس کہاں پھنس گئے۔ تمہارے خاندان گھرانے میں کس چیز کی کمی تھی اور میں بحث کو مرزا سے منظور کرتا ہوں لیکن تقریری اور صرف زبانی ۔ تحریری مجھ کو ہرگز منظور نہیں اور عام جلسہ میں بحث ہوگی اور وفات و حیات مسیح میں کہ یہ فرع ہے بحث نہیں ہوگی بلکہ بحث نزول مسیح میں ہوگی جو اصل ہے۔"

اس کا جواب حضرت مرزا صاحب نے یہ لکھوایا کہ مباحثہ میں غلط مبحث کرنا ٹھیک نہیں۔ بحث تحریری ہونی چاہئے تاکہ حاضرین کے علاوہ غائبین کو بھی پورا پورا حال معلوم ہو سکے۔ نیز نزول مسیح اصل کیونکر ہے۔ اصل مسئلہ تو وفات و حیات مسیح ہے اگر حیات مسیح کی ثابت ہو گئی تو نزول بھی ثابت ہو گیا اور ہمارا دعویٰ مسیحیت کا خود بخود باطل ہو گیا۔

گنگوہ سے جواب آیا:

"نزول مسیح اصل ہے۔ مرزا صاحب اصل کو فرع اور فرع کو اصل بنا رہے ہیں اور مباحثہ تقریری ہو گا تحریری نہیں ہو گا اور ہمیں غرض ہی کیا ہے کہ اس بحث میں پڑیں۔"

جب حضرت مرزا صاحب نے کسی طرح سے مولوی صاحب کو آمادہ کرنا چاہا۔ تو وہاں سے پھر گھڑا گھڑایا جواب ملا:

"تقریر صرف زبانی ہو گی لکھنے یا کوئی جملہ نوٹ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہو گی۔ اور حاضرین میں سے جس کے جی میں جو آوے گا رفع شک کے لئے بولے گا۔ میں لاہور نہیں جاتا۔ مرزا بھی سہارنپور آ جائے میں بھی سہارنپور آ جاتا ہوں۔"

اس خط و کتابت کا جو نتیجہ نکلنا تھا وہ ظاہر ہے تفصیلات دیکھنی ہوں تو پیر سراج الحق نعمانی کی کتاب تذکرۃ المہدی میں دیکھئے۔

مولوی غلام نبی صاحب خوشابی کے لیکچر

لدھیانہ میں ایک مولوی غلام نبی صاحب خوشابی نے جا بجا حضرت مرزا صاحب کے خلاف وعظ کرنے شروع کر دیئے۔ لوگوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ آیت پر آیت اور حدیث پر حدیث پڑھ پڑھ کر حیات مسیح پر استدلال کرتے اور لوگوں کے تحسین و آفرین کے نعروں سے جلسہ گاہ گونج اٹھتا۔ جس جلسہ کا ذکر ہو رہا ہے وہ حضرت مرزا صاحب کی قیام گاہ کے قریب ہی منعقد ہو رہا تھا۔ ادھر جلسہ ختم ہوا اور حضرت صاحب زنانہ مکان سے مردانہ مکان کی طرف جانے کے لئے نکلے تو مولوی صاحب سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ حضرت مرزا صاحب نے السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور انہیں اپنے ساتھ ہی مردانہ مکان میں لے گئے۔ باہر مولوی لوگ اور حاضرین چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

مولوی صاحب نے بڑی حماقت کی جو مرزا کے ساتھ چلے گئے۔

مرزا جادوگر ہے خبر نہیں کیا کرے گا

مرزا بڑے پیسے والا ہے اور مولوی لوگ لالچی ہوتے ہیں۔

نہیں نہیں مولوی صاحب مرزا کی خبر لینے گئے ہیں۔

دیکھنا مرزا کی کیا گت بنتی ہے۔ وغیرہ

باہر یہ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں اور اندر مولوی صاحب ادب کے ساتھ مرزا صاحب سے گفتگو میں مصروف تھے۔ دو چار باتیں ہوئی تھیں کہ ان کے ذہن سے پردہ ہٹ گیا' کہنے لگے:

''معاف فرمایئے میری غلطی تھی جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہی صحیح ہے قرآن مجید آپ کے ساتھ ہے۔''

حضرت اقدس نے فرمایا جب قرآن مجید ہمارے ساتھ ہے تو آپ کس کے ساتھ ہیں؟

مولوی صاحب اس بات پر رو پڑے اور عرض کیا:

''یہ گنہگار پھر حضور کے ساتھ ہے''

اس کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

جب بہت دیر ہو گئی تو باہر کے لوگوں نے شور ڈالا۔ مولوی صاحب نے کہلا بھیجا:

''میں نے حق دیکھ لیا اور حق پا لیا۔ تم بھی اگر چاہو تو آ جاؤ اور اس امام کو مان لو۔''

جب یہ پیغام باہر پہنچا تو لوگوں نے کافر کافر کا شور مچایا۔ لوگ کہنے لگے ہم نہ کہتے تھے مرزا جادو گر ہے۔

مولوی صاحبان جو موجود تھے وہ یوں گویا ہوئے:

''غلام نبی جاہل تھا کبھی ہم سے مرزا کو واسطہ پڑے تو آٹے دال کا بھاؤ یاد آ جائے''

کہاں مولوی غلام نبی صاحب حضرت مرزا صاحب کو مباحثہ کے لئے بلاتے تھے اب مامور وقت کی جماعت میں شامل ہو کر مولویوں کو مباحثہ کی دعوت دینے لگے لیکن کوئی مولوی باہر نہ نکلا سب گریز کی راہ اختیار کر گئے۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے مباحثہ

آخر کار مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لدھیانہ میں آئے ان سے حضرت مرزا صاحب کا تحریری مباحثہ شروع ہوا جو تیرہ روز تک جاری رہا لیکن اصلی موضوع حیات و

وفات مسیح پر پھر بھی بحث شروع نہ ہوئی۔ حیات مسیح کے متعلق قرآن میں کوئی دلیل ہو تو وہاں مولویوں کا ہاتھ پڑے یہ مباحثہ "الحق مباحثہ لدھیانہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

دوسرا تحریری مباحثہ دلی میں مولوی محمد بشیر صاحب **سہسوانی** ثم بھوپالوی سے ہوا جو "الحق دہلی" کے نام سے طبع شدہ ہے۔ مولوی سید نذیر حسین صاحب جو اہل حدیث کے جید علماء میں سے تھے اوپر اوپر سے مباحثہ پر آمادگی ظاہر کرتے رہے لیکن کوشش میں رہے کہ مباحثہ نہ ہو تو بہتر ہے۔

اس عرصہ میں حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ ادہام مکمل کر کے چھپوا دی تھی جس میں اپنے دلائل کو تفصیل سے بیان کر دیا تھا۔

حضرت مرزا صاحب کی بحث و مناظرہ سے کنارہ کشی

مولوی لوگ دراصل سنجیدگی سے بحث کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ وہ اپنے ہم خیال عوام کو ساتھ لے کر شور و غل مچانے اور کفر کے فتوی لگانے کو ہی کمال سمجھتے تھے۔
حضرت مرزا صاحب نے ان حالات میں تنگ آ کر انجام آتھم میں اعلان فرما دیا:

"یاد رہے کہ معمولی بحثیں آپ لوگوں سے بہت ہو چکی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن اور حدیث سے بپایہ ثبوت پہنچ گئی ہے۔ اس طرف سے کتابیں تالیف ہو کر لاکھوں انسانوں میں پھیل گئیں ----- اور تقریری اور تحریری بحثوں کے نتیجے اچھی طرح سے کھل گئے اب پھر اسی بحث کو چھیڑنا یا فیصلہ شدہ باتوں سے انکار کرنا محض شرارت بے ایمانی ہے کتابیں موجود ہیں۔ ہاں عین مباہلہ کے وقت پھر ایک گھنٹہ تک تبلیغ کر سکتا ہوں' پس فیصلہ کی یہی راہیں ہیں جو میں نے پیش کی ہیں۔ اور اس کے بعد جو شخص طے شدہ بحثوں کی ناحق درخواست کرے گا میں سمجھوں گا کہ اس کو حق کی طلب نہیں بلکہ سچائی کو ٹالنا چاہتا ہے۔" (انجام آتھم ضمیمہ ص 35 جنوری 1897ء)

حضرت مرزا صاحب نے بحثوں کے طریق کو چھوڑ کر اب مولویوں اور سجادہ نشینوں کو ایک اور ہی طریق کی طرف بلایا۔ اور انجام آتھم میں ان لوگوں کے نام بھی درج کر دیئے۔ سجادہ نشینوں میں سے پیر مہر علی شاہ صاحب کا نام تیرھواں اور مولویوں میں سے مولوی ثناء اللہ صاحب کا نام گیارھواں ہے (انجام آتھم ص 70) اور ان سب لوگوں کو یہ

کتاب پیکٹ بنا کر بھیجی گئی اور لکھا کہ اگر کسی کو نہ ملی ہو تو دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیج دی جائے گی۔

پیر مہر علی شاہ صاحب کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ حضرت مرزا صاحب منقولی بحث و مباحثہ سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ حضرت صاحب نے پیر صاحب کو فیصلہ کے ایک سہل طریق کی طرف بلایا کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورت نکالیں اور اس میں سے چالیس آیات یا ساری سورۃ اگر چالیس آیات سے زیادہ نہ ہو لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور پیر مہر علی شاہ صاحب اول یہ دعا کریں یا الٰہی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اس کو تو اس جلسہ میں اس سورت کے حقائق اور معارف فصیح اور بلیغ عربی میں عین اسی جلسہ میں لکھنے کے لئے اپنی فطرت سے ایک روحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد کر۔ اور جو شخص ہم دونوں فریق میں سے تیری مرضی کے مخالف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اس سے یہ توفیق چھین لے --------- اور پھر اس دعا کے بعد عربی زبان میں اس تفسیر کو لکھنا شروع کریں اور یہ ضروری شرط ہو گی کہ کسی فریق کے پاس کوئی کتاب موجود نہ ہو اور نہ کوئی مدد گار ہو گا --------- اور جب فریقین لکھ چکیں تو دونوں تفسیریں بعد دستخط اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مہر علی صاحب کے ذمہ ہو گا سنائی جائیں گی۔ اور ان ہر سہ مولوی صاحبان کا یہ کام ہو گا کہ وہ حلفاً یہ رائے ظاہر کریں کہ دونوں تفسیروں اور دونوں عربی عبارتوں میں سے کون سی تفسیر اور عبارت تائید روح القدس سے لکھی گئی ہے --------- اور مجھے منظور ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب اس شہادت کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی عبداللہ پروفیسر لاہوری کو یا کوئی اور تین مولوی منتخب کریں جو ان کے مرید اور پیرو نہ ہوں --------- پس اس طرز کی تین مولویوں کی گواہی سے اگر ثابت ہو گیا کہ در حقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرح ہیں --------- تو --------- میں اپنی تمام کتابیں جو اس دعویٰ کے متعلق ہیں جلا دوں گا اپنے تئیں مخذول اور مردود سمجھوں گا۔" (اشتہار مورخہ 20 جولائی 1900ء)

مخالف کا مباحثہ پر اصرار

پیر مہر علی شاہ صاحب اس اشتہار کو پڑھ کر بہت سٹپٹائے خیر سوچ سمجھ کر ایک گریز کی راہ نکالی۔ جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ 25 جولائی 1900ء کو جواب دیا ہم کو سب شرطیں منظور ہیں مگر ایک شرط ہماری بھی ہے۔ پہلے آپ سے دعاوی مہدی اور مسیح موعود پر ایک تقریری مباحثہ بالمشافہ ہو گا جس کے حکم مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی عبداللہ ٹونکی ہوں گے اور وہ فیصلہ ہمارے حق میں دے دیں گے تو آپ اپنے دعویٰ مہدویت و مسیحیت سے تائب ہو کر ہمارے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اس کے بعد آپ کو اجازت ہو گی کہ تفسیر نویسی میں بھی مقابلہ کر لیں۔

سبحان اللہ کیا آسان طریق نکالا ہے پہلے تقریری مباحثہ ہو جس کے حکم حضرت مرزا صاحب کے مخالف مولوی ہوں۔ ان کے فیصلہ پر حضرت مرزا صاحب پیر صاحب کی بیعت کریں اور اس کے بعد پیر صاحب سے عربی تفسیر میں مقابلہ ہو' کہنے کو تو پیر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی تمام شرائط مان لی تھیں بس ایک چھوٹی سی شرط اپنی بھی رکھ دی۔ اب حضرت مرزا صاحب اگر اس چھوٹی سی ایک ہی شرط کو نہ مانیں تو پیر صاحب اس ڈھنڈورا پیٹنے میں کیوں حق بجانب نہیں کہ حضرت مرزا صاحب بحث سے گریز کر گئے۔ العجب!!

جس طرح مولوی رشید احمد گنگوہی کو اصرار تھا کہ مباحثہ تقریری ہو' پیر مہر علی شاہ صاحب بھی تقریری بحث پر مصر تھے۔ پیر صاحب کے مریدوں نے ساتھ ہی پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ پیر صاحب تقریری مباحثہ کے لئے لاہور آ رہے ہیں۔ اور 24 اگست 1900ء کو بڑی دھوم دھام سے اپنے مریدان خاص کو لے کر لاہور پہنچ بھی گئے اور جب حضرت مرزا صاحب کے مریدوں نے جو لاہور میں تھے اصل مقابلہ یعنی عربی میں تفسیر نویسی کے متعلق یاد دھانی کرائی تو پیر صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ یہ حالات تھے جن کے بارے میں حضرت مرزا صاحب نے اربعین نمبر 4 ص 19-20 پر وہ باتیں لکھیں جن کو برنی صاحب بحث سے گریز قرار دے رہے ہیں۔ حضرت اقدس کے الفاظ یہ ہیں:

"وہ لوگ بھی اپنی ضد کو چھوڑ نہیں سکتے کیونکہ میرے مقابل پر جھوٹی کتابیں شائع کر

چکے ہیں اور اب ان کو رجوع **اشد من الموت** ہے تو پھر ایسی حالت میں بحث سے کون سا فائدہ مرتب ہو سکتا ہے اور جس حالت میں میں نے اشتہار دے دیا کہ آئندہ کسی مولوی وغیرہ سے منقولی بحث نہیں کروں گا۔ تو انصاف اور نیک نیتی کا تقاضا یہ تھا کہ ان منقولی بحثوں کا میرے سامنے نام بھی نہ لیتے۔ کیا میں اپنے عہد کو توڑ سکتا تھا؟ پھر اگر مہر علی شاہ صاحب کا دل فاسد نہیں تھا تو اس نے ایسی بحث کی مجھ سے کیوں درخواست کی جس کو میں عہد مستحکم کے ساتھ ترک کر بیٹھا تھا۔"

برنی صاحب نے عبارت یہاں تک پہنچ کر ختم کر دی ہے۔ ہم قارئین کو ذرا آگے لئے چلتے ہیں تاکہ "بحث سے گریز" کی صحیح حقیقت قارئین کے سامنے آجائے:

"اور اس درخواست میں لوگوں کو یہ دھوکہ دیا کہ گویا وہ میری دعوت کو قبول کرتا ہے۔ دیکھو یہ کیسے عجیب مکر سے کام لیا اور اپنے اشتہار میں لکھا کہ اول منقول بحث کرو۔ اور اگر شیخ محمد حسین بٹالوی اور اس کے دو رفیق قسم کھا کر کہہ دیں کہ عقائد وہی صحیح ہیں جو مہر علی پیش کرتا ہے تو بلا توقف اسی مجلس میں میری بیعت کر لو۔"

آگے چل کر حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"میں بصیرت سے دعوت کرتا ہوں اور یہ لوگ ظن پر بھروسہ کر کے میرا انکار کر رہے ہیں اور ان کی نکتہ چینیاں بھی اسی غرض سے ہیں کہ کسی جگہ ہاتھ پڑ جائے۔ اے نادان قوم! یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے۔ تم خدا سے مت لڑو۔ تم اس کو نابود نہیں کر سکتے اس کا ہمیشہ بول بالا ہے ------------ اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور اس سلسلہ کو بے قدری سے نہ دیکھو جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کے لئے پیدا ہوا اور یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ سلسلہ کب کا تباہ ہو جاتا اور ایسا مفتری جلد ہلاک ہو جاتا کہ اب اس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چلتا۔ سو اپنی مخالفت کے کاروبار میں نظرثانی کرو۔ کم از کم یہ تو سوچو کہ شائد غلطی ہو گئی ہو اور شائد یہ لڑائی تمہاری خدا سے ہو۔" (اربعین نمبر 4 ص 20-21)

برنی صاحب کی علمی خیانت

بات اس لئے طویل ہو گئی کہ برنی صاحب واقعات کو اس کے پس منظر سے ہٹا کر

پیش کرنے کے عادی ہیں' اور اس طرح پر ہر مقام پر قارئین کے دل پر غلط اثر پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اس ہیرا پھیری کو ہی اپنا کمال سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جب حقائق سے پردہ اٹھتا ہے تو امام وقت کے مشن پر ایک نیا ایمان پیدا ہوتا ہے۔ نہ برقی صاحب اعتراضات کی طویل فہرست تیار کرتے نہ احمدیت کے مختلف گوشے ابھر کر سامنے آتے۔

ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

33- حیران: فصل ساتویں ص 367 - خلاصہ اعتراض:

مفتی محمد صادق صاحب کی تقریر مندرجہ الفضل مورخہ 12 جنوری 1926ء سے ایک اقتباس جس میں انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مرزا صاحب کی ملاقات کو ایک امریکی مرد اور عورت آئے اور آپ سے اپنی نبوت کا نشان مانگا۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ انکا آنا بھی ایک نشان ہے جس پر امریکی حیران سا ہو گیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ انہوں نے ایک عرصہ پہلے خدا سے خبر پاکر یہ بیان کیا تھا کہ دور دور سے لوگ چل کر ان کے پاس آئیں گے اور یہ لوگ امریکہ سے انہیں دیکھنے آئے ہیں پھر کیا وہ خدا کے نبی نہیں۔

نبوت کے متعلق تفصیل سے گفتگو دوسری اور تیسری فصل کے اعتراضات کے سلسلہ میں ہو چکی ہے۔ مفتی محمد صادق صاحب ہوں یا کوئی اور صاحب ان کا اگر بیان حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کے خلاف ہو گا تو رد کرنے کے قابل ہے خود قادیانی جماعت بھی اسی مسلک کی قائل ہے' ملاحظہ ہو:

"مستند صرف حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریرات ہیں۔ ان کے سوا جس قدر روایات ہیں ان میں غلطی کا امکان ہے۔"

(مکمل تبلیغی پاکٹ بک دیباچہ مصنفہ ملک عبدالرحمان صاحب خادم ایڈیشن دسمبر 1945ء)

اگر برقی صاحب کو مفتی محمد صادق صاحب کے بیانات کو درج کرنے کا شوق ہے تو

لیجئے اس سے سولہ سال قبل کا بیان ہم پیش کئے دیتے ہیں جس کے لئے برنی صاحب کی انسائیکلو پیڈیا میں کوئی جگہ نہیں نکل سکی:

"شبلی نے دریافت کیا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے (یعنی مفتی محمد صادق نے - ناقل) عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ وہ بھی آنحضرت صلعم کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے ہیں جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیش گوئی کے بتلائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں اس واسطے مرزا صاحب ایک پیش گوئی کرنے والے تھے اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں اور احادیث میں بھی آنے والے مسیح موعود کا نام نبی رکھا۔ اس پر مولوی شبلی صاحب نے فرمایا بے شک لغوی معنوں کے لحاظ سے یہ ہو سکتا ہے اور عربی لغت میں اس لفظ کے یہی معنی ہیں لیکن عوام اس مفہوم کو نہ جاننے کے سبب گھبراتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مرزا صاحب کی نبوت کا سلسلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو یا اس کا ہم وعظ کرتے پھرتے ہوں۔ ہاں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ویسا ہی ہمارا عقیدہ ہے۔" (اخبار بدر جلد نمبر 9 نمبر 51 - 52 مورخہ 27 اکتوبر 1910ء ص 9 کالم نمبر 3 زیر عنوان دارالعلوم ندوہ)

34- علی گڑھ میں سکوت: فصل ساتویں ص 368 - خلاصہ اعتراض:

سیرت المہدی حصہ اول ص 24 مصنفہ میرزا بشیر احمد صاحب سے ایک روایت درج کی گئی ہے کہ ابتدا 1889ء میں حضرت مرزا صاحب لدھیانہ سے علی گڑھ تشریف لے گئے جہاں لیکچر کا انتظام کیا گیا لیکن حضرت مرزا صاحب نے ایک الہام الٰہی کی بناء پر اس لیکچر کا ارادہ باوجود تمام انتظام ترک کر دیا اور فرمایا:

"یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں خدا کے حکم کو چھوڑ دوں اس حکم کے مقابل میں

کسی ذلت کی پرواہ نہیں کرتا۔"

دراصل بات یہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب کی صحت ان دنوں سخت کمزور تھی زیادہ گفتگو کرنا بھی آپ کے لئے مشکل تھا۔ جناب الہٰی کی طرف سے تقریر کی ممانعت کر دی گئی بعد میں پتہ چلا کہ مولویوں کی نیت بھی بخیر نہ تھی اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی فتنہ انگیزیوں سے بھی بچا لیا۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے مجدد اعظم حصہ اول مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ص 222)

اگر برنی صاحب کے نزدیک علی گڑھ میں سکوت کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب اسلام پر لیکچر دینے سے گھبراتے تھے تو ایسا خیال اسی شخص کے دل میں آ سکتا ہے جس نے ہر قیمت پر احمدیت کی مخالفت کرنے کی قسم کھا رکھی ہو۔ لیکچر لاہور' لیکچر سیالکوٹ' لیکچر لدھیانہ' اسلامی اصول کی فلاسفی اور اس طرح کے متعدد لیکچر آپ کے شائع ہو کر دنیا کے سامنے آ چکے ہیں' جن سعید روحوں نے فائدہ اٹھانا ہے ان کے لئے ان لیکچروں میں کافی سامان ہدایت موجود ہے' اگر کسی مقام پر کسی عذر کی بناء پر آپ نے لیکچر نہ دیا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

35- حافظہ نباشد: فصل ساتویں ص 368 - خلاصہ اعتراض:

مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے دو حوالہ جات درج کئے گئے ہیں جن میں لکھا ہے بڑے بڑے توحید پرست وہابی بھی حضرت مسیح کو ایسی صفات دیتے ہیں جو خدا سے ہی تعلق رکھتی ہیں' مثلاً یہ کہتے ہیں کہ وہ آسمان پر کئی سو سال سے بیٹھے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ ان پر کوئی تغیر آتا ہے۔

ان دو حوالوں کے درمیان حضرت مرزا صاحب کے یہ الفاظ درج ہیں:

" (حضرت موسیٰ کا) خدا کوہ سینا میں اس سے ہم کلام ہوا اور اس کو پیارا نبی بنایا۔ یہ وہی موسیٰؑ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے اور ہرگز نہیں مرا اور مردوں میں سے نہیں" (نور الحق جلد اول ص 50)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی

مخالف نے نورالحق کی عبارت کا ایک حصہ نقل کر دیا لیکن چند سطریں آگے اسی کتاب میں لکھا ہے:

''اور کوئی نبی ایسا نہیں جو فوت نہ ہوا ہو۔ اور حضرت عیسیٰؑ سے پہلے جو نبی آئے وہ فوت ہو چکے ہیں (نورالحق ص 51)

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے سب نبی بلا استثناء جسمانی طور پر فوت ہو چکے اگر حضرت عیسیٰؑ کی وفات قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہوتی تو حضرت صاحب الزامی طور پر غیر احمدی علماء کو یہ جواب دیتے ہیں کہ پھر تو کسی نبی کی وفات بھی ثابت نہیں۔ خصوصاً حضرت موسیٰ کی۔ اسی مضمون کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''یہ تمام شہادتیں اگر ان کے (یعنی مسیحؑ کے - ناقل) مرنے کو ثابت نہیں کرتیں تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا سب بجسم عنصری آسمان پر جا بیٹھے ہیں کیونکہ اس قدر شہادتیں ان کی موت کی ہمارے پاس موجود نہیں بلکہ حضرت موسیٰ کی موت خود مشتبہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کی زندگی پر یہ آیت قرآنی گواہ ہے یعنی یہ کہ **فلا تکن فی مریۃ من لقائہ** (تحفہ گولڑویہ)

حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء کی روحانی زندگی کے متعلق ایک اور مقام پر فرمایا:

''انبیاء تو سب زندہ ہیں مردہ تو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی لاش نظر نہ آئی سب زندہ تھے' دیکھئے اللہ جلشانہ اپنے نبی کریم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ **فلا تکن فی مریۃ من لقائہ** اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہونے کے بعد اپنا زندہ ہو جانا اور آسمان پر اٹھائے جانا اور رفیق اعلیٰ کو جا ملنا بیان فرماتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح کی زندگی میں کون سی انوکھی بات ہے جو دوسروں میں نہیں —— معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو برابر زندہ دیکھا اور حضرت عیسیٰؑ کو حضرت یحییٰؑ کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا۔'' (اشتہار مشمولہ آئینہ کمالات اسلام)

یہ ہے حضرت موسیٰ کی حیات کا قصہ۔ مخالف کو بس اعتراض کرنا ہے اور اس پر ایک الٹا سیدھا عنوان قائم کرنا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو خود مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے دونوں بیانات میں کوئی تضاد نہیں اور نہ ہی ان کا قول حضرت مرزا صاحب کے قول سے ٹکراتا ہے اس لئے "حافظہ نباشد" کا آوازہ کسنا کسی طرح بھی موزوں نہیں۔

36- چنیں چناں: فصل ساتویں ص 369 - خلاصہ:

"جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر ڈالے گا وہ یہ ہدایت سمجھ لے گا کہ حضرت عیسیٰؑ کو ایک امتی قرار دینا کفر ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم تصنیف حضرت مرزا صاحب ص 189 ایڈیشن 1908ء)۔ قرآن سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلعم کی امت میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لتو منن بہ و لتنصر نہ پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلعم کی امت میں داخل ہوئے" (تشحیذ الاذہان قادیان نمبر 8 جلد 12 - بابت اگست 1917ء ص 28)

برنی صاحب ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں پہلے حوالہ میں تو حضرت عیسیٰؑ کو امتی قرار دینا کفر سمجھا گیا ہے لیکن دوسرے رسالہ میں جو مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا تھا ہر نبی کو آنحضرت صلعم کی امت میں شمار کیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب ایک نبی کو امتی سمجھنا کفر ہے تو تمام انبیاء کو امتی سمجھنا تو اس سے بڑا کفر ہوا۔ افسوس برنی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ ان حوالہ جات میں "امتی" اور "امت" کے الفاظ کا استعمال مختلف اعتبار سے ہے۔

موخر الذکر حوالہ میں انبیاء کا امت میں داخل ہونا اس وسیع مفہوم میں ہے کہ ان انبیاء نے آنحضرت صلعم کے آنے کی پیش گوئی کی تھی اور اپنی امتوں سے یہ میثاق لیا تھا کہ وہ نبی موعود پر ایمان لائیں گے اور ان کی نصرت کریں گے (سورۃ الاعراف 81) لیکن پہلے حوالہ میں لفظ "امتی" کو اصطلاحی رنگ میں بیان کیا گیا ہے' اس لفظ کی حقیقت کیا ہے اس کا ذکر اسی حوالہ میں وہیں موجود ہے۔ لیکن مخالف نے اسے حذف کر دیا ہے تاکہ

ان کے عنوان "چنیں چناں" پر حرف نہ آئے۔ لیجئے حوالہ کو ذرا تفصیل سے پڑھ لیجئے:

"جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر ڈالے گا وہ یہ ہدایت سمجھ لے گا کہ حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے کیونکہ امتی اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلعم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو پھر آنحضرت صلعم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔"

امتی کے لفظ کی حضرت مرزا صاحب نے جو تشریح کی تھی اسے محذوف کر کے برنی صاحب اپنے قارئین کو الجھن میں ڈال رہے ہیں۔ اگر سوچنے کا یہی سطحی انداز رہا تو قرآن میں ایک ہی لفظ کو جو مختلف معنوں اور مختلف اعتباروں سے استعمال کیا گیا ہے اس کے متعلق نہ معلوم برنی صاحب کیا پھڑکتا ہوا عنوان قائم کریں گے۔ لفظ **رب** کو ہی لے لیجئے خالق کائنات کے لئے بھی استعمال ہوا ہے (سورۃ فاتحہ) اور بادشاہ کے لئے بھی (سورۃ یوسف آیت 40 و 50) رسول کا لفظ انبیاء کے لئے بھی استعمال ہوا ہے اور محض ایلچی کے لئے بھی (سورۃ یوسف آیت 50) کافر کا لفظ منکر توحید رسالتؐ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے' اور کاشتکار یا کسان کے لئے بھی۔ (سورۃ الفتح 48 - آیت نمبر29 - سورۃ الحدید 57 - آیت 20)

اگر برنی صاحب کو یہ خیال ہو کہ براہین احمدیہ کے حوالہ میں حضرت مرزا صاحب جب اسی لفظ کی اصطلاح پر روشنی ڈال رہے تھے اس وقت ان کے ذہن سے قرآنی آیت **لتومنن بہ و لتنصرنہ** (تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہو گا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہو گی۔ (7 - 8) او جھل تھی تو یہ بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ اسی حوالہ میں آگے چل کر حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"پس میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہرگز نہیں ہیں گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلعم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی' یہ ہرگز نہیں تھا کہ آنحضرت صلعم کی پیروی اور آنحضرت کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے تا وہ امتی کہلاتے۔ ان کو خدا نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ ان کتابوں پر عمل

کریں اور کرائیں جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے۔" (براہین احمدیہ ضمیمہ ص 190)

لیجئے حضرت مرزا صاحب نے قرآنی آیت کے مفہوم اور امتی ہونے کی اصطلاح کی خود ہی تشریح فرما دی' اگر برنی صاحب اسے غور سے پڑھ لیتے تو پھر "چو ایں" اور چوں آں" کے چکروں میں نہ پڑتے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا جو اقتباس برنی صاحب نے پیش کیا ہے اس میں تو صاف انجام آتھم کے عہد مستحکم کا ذکر ہے اور اوپر بیان ہو چکا ہے اس لئے ان سے بحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

گو مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا نام انجام آتھم کے مولویوں کی لسٹ میں موجود نہیں لیکن جب آپ نے منقولی بحث و مباحثہ سے کنارہ کر لیا تو کسی مولوی صاحب کا آکر اس سلسلہ کو دوبارہ شروع کرنا ممکن نہیں تھا۔ ویسے بھی حضرت مرزا صاحب ایک تقریر سے فارغ ہوئے تھے اور پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے (اگلے روز آپ کی وفات ہو گئی) اس لئے آپ نے مولانا محمد احسن صاحب سے فرما دیا کہ مولوی صاحب سے نرمی اور آہستگی سے مسائل مختلف فیہ پر گفتگو کر لیں۔ برنی صاحب عادت سے مجبور ہو کر بیچ بیچ میں اقتباس کے ہمراہ اس قسم کے فقرے چست کئے جاتے ہیں:

گریز نمایاں ہو گیا

عذر کی بناوٹ صاف ظاہر ہے

پہلو کی کمزوری ظاہر ہے۔ وغیرہ

اس ستم آفرینی کی کیا کیا شکایت کی جائے۔ برنی صاحب اپنی عادت سے مجبور ہیں۔

37- معلومات کی وسعت (1): فصل ساتویں ص 369 - خلاصہ اعتراض:

"تاریخ کو دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا تھا۔" (پیغام صلح ص 19)

تاریخ سے اتنی ناواقفیت سب کو معلوم ہے آنحضرت کی ولادت سے قبل ہی حضرت صلعم کے والد رحلت فرما چکے تھے۔

"آپ کے والد ماجد کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی شکم مادر میں تھے کہ ان کی وفات ہو گئی اور بعض آپؐ کے تولد مسعود کے بعد بتاتے ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق آپ کے والد ماجد آپ کی پیدائش کے سات ماہ بعد فوت ہو گئے۔" (زادالمعاد مصنفہ علامہ حافظ ابن قیم مترجمہ سید رئیس احمد جعفری۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی۔ حصہ اول ص 67 زاد المعاد (عربی) جز اول ص 18 مطبوعہ مصر)

سیرت کی ایک اور کتاب میں لکھا ہے:

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے والد نے اس وقت وفات پائی جب کہ آپؐ کی والدہ ماجدہ کو حمل ہونے پر دو ماہ گذرے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؐ کی پیدائش سے دو ماہ پہلے وہ وفات پا گئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؐ اس وقت گھوارہ میں دو ماہ کے بچے تھے جب کہ آپؐ کے والد نے وفات پائی۔ یہ آخری روایت السہیلی کی ہے اور اس کے متعلق لکھا ہے۔ **علیہ اکثر العلماء** کہ اکثر علماء اس روایت کو درست مانتے ہیں" (سیرت جلیلہ جز اول ص 49 مطبوعہ مصر)

مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

محمد عبد اللہ الذکور بیشرب خجات بھار سول صلی اللہ علیہ وسلم شھدان و قبل کان حملا

یعنی عبداللہ مدینہ میں فوت ہوئے جبکہ رسول دو ماہ کے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؐ حمل میں تھے۔ (عماد الدین اسماعیل - تاریخ ابوالفداء جز اول ص 110 مطبوعہ مصر)

"محمد بن اسحاق گوید آنحضرت در شکم مادر بود کہ وفات یافت عبداللہ و بعضے گویند در عہد بودیست ہشت ماہ یا دو ماہ و ایں قول اصح اقوال است"

یعنی محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ ماں کے شکم میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ نے وفات پائی اور بعض نے کہا ہے کہ آپ آٹھ ماہ کی یا دو ماہ کی عمر میں تھے اور یہ آخری قول زیادہ صحیح ہے۔ (مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی معراج النبوت جلد 2 ص

معلوم ہوا کہ مسئلہ زیر بحث میں دو اقوال ہیں اگر حضرت اقدس نے دوسرے قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد آپؐ کی پیدائش کے بعد فوت ہوئے تھے تو کون سا غضب ہو گیا۔

37- **معلومات کی وسعت** (2): فصل ساتویں ص 370

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

"تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپؐ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے" (چشمہ معرفت ص 286)

حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل اولاد بھی گیارہ نہ تھی۔ مرزا صاحب کی تاریخ سب سے جدا معلوم ہوتی ہے (برنی)

زرقانی میں لکھا ہے کہ رسول کریم صلعم کے "صاحبزادوں کی تعداد میں سخت اختلاف ہے۔ مجموعی تعداد آٹھ تک پہنچتی ہے جن میں قاسم اور ابراہیم پر تمام راویوں کا اتفاق ہے۔" (زرقانی ص 221 بحوالہ سیرت النبی تالیف علامہ شبلی نعمانی حصہ اول جلد دوم ص 337. تاریخ اشاعت 1920ء)

"مواہب لدینہ نے دار قطنی سے نقل کیا ہے۔ کہ طیب و طاہر عبداللہ کے سواء ہیں۔ اس بنا پر صاحبزادگان کی تعداد پانچ ہو جاتی ہے اور کل تعداد نو ہوتی ہے۔ اور بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ طیب و مطیب ایک حمل سے اور طیب و طاہر دوسرے حمل سے متولد ہوئے۔ اس قول کو صاحب صفوۃ نے بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے کل تعداد گیارہ بن جاتی ہے۔ بعض سے منقول ہے کہ حضور اکرمؐ کی بعثت سے قبل ایک فرزند رسول متولد ہوا تھا اور اس کا نام عبدمناف رکھا گیا تھا۔ اس طرح تعداد بارہ ہو جاتی ہے۔ بجز عبدمناف کے سب کے سب عہد اسلام میں پیدا ہوئے اور ابن اسحاق نے کہا کہ حضرت ابراہیم کے سوا سب کے سب فرزندان عہد اسلام سے پہلے پیدا ہوئے اور سب نے شیرخوارگی کے زمانہ میں وفات پائی" (بحوالہ مدارج النبوت (اردو) حصہ دوم مولفہ حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ 771- ترجمہ الحاج مفتی غلام معین الدین نعیمی مدینہ

پبلشنگ کمپنی بند روڈ کراچی نمبر1)

یہ عین ممکن ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کسی تاریخ میں آٹھ سے زیادہ لڑکوں کا ذکر بھی پڑھا ہو جس کی طرف اپنی تحریر میں اشارہ فرما رہے ہیں۔ گفتگو کا مقصود بہرحال یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے سب لڑکے ابتدائی عمر میں فوت ہو گئے تھے چاہے وہ چار ہوں یا آٹھ یا اس سے زیادہ۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں درج ہے:

"Several sons all of whom died in infancy"

"یعنی متعدد بیٹے جو سب کے سب ابتدائی عمر میں فوت ہو گئے" (صفحہ 391 کالم نمبر2 ایڈیشن 1953ء)

برنی صاحب کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم کی کل اولاد بھی گیارہ نہ تھی تو اس کے متعلق زرقانی اور سیرت النبی کے مولف کا بیان سنئے:

"اس بارہ میں تمام اقوال جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی بارہ اولاد تھی (سیرت النبی از شبلی نعمانی ص 337)

37- معلومات کی وسعت (3): فصل ساتویں ص 370-

چائے کی پیالی

"کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک نوکر چائے کی پیالی لایا جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپ کے اوپر گر پڑی آپ نے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا" (ملفوظات احمدیہ جلد اول ص 346 مرتبہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

حضرت امام حسین کے زمانہ میں عرب میں ضرور چائے کا رواج ہو گا اور حضرت امام حسین بھی ضرور اس کے عادی ہوں گے! (برنی)

برنی صاحب چائے کے لفظ پر گرفت فرما رہے ہیں حالانکہ اصل مراد گرم مشروب ہے وہ چائے ہو یا قہوہ یا اور کوئی پینے کی چیز۔ خود چائے اور قہوہ کی سینکڑوں ہزاروں قسمیں ہیں۔ ہم الایچی کی چائے' پودینہ کی چائے' سونف کی چائے ایسے الفاظ اکثر استعمال کرتے

ہیں غرض یہ کہ جس جڑی بوٹی کو بھی چائے کے معروف طریقہ سے تیار کیا جائے اسے چائے کا نام دیا جا سکتا ہے۔ انگریزی لفظ "ٹی" Tea بھی اسی وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے (ملاحظہ ہو آکسفورڈ انگلش ڈکشنری بڑا ایڈیشن) قہوہ کے پودہ کے پتوں سے جو مشروب تیار کیا جائے اسے "کافی ٹی" (قہوہ چائے) کہتے ہیں (آکسفورڈ انگلش ڈکشنری بڑا ایڈیشن ص 590 کالم نمبر2) خیال رہے کہ یہ کنسائزڈ آکسفورڈ ڈکشنری کا حوالہ نہیں بلکہ اس سے بڑے ایڈیشن کا ہے جو کسی لائبریری میں دیکھا جا سکتا ہے۔

چائے کا پینا چند صدیوں سے شروع نہیں ہوا جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے چینی روایات میں 2737 سال قبل مسیح بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ اور ساڑھے تین سو سال بعد از مسیح تو چینی زبان کی لغات میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ انگلستان میں 1650ء میں چائے کا رواج شروع ہوا لیکن عرب آٹھ سو سال قبل یعنی 850ء بعد از مسیح چائے سے آشنا تھے۔ (بحوالہ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا) اور اس سے قبل بھی اگر وہ کسی پودے کی پتیوں کو چائے کی طرح ابال کر بطور مشروب استعمال کرتے ہوں تو جائے تعجب نہیں۔ (قبل از اسلام جاہلی دور کی شاعری میں بھی چائے کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ برنی صاحب اپنے "توہمات" کو علمی تحقیق کا نام دے رہے ہیں۔) بہر حال اگر حضرت مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں چائے کا لفظ استعمال فرمایا تھا تو ان ہی وسیع معنوں میں جن میں یہ لفظ ہر گرم مشروب کے لئے استعمال ہو سکتا ہے ملفوظات احمدیہ میں حضرت اقدس کے ارشادات مختلف ڈائریوں سے نقل کئے گئے ہیں اس لئے یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ خود حضور نے کون سا لفظ استعمال فرمایا تھا۔ اگر چائے کا لفظ بھی استعمال کیا ہو تو وسعت معانی کے لحاظ سے اس پر اعتراض کرنا خود اپنے علم کی وسعت کی کمی کا اعتراف ہے۔

37- **معلومات کی وسعت** (4): فصل ساتویں ص 370-371

"یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد ہی میں باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں اور پھر بعد اس کے 14 جون 1899ء کو وہ پیدا ہوا اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا یعنی ماہ صفر (اور ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنی چہار شنبہ اور دن کے

گھنٹوں میں سے دوپہر کے بعد چوتھا گھنٹہ لیا۔" (تریاق القلوب مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ص 41) "وہ چوتھا لڑکا جس کا ان کتابوں میں چار مرتبہ وعدہ دیا گیا تھا صفر 1317ھ کی چوتھی تاریخ میں بروز چہار شنبہ پیدا ہو گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ چار کے عدد کو ہر ایک پہلو سے تعلق ہے۔" (ایضاً ص 43) سخن سازی کا جذبہ دیکھئے کہ ماہ صفر جو اسلامی مہینوں میں سے دوسرا مہینہ ہے اور چہار شنبہ جو ہفتہ میں پانچواں دن ہے چوتھے لڑکے سے ملانے کے لئے چوتھا مہینہ اور چوتھا دن بن گیا اس کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک ایسے فرق کچھ قابل شمار نہیں ہوتے ورنہ بات نہیں بنتی (للمولف برنی)

تبصرہ کرنے سے پیشتر مندرجہ بالا حوالہ جات میں جو مبارک احمد صاحب کا قبل از ولادت بولنا درج ہے اس کا سیاق و سباق سے مطلب سمجھ لیا جائے تو بہتر ہے۔ حضرت مرزا صاحب اپنی ایک کشفی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کی طرف سے اس لڑکے کی مجھ میں روح بولی اور الہام کے طور پر یہ کلام اس کا میں نے سنا **انی اسقط من اللہ و اصیبہ** یعنی اب میرا وقت آ گیا اور میں اب خدا کی طرف سے اور خدا کے ہاتھوں سے زمین میں گروں گا پھر اسی کی طرف جاؤں گا۔ اور اسی لڑکے نے اسی طرح پیدائش سے پہلے یکم جنوری 1897ء میں بطور الہام یہ کلام مجھ سے کیا اور مخاطب بھائی تھے کہ مجھ میں اور تم میں ایک دن کی میعاد ہے۔" (تریاق القلوب ص 41)

معلوم ہوا کہ یہ کلام براہ راست مبارک احمد صاحب کی طرف سے نہیں تھا بلکہ الہام الٰہی میں حکایتاً ان کی طرف منسوب ہوا تھا۔ (فصل چھٹی ص 338 اعتراض نمبر 78 کے ضمن میں بھی اس امر پر بحث ہو چکی ہے۔)

برنی صاحب کے ان حوالہ جات پر دو اعتراضات ہیں۔ اول یہ کہ ماہ صفر کو جو اسلامی مہینوں میں دوسرا مہینہ ہے چوتھا مہینہ کہا گیا ہے' اور دوم یہ کہ چہار شنبہ جو ہفتہ میں پانچواں دن ہے اسے چوتھا دن قرار دیا گیا ہے۔

تریاق القلوب ص 43 پر حضرت مرزا صاحب جب مبارک احمد صاحب کی ولادت کا ذکر فرماتے ہیں تو وہ صفر کی چوتھی تاریخ کو تاریخ پیدائش بیان فرماتے ہیں:

''پسر چہارم کی پیشگوئی کو 14 جون 1899ء میں جو مطابق 4 صفر 1317ھ تھی بروز چار شنبہ پورا کر دیا''

آگے چل کر پھر فرماتے ہیں:

''وہ چوتھا لڑکا ------- صفر 1317ھ کی چوتھی تاریخ میں بروز چار شنبہ پیدا ہو گیا''

ملحقہ عبارت میں اس امر کی پھر تکرار کی گئی ہے:

''عجیب بات ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ چار کے عدد کو ہر ایک پہلو سے تعلق ہے۔ اس کی نسبت چار پیشگوئیاں ہوئیں۔ یہ چار صفر 1317ھ کو پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش کا دن چوتھا دن تھا یعنی بدھ یہ دوپہر کے بعد چوتھے گھنٹہ میں پیدا ہوا۔ یہ خود چوتھا تھا۔''
(تریاق القلوب ص 43)

ان تین مقامات پر آپ نے تاریخ چار صفر کا بار بار ذکر کیا ہے چار پیشگوئیوں کے پورے ہونے کا ذکر بھی ہے لیکن ان میں ''اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ'' شامل نہیں۔ معلوم ہوا کہ صفحہ 41 پر ماہ صفر کو جو چوتھا مہینہ لکھا گیا ہے وہ کتابت کی غلطی ہے۔ اس صفحہ کی عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی:

اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں یعنی ماہ صفر میں سے چوتھا دن لیا ------- الخ

ہم نے اسے کتابت کی غلطی اس لئے کہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے خود ہی یہ اصول بیان کیا ہے کہ ایک عبارت جہاں ایک سے زیادہ مقامات پر آئے اسے دوسری جگہ پر بھی دیکھ لیا جائے۔ مطبوعہ کتابوں میں کتابت کی غلطیوں کا ہو جانا تعجب کی بات نہیں۔ اپنی کتب کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ

''بوجہ عجلت نظر ثانی ان میں نہیں کی جا سکی۔ اور پروف غور سے نہیں پڑھے گئے اس لئے کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں پس میری کتابوں کے دیکھنے کا طریق یہ ہے کہ ایک عبارت جہاں ایک سے زیادہ مقامات میں آئے دوسری جگہ پر دیکھ لیں۔''

باقی رہا چہار شنبہ جسے برنی صاحب ہفتہ میں پانچواں دن قرار دے رہے ہیں لیکن عرب اتوار کو پہلا دن سمجھتے ہیں جسے وہ یوم الاحد کہتے ہیں (ملاحظہ ہو ڈکشنری آف اسلام حوالہ پبلشرز مولفہ ٹامس پیٹرک ہیوجز ص 79) اس لحاظ سے بدھ کا دن یوم الا ربعہ ہے اس لئے حضرت مرزا صاحب نے اسے ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن قرار دیا ہے۔

38- سچا جھوٹ: فصل ساتویں ص371 - خلاصہ اعتراض:

اخبار الفضل 29 مئی 1922ء سے ایک حوالہ درج کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جو رسول مقبول صلعم کے گیارہ بیٹوں کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق مخالفین یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ مرزا صاحب کا جھوٹ ہے حالانکہ کسی طرح اس پر جھوٹ کی تعریف صادق نہیں آتی۔

اس سلسلہ میں اوپر اعتراض نمبر37 معلومات کی وسعت نمبر2 پر تبصرہ ملاحظہ ہو۔

39- جھوٹا سچ: فصل ساتویں ص371

"میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہ ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کر دوں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ ہا نشان ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ پس مجھ سے دشمنی کیوں ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتے اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا ہے جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہئے تھا تو پھر سچا ہوں اگر کچھ نہ ہو تو سب لوگ گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔" (اخبار بدر 19 جولائی 1902ء منقول از مہدی نمبر1 ص 43 مولفہ حکیم محمد حسین صاحب)

تجدید دین اور احیاء اسلام کا کام دنیا میں صرف اس طریق سے ہو گا جس کی نشاندہی حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں کی ہے جب تک مسلمان اپنے غلط عقائد اور غلط رسم رواج پر جمے رہیں گے اسلام کی عظمت اقوام عالم کے دل میں قائم نہیں ہو گی۔

حیات مسیح کا عقیدہ اسلام کی تبلیغ میں سب سے بڑی روک ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح اپنی طبعی وفات پا کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا' تو سمجھئے کہ اس کے ساتھ ہی عیسیٰ پرستی کا ستون بھی ٹوٹ گیا۔ ایک عیسائی مصنف کے قول کے مطابق عیسائیت کا دل اس جسم سے علیحدہ کر دیا گیا۔ (بحوالہ مسلم ورلڈ) جب جسم سے دل ہی نکل گیا تو پھر جسم کے اعضاء کی حرکات ہی بند ہو گئیں۔

الغرض جس کام کی بنیاد حضرت مرزا صاحب نے رکھی ہے وہ پھل اور پھول رہا ہے اور ایک وقت آئے گا کہ اقوام عالم اسلام کے جھنڈے تلے پناہ لیں گی اور وہی وقت حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا آپ گواہ ہو گا۔

انڈیکس